انسانی حقوق
اور
اسلامی نقطہ نظر

www.KitaboSunnat.com

IFA PUBLICATIONS

ایفا پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (سورة اسراء: ۷۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر

[جس میں انسانی حقوق کے سلسلہ میں اسلامی تصور، آزادی اور مساوات کے سلسلہ میں اسلامی نقطہ نظر، عمر، جنس اور انسانی زندگی میں پیش آنے والے مختلف احوال کے لحاظ سے حقوق، نیز بین قومی تعلقات کے پس منظر میں اقلیتوں، قیدیوں اور پناہ گزینوں وغیرہ کے حقوق پر پہلی بار شرح وبسط کے ساتھ اردو زبان میں روشنی ڈالی گئی ہے]

19208

ایفا پبلیکیشنز - نئی دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

28164
اہی ف - ا

نام کتاب : انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر
صفحات : ۳۸۲
قیمت : ۱۴۰/روپے
سن طباعت : فروری ۲۰۱۱ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublications@gmail.com
فون: 011-26981327

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا عبید اللہ اسعدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

ابتدائیہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب: اسلام میں حقوق انسانی کا تصور ۱۳-۱۲۸

اسلام کا تصور حریت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۵
اسلام کا تصور مساوات	پروفیسر عبدالمغنی	۲۱
اسلام میں انسانی حقوق	مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی	۳۳
انسانی حقوق اور مساوات	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	۴۷
اسلام میں حقوق انسانی کا تصور	مولانا محمد رضی الاسلام ندوی	۵۷
اسلام میں شخصی آزادی	ڈاکٹر سید عبدالباری	۸۱
اسلام میں حقوق انسانی	مفتی محبوب علی وجیہی	۹۱
اسلام میں تصور حریت اور اس کے حدود	مفتی راشد حسین ندوی	۹۶
اسلام اور انسان کے چار بنیادی حقوق	مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ	۱۱۸

دوسرا باب: مختلف طبقات کے حقوق اسلام میں ۱۲۹-۲۲۶

اسلام میں جنین کے حقوق	مفتی انور علی اعظمی	۱۳۱
اسلام میں بچوں کے حقوق	مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی	۱۴۲
بچوں کے حقوق اسلام کی نظر میں	مولانا قاری ظفر الاسلام اعظمی	۱۷۱
اسلام میں بوڑھوں کے حقوق	مولانا زبیر احمد قاسمی	۱۸۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوڑھوں کے حقوق اسلام کی نظر میں	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۱۸۸
اسلام میں مریضوں کے حقوق	مولانا محمد عبید اللہ اسعدی	۱۹۵
اسلام میں معذوروں کے حقوق	مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی	۲۱۸

تیسرا باب: مختلف ممالک میں اقلیتوں کے حقوق ۲۲۷-۳۸۲

مسلم ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق	مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ	۲۲۹
مسلم ممالک کی غیر مسلم رعایا	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۴۸
غیر اسلامی ممالک میں آباد اقلیتوں کے حقوق - اسلامی منشور کی روشنی میں	مولانا اختر امام عادل قاسمی	۲۸۷
اسلام میں پناہ گزینوں کے حقوق	مولانا ڈاکٹر سلطان احمد اصلاحی	۳۰۵
پناہ گزینوں کے حقوق اسلامی اصول کی روشنی میں	مولانا سید اسرار الحق سبیلی	۳۲۴
حالت جنگ میں انسانی حقوق کی پاسداری اور اسلامی تعلیمات	مولانا محمد عیسی منصوری لندن	۳۳۶
قیدیوں کے حقوق - شریعت اسلامی میں	مفتی نسیم احمد قاسمیؒ	۳۵۴
اسلام میں حقوق انسانی - ماحولیات کے تناظر میں	مفتی جمیل احمد نذیری	۳۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائیہ

اسلام کی تمام تعلیمات کا خلاصہ دو باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت اور اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک، اسی لئے جیسے ہمیں شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ملتے ہیں، اسی طرح ایک انسان پر دوسرے انسان کے حقوق بھی رکھے گئے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی شان کے اعتبار سے اللہ کے حقوق کی اہمیت ہے، تو اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی ضرورت و احتیاج سے مستغنی ہے اور انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے، انسانی حقوق کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے؛ اسی لئے اسلام نے ان حقوق کو بہت واضح طور پر پیش کیا ہے۔

انسان کے کچھ حقوق تو بنیادی نوعیت کے ہیں، جو تمام طبقات کے درمیان مشترک ہیں، کچھ حقوق وہ ہیں، جو کسی خاص طبقہ یا خاص صورت حال سے متعلق افراد کے لئے ہیں؛ کیوں کہ لوگوں کی ضرورت اور ان کی احتیاج کے اعتبار سے ان کے حقوق ہوا کرتے ہیں، چنانچہ شریعت میں بچوں، بوڑھوں، عورتوں سے متعلق مخصوص حقوق مقرر ہیں، مریضوں اور مسافروں کے لئے قدم قدم پر رعایت رکھی گئی ہے؛ اسی لئے ان کے لئے زائد حقوق ہیں، غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں سے کیا فرائض اور ذمہ داریاں متعلق ہوں گی اور ان کے حقوق کیا ہوں گے؟ نیز مسلم اکثریت ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے کیا حقوق ہیں؟ اسی طرح دوسرے خطہ سے آنے والے پناہ گزینوں کی بابت مسلمانوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ جن لوگوں پر کسی جرم کا الزام ہے یا جرم ثابت ہو چکا ہے، وہ بھی آخر انسان ہی ہیں، ان قیدیوں کے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں؟ موجودہ حالات میں بین قومی سطح پر ان مسائل کی بے حد اہمیت ہے، اسلام نے ان میں سے کسی گوشہ کو تشنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھا ہے اور بہت سے احکام کے بارے میں صراحتاً اور بہت سے مسائل میں اصولی حیثیت سے رہنمائی کی گئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انسان ایک سماجی حیوان ہے، انسان ایک سانپ کی طرح تنہا کسی بل میں اور ایک شیر کی طرح تنہا کسی غار میں زندگی نہیں گزار سکتا، وہ سماج اور خاندان کا محتاج ہے اور بہت سے رشتہ داروں کے حصار میں رہ کر ہی زندگی گزار سکتا ہے، اس نسبت سے بھی بہت سے حقوق انسان پر عائد ہوتے ہیں، جیسے والدین واولاد کا حق، بیوی، بھائیوں اور بہنوں کا حق، پڑوسی کا حق وغیرہ، یہ تمام ہی حقوق داصل انسانی حقوق کے دائرہ میں آتے ہیں، اس لئے شریعت میں انسانی حقوق کا دائرہ بہت وسیع ہے اور انہیں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدا کی محبت اور اس کی خشیت دل میں جتنی زیادہ ہوگی، انسانی حقوق کی پاسداری کا لحاظ بھی اسی قدر انسان کے اندر ہوگا اور جس گروہ میں خدا سے بے خوفی جس قدر ہوگی، وہ اسی قدر انسانوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہ ہوگا، خدا کا خوف خدا کی بھیجی ہوئی کتاب سے رشتہ استوار کرنے سے پیدا ہوتا ہے، بدقسمتی سے یورپ میں کلیسا اور حکومت کی جنگ نے مغرب کو نہ صرف خدا کے تعلق کی نعمت عظمیٰ سے محروم کردیا، بلکہ ان میں ردعمل کے طور پر خدا بیزاری اور مذہب سے نفرت بھی پیدا ہوگئی اور یہ چیز انہیں دوسری قوموں کے حقوق کی پامالی کی طرف لے گئی؛ اسی لئے مغرب سے ایسا استعماری فتنہ شروع ہوا، جس نے قریب قریب پورے ایشیا اور افریقہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اور پوری دنیا آقاؤں اور غلاموں کی دو قسموں میں تقسیم ہوگئی، جب تک ان مظالم کا ہدف مشرقی قومیں رہیں، مغرب کے کان پر جوں نہیں رینگی، ان مقالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرایا گیا اور لاکھوں لوگ لمحوں میں لقمۂ اجل بن گئے تو مغرب نے اس پر جشن چراغاں کیا، لیکن چوں کہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں خود یورپ کی مختلف قومیں ایک دوسرے سے برسر پیکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں، انہوں نے آپس میں لڑکر نہ صرف بہت نقصان اٹھایا، بلکہ وہ اپنی نوآبادیوں کو بھی آزاد کرنے پر مجبور ہو گئیں تو انہوں نے ۱۹۴۵ء میں ایک عالمی ادارہ "اقوام متحدہ" کی تشکیل کی اور ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو اس ادارہ کی جنرل اسمبلی سے انسانی حقوق کا منشور منظور کرایا، حالاں کہ اس کے بعد بھی مغربی ممالک کا جور و ستم قائم رہا، انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے مختلف ممالک میں نسلی تفریق کو قوت پہنچائی اور وہ آج بھی اسرائیل کی مؤید ہے، جس کی بنیاد نسلی امتیاز پر ہے، لیکن ان سب کے باوجود انسانی حقوق کے سلسلہ میں اسی پیش رفت کو بھی ایک بڑا کارنامہ سمجھا گیا۔

اب اس وقت صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ پروپیگنڈے کی طاقت کا سہارا لے کر چور نے اپنے آپ کو محافظ باور کرالیا ہے اور جو لوگ لوٹے جاتے ہیں، انہیں ہی ظالم اور ستم گر قرار دیا جاتا ہے، مسلمان جو پوری دنیا میں طرح طرح کے مظالم سہہ رہے ہیں، انہیں انسانی حقوق کا دشمن قرار دیا جاتا ہے اور باور کرایا جاتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے پاسدار نہیں ہیں اور جو لوگ عراق میں گیارہ لاکھ انسانوں کا خون پی چکے ہیں، افغانستان میں بھی کئی لاکھ لوگ ان کی خوراک بن چکے ہیں، مگر نہ ان کی طبیعت سیر ہوتی ہے اور نہ پیاس بجھتی ہے، وہ اپنے آپ کو انسانی حقوق کا محافظ قرار دیتے ہیں، ان حالات کو پیش رکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بانی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے طے فرمایا کہ بنیادی انسانی حقوق کے موضوع پر ایک سمینار منعقد ہو جس میں موضوع کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی تعلیمات پیش کی جائیں اور یہ بات نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام ہی لوگوں تک پہنچے کہ اسلام کی تمام تعلیمات عدل وانصاف، انسانی کرامت وشرافت کی ...... مساوات، کمزوروں کا لحاظ، مذہبی رواداری اور قومی ومذہبی جذبات کے پاس ولحاظ پر مبنی ہیں۔

ان کی زندگی ہی میں سمینار کی پوری تیاری ہو چکی تھی اور مقالات لکھے جا چکے تھے، لیکن ان کی عمر نے وفا نہیں کیا اور ان کی زندگی میں یہ سمینار نہیں ہو پایا، پھر مختلف وجوہ سے اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاخیر ہوتی چلی گئی، خوشی کی بات ہے کہ اب اہل پونہ کی دعوت پر مستقبل قریب میں وہاں یہ سمینار منعقد ہونے جارہا ہے، چونکہ اس سمینار سے متعلق مقالات جمع ہو چکے تھے؛ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ سمینار کے موقع سے اس مجموعہ کی اشاعت عمل میں آجائے، چنانچہ اب یہ آپ کے سامنے ہے، اس مجموعہ میں پہلا باب انسانی حقوق اور حریت ومساوات کے سلسلہ میں اسلام کے بنیادی تصور پر ہے، دوسرے باب میں مختلف مراحل اور حالات میں انسانی حقوق کو واضح کیا گیا ہے، تیسرا باب بڑا اہم ہے، جو بین قومی تعلقات کے پس منظر میں انسانی حقوق کا نقشہ پیش کرتا ہے، بحمد اللہ اپنے موضوع پر یہ ایک جامع اور فکر انگیز مجموعہ ہے اور غالباً اردو زبان میں اب تک اتنی تفصیل سے اس موضوع پر گفتگو نہیں کی گئی ہے۔

اس مجموعہ کی ترتیب وتصحیح کا کام اکیڈمی کے شعبۂ علمی کے رفیق مولانا امتیاز احمد قاسمی نے انجام دیا ہے اور محنت اور خوش سلیقگی کے ساتھ اسے قابل اشاعت بنایا ہے، ادارہ مقالہ نگاروں کا بھی ممنون ہے اور اپنے اس رفیق کا بھی، دعاء ہے کہ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے، یہ مجموعہ اسلامی تعلیمات کو سمجھانے اور لوگوں تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو اور اسلام کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈوں اور مغالطہ انگیزیوں کے نتیجہ میں شکوک وشبہات کے کو کانٹے نئی نسل کے دلوں میں بوئے جارہے ہیں، ان کو نکالنے میں معاون ثابت ہو۔

وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری)

۱۷/ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ
۲۶/اکتوبر ۲۰۱۰ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

اسلام میں حقوق انسانی کا تصور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں تصور حریت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی☆

انسان کو اس کے خالق و پروردگار نے معزز و مکرم مخلوق کا مرتبہ عطاء کیا ہے اور اس کو اپنی دیگر مخلوقات پر فوقیت و برتری عطاء فرمائی ہے، اس کو قرآن مجید میں اس طرح واضح کیا گیا ہے: "ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً" (سورہ بنی اسرائیل: ۷۰) (اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطاء فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فوقیت دی)۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف معزز ہی نہیں بنایا ہے، بلکہ دنیا کے کاروبار کو انجام دینے کی ذمہ داری بھی اس پر ڈالی ہے اور اس کو دنیاوی زندگی میں اس کے امکانات اور حدود کے اندر رہتے ہوئے جتنی آزادی اور خود مختاری ممکن ہے، وہ عطاء فرمائی ہے، وہ اپنے پروردگار کے حکم و مرضی کا پابند رہتے ہوئے، اپنی دنیاوی زندگی میں آزاد ہے، لیکن کوئی بھی انسان نسل آدم کے مجموعہ میں تنہا ایک فرد نہیں ہے، بلکہ وہ افراد انسانی کے مجموعہ کے درمیان دیگر افراد کی طرح ایک فرد ہے، اس مجموعہ میں رہتے ہوئے اس کی آزادی اس کے مجموعہ کے دیگر افراد کی آزادی سے جڑی ہوئی ہے، یہ آزادی انسانی مجموعہ کے افراد کے مابین ایک دوسرے کے درمیان آپس میں برابری پر مبنی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

☆ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے وفات سے قبل حجاج کے عظیم مجمع کے سامنے صاف اعلان فرمایا: "أیھا الناس! إن ربکم واحد و إن أباکم واحد، کلکم لآدم و آدم من تراب، أکرمکم عند اللہ أتقاکم، و لیس لعربی علیٰ عجمی فضل إلا بالتقویٰ، ألا ھل بلغت، اللھم اشھد، قالوا: نعم، قال: فلیبلغ الشاھد الغائب" (رواہ مسلم و أبوداؤد و أحمد بن حنبلؒ) (اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارے باپ ایک ہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے، تم میں جو شخص تقوی و پرہیز گاری میں جتنا بڑھا ہوا ہوگا اللہ کے نزدیک اتنا ہی مکرم ہوگا، کسی عرب کو غیر عرب پر، اسی طرح کسی غیر عرب کو کسی عرب پر فضیلت و برتری نہیں ہے، اور اسی طرح نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری ہے، اور فرمایا کہ برتری آدمی کی نیکی اور اپنے رب سے ڈرنے اور برائیوں سے احتیاط کرنے کے لحاظ سے ہوگی اور حکم دیا کہ اس اعلان کے سننے والے دوسروں تک پہنچادیں)۔

حضرت محمد ﷺ کا یہ اعلان مسلمانوں کے لئے تا قیامت دستور حیات بن گیا، چنانچہ ان کے کسی ایک فرد نے دوسرے فرد پر اپنی مرضی چلانے کو کبھی صحیح نہیں سمجھا اور خدا کے حکم کے اندر رہتے ہوئے ہر ایک کو اپنی اپنی زندگی کے معاملات میں آزاد سمجھا اور کسی نے اگر اس کے خلاف کیا، تو قاضی نے اس کے خلاف فیصلہ دیا، اپنوں اور سب انسانوں کو مساوی درجہ دیتے ہوئے ان کے انسانی معاملات میں خود مختار اور آزاد سمجھنے کا رویہ صرف اپنوں اور مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ غیر مسلموں اور غیروں کے ساتھ بھی اختیار کیا۔

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ جو عربوں کے معزز خاندان کے معزز فرد تھے، ان کے لڑکے نے ایک گھوڑ دوڑ کے مقابلے میں اپنے مقابل مصری شہری کو یہ کہہ کر ہاتھ مار دیا کہ لو یہ ایک معزز شخص کا ہاتھ ہے، اس شخص نے اس کی شکایت مسلمانوں کے حاکم خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ سے مدینہ جا کر کردی، حضرت عمرؓ نے مصر کے گورنر کو مع لڑکے کے مدینہ طلب کیا، اور واقعہ دریافت کیا، واقعہ صحیح ثابت ہونے پر مصری شہری سے کہا کہ تم ان کے لڑکے کو اسی طرح ہاتھ مارو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح انہوں نے مارا تھا اور فرمایا کہ ان کے باپ گورنر صاحب کو بھی مارو، کیونکہ انہی کے بل بوتے پر ان کے لڑکے کو یہ جرأت ہوئی اور فرمایا کہ تم نے لوگوں کو کیا غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کے ماں باپ نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے، اسلام کے پابند حکمرانوں نے اسی اصول کو ہمیشہ اپنایا کہ سب انسان برابر ہیں اور ایک دوسرے کی طرح آزادی کے مستحق ہیں، لہٰذا کوئی کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھے اور سب اپنی عام انسانی زندگی میں اپنی مصلحت اور نفع وضرر کے سمجھنے والے ہیں، کسی کو غیر پر اپنی مرضی تھوپنا صحیح نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت ملنے پر جو تقریر فرمائی اس میں صاف کہا: میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں، حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں، میں صحیح کام کروں تو میرا ساتھ دو، غلطی کروں تو مجھے درست کرو، اور فرمایا کہ تم میں اگر کسی پر ظلم ہوا ہوگا تو وہ میری نظر میں قوی رہے گا، تا آنکہ میں اس کو اس کا حق دلا دوں، اور تم میں سے کوئی اگر کسی پر ظلم کرے گا تو وہ میری نظر میں کمزور رہے گا، جب تک میں اس کی زیادتی کو ختم نہ کر دوں۔

اسی اصول پر بعد کے ذمہ دار اور حق پسند خلفاء چلے، حضرت عمرؓ کے عہد میں شام کے ایک علاقہ کا ایک بادشاہ اسلام قبول کر کے مکّہ آیا، وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اس کے قریب ایک عام عرب مسلمان بھی طواف کر رہا تھا، بادشاہ کے لابنے دامن پر اس کا پیر پڑ گیا، جس سے بادشاہ الجھ کر گرنے کے قریب ہوگیا، بادشاہ نے پلٹ کر دیکھا تو ایک غریب بدوی ہے، اس کو ایک چانٹا مارا کہ دیکھ کر نہیں چلتا، بدوی نے خلیفۂ وقت سے شکایت کی، خلیفہ نے حکم دیا کہ بدوی اس سے انتقام لے اور اسی طرح چانٹا اس کو مارے، جیسا اس نے مارا ہے، بادشاہ نے جس کا نام جبلہ بن ایہم تھا کہا، بھلا بادشاہ کو ایک عام رعیت کا آدمی مارے گا؟ میں برداشت نہیں کر سکتا اور کہا کہ میں اسلام چھوڑ دوں گا، لیکن یہ ذلت نہیں برداشت کر سکتا، خلیفہ نے کہا کہ اسلام میں رہے یا نہ رہے، یہ اس کا فعل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں دونوں برابر ہیں، انتقام تو ضروری ہے، اس پر جبلہ رات کی تاریکی میں چھپ کر اپنے وطن واپس چلا گیا، خلیفہ نے پروا نہیں کی، اور اس کو اسلام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی رکھنے کے لئے ایک معمولی انسان کو جو آزادی اور مساوات کا حق تھا، اس کو نظر انداز نہیں کیا۔

اسلام کے تصور آزادی کا اظہار مسلمانوں کے امیر کے نمائندہ حضرت ربعی بن عامرؓ نے رستم کے دربار میں دوٹوک اور واضح الفاظ میں کیا، انہوں نے کہا: ہم دنیا میں اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر صرف خدائے واحد کی بندگی میں داخل کریں اور اس دنیا کے تنگ دائرہ سے نکال کر دنیا کے وسیع دائرہ میں لائیں اور مختلف مذاہب کی طرف سے جو بے انصافی کا رویہ اختیار کیا گیا ہے، اس سے نکال کر اسلام کے لائے ہوئے عدل وانصاف میں لائیں، ان کے الفاظ تھے: ''الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد إلى عبادة الله وحده، ومن ضيق الدنيا إلى سعتها، ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام''۔

یہ وہ اعلان تھا، جو رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات سے سب مسلمانوں نے اخذ کیا تھا اور اس پر ان کے صحابہؓ نے، پھر ان کے بعد کے صحیح اور اصول پسند مسلمانوں نے برابر عمل کیا۔

اسلام میں حریت کا تصور اس بات پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک فرد واحد سے پیدا کیا، وہ آدمؑ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا، پھر آدمؑ سے ہی ان کا جوڑا بنایا، پھر دونوں سے پوری انسانی نسل چلائی، پورا انسانی کنبہ انہی پر مشتمل ہے، سب ایک باپ کی اولاد ہیں، اور سب یکساں اور برابر ہیں اور سب ایک خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سب اسی کے بندے اور اسی کے حکموں کے پابند ہیں اور اس پابندی کے علاوہ اپنے معاملات میں خود مختار و آزاد ہیں، لہٰذا انسانوں کی تابعداری اور پابندی صرف اپنے پروردگار اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں سے ہے، لہٰذا ان کو قرآن وحدیث نے جو احکام دئے ہیں، ان پر عمل کرنے کی ذمہ داری ہوگی اور آپسی رشتے میں جن کے حقوق بتائے گئے ہیں، ان حقوق کا لحاظ کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''يأيها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساءاً، واتقوا الله الذي تساءلون به والأرحام، إن الله كان عليكم رقيباً" (النساء:۱) (اے لوگو! ڈرو اور احتیاط اختیار کرو اپنے رب کے تعلق سے، جس نے تم کو پیدا کیا صرف ایک جان سے، پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دو کی نسل سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کر کے پھیلا دیا اور ڈرو اور احتیاط اختیار کرو اپنے رب کے تعلق سے، جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے اپنی مانگیں پوری کراتے ہو اور خیال رکھو اپنی رشتہ داریوں کا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر نظر رکھتا ہے اور نگرانی کرتا ہے)۔

مذکورہ احتیاطوں اور پابندیوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے بھی جو انتظامی تقاضے ہیں، جو حاکم اور رعیت کے درمیان ہوتے ہیں، ان کا لحاظ بھی کرنا ہوگا۔ ان دو پابندیوں کو انسان کی آزادی کے خلاف نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ یہ انسانی معاشرہ کی سلامتی اور بہتری کا ذریعہ ہیں، انسان کی آزادی کے لئے ان کی حیثیت محافظ کی ہے۔

اس کے برعکس آزادی کا جو نعرہ مغربی تمدن نے دیا ہے، وہ اسلام کے تصور سے بہت مختلف ہے، مغرب کے تصور آزادی میں اپنے خالق اور مالک کے حکم سے بھی آزادی ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے ذہنوں سے آخرت کا اور اس میں خدا کی فرمابرداری اور نافرمانی کی بنیاد پر جزا وسزا ملنے کا تصور باقی نہیں رہا، ان کے یہاں تصور یہ ہے:

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

مغربی تمدن نے انسان کی آزادی کا نعرہ دیا ہے، لیکن کالے گورے اور مشرقی ومغربی میں فرق بھی کیا ہے، سفید فام اشخاص سیاہ فام اشخاص کو کب وہ آزادی دیتے ہیں، جو خود ان کو حاصل ہے؟، اور سامراجی حکومتیں اپنی رعیت کو کب وہ خود مختاری اور آزادی دیتی ہیں، جو وہ خود اپنے ملکوں میں اختیار کئے ہوئے ہیں، حالانکہ آزادی کا حق ان کا انسانی حق ہے، مغربی تصور آزادی دراصل خود غرضانہ تصور ہے، اس کو اپنی خواہشات اور اغراض کے لئے استعمال کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، عورت کے لئے نیم برہنہ لباس پہننے کی آزادی دینے کا مطالبہ کرتے ہیں اور مسلمان عورت اگر اپنے سر کے بالوں کو رومال سے ڈھکے تو اس کو منع کرتے ہیں اور کالج میں جائے تو اس کا اخراج کر دیتے ہیں، اسمبلی میں جائے تو اس کی رکنیت ختم کر دیتے ہیں، مرد بغیر نکاح اور بغیر قانونی طریقہ سے رشتہ کئے، جتنی عورتوں سے چاہے اپنی خواہش پوری کرنے میں آزاد ہے، لیکن قانونی طریقہ سے ایک عورت سے تعلق قائم کرنے میں آزاد نہیں ہے، بلکہ لائق سزا ہے۔

آزادی پر روک صرف ایسے مواقع پر لگانا صحیح ہے، جہاں ایک فرد کی آزادی سے دوسرے فرد کی آزادی کو نقصان پہنچتا ہو یا کوئی انسانی ضرر ونقصان پہنچتا ہو، اس کی آزادی اس کے ساتھی اور اس کے پڑوسی کی آزادی سے ٹکرا جاتی ہو، اور اس کی آزادی اس کی سوسائٹی کی قدروں اور خالق ارض وسماء کے احکامات کی پابندی کے خلاف ہو، لہٰذا انسان کو وہی آزادی قبول کرنا ہوگی، جو اس دنیا میں حاصل اختیارات اور گنجائشوں اور خالق ارض وسماء کے احکامات نیز سوسائٹی کی قدروں کو قبول کرتے ہوئے ہو اور ایسی ہی آزادی اسلام نے انسانوں کے لئے قابل عمل اور قابل اختیار قرار دی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصور مساوات

پروفیسر ڈاکٹر عبدالمغنی☆

مساوات کا لفظ عصرِ حاضر میں بہت بری طرح استعمال کیا گیا ہے اور اس کا اطلاق ایسی عجیب صورتوں میں ہوا ہے کہ اس کا مطلب تقریباً نا قابل فہم ہو گیا ہے۔ زندگی کی سب چیزوں اور سماج کے تمام طبقوں کو بالکل مصنوعی طور پر ایک دوسرے کے برابر کرنے کی خواہش اور کوشش کی گئی ہے۔ جب کہ فطرت کے مظاہر ایک قسم کے نہیں ہیں، طرح طرح کے ہیں اور اسی اختلاف وتنوع میں حیات و کائنات کی وسعت وحقیقت کا راز پوشیدہ ہے۔ بلند پہاڑ، گہرے سمندر، گھنے جنگل، ناہموار زمین، راستوں کے نشیب وفراز، پرندوں اور پھولوں کی رنگا رنگی، ذہن ومزاج، رسم ورواج اور موسموں کی جدا جدا کیفیتوں اور حالتوں ہی میں زندگی کی دل چسپیاں ہیں۔ ایک انسان کی عمر اور سوانح کے بھی متعدد مراحل ہوتے ہیں۔ سفر کی منزلیں تک بدلتی ہیں۔ اوقات ولمحات کی ساعتیں یکساں ساکن اور جامد نہیں ہوتیں۔ زمین اپنے محور پر پیہم گردش کر رہی ہے:

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

(علامہ اقبالؔ)

مسلسل حرکت ہی ترقی کا باعث اور بہتر سے بہتر کے حصول کی سعی وتمنا کا سبب ہے۔ یہ قانونِ قدرت ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں۔

☆ سابق وائس چانسلر متھلا یونیورسٹی دربھنگہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ایک خاص تاریخی پس منظر میں ۱۷۸۹ء کا انقلاب فرانس واقع ہوا، جس کے تین نعرے تھے: حریت، اخوت، مساوات۔

بجائے خود یہ تصوّرات انسانیت کی فلاح عامہ کے لئے مطلوب و مقصود تھے، تاکہ عدل و انصاف قائم ہو، امن و امان رہے اور آدمی کے فروغ و عروج کا سامان ہو۔ لیکن خود فرانس میں مذکورہ انقلاب سے ایک طرف تو بے انتہا خوں ریزی ہوئی، دوسری طرف بے مہار بادشاہت اور مطلق العنان آمریت نمودار ہوئی، پورے یورپ میں زبردست جنگیں رونما ہوئیں اور دنیا میں نوآبادیاتی سامراجیت کا ایک طویل دور شروع ہوا، جارحانہ قوم پرستی بھی وجود میں آئی۔ انیسویں صدی میں قوموں کی جو کشمکش سیاسی و معاشی اغراض و مفادات کے لئے شروع ہوئی اس نے بالآخر یورپ میں دو عظیم جنگیں عالمی سطح پر بیسویں صدی میں جنم دیں۔ اشتراکی آمریت بھی وجود میں آئی اور فسطائیت پر بھی بول بالا ہوا۔ اس ماحول میں مغربی جمہوریت ایک علاج کے طور پر سامنے آئی اور مرض بن کر دنیا میں پھیل گئی۔ بڑی طاقتوں کے درمیان اتنی شدید سرد جنگ برپا ہوئی کہ مہلک ترین اسلحوں کا انبار لگ گیا۔ فرقہ وارانہ تفرقہ اور طبقاتی کشمکش کے فسادات سے بدامنی اور بدعنوانی کا دورہ ہوگیا۔ لیگ آف نیشنز (مجلس اقوام) اور یونائیٹڈ نیشنز (اقوام متحدہ) طاقت اور ممالک کی کم زور قوموں کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے مراکز بن گئیں۔ مغرب سے ترویج پانے والی جدید تہذیب جسے امریکہ نیا عالمی نظام (New World Order) کہہ رہا ہے امراض و جرائم کی تمام قسموں کا سرچشمہ ہے جس کے دھارے رائج الوقت وسائل نشر و اشاعت "پریس، ٹی وی اور انٹرنیٹ" کے ذریعہ سارے عالم میں ایک سیلاب بلا کی طرح تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ سائنس، صنعت اور ٹکنولوجی کی ترقیات نے بحر و بر کے ساتھ ساتھ فضائے بسیط تک کو آلودہ کر دیا ہے۔ جسمانی صحت اور معاشرتی اقدار و اخلاق سب خطرے میں ہیں:

"ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس" (الروم:۴۱) (انسانوں کی بداعمالیوں سے خشکی و تری سب فساد سے بھر گئے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سارا فساد عصرِ حاضر کے تمدن و تہذیب میں اس عدل و توازن کے فقدان کے سبب ہے، جس کا ایک اہم ترین جزوِ ترکیبی مساوات ہے، اور اسی پر حریت و اخوت کے عناصر بھی مبنی ہیں۔ قرآن مجید نے عدل و مساوات کو "میزان" سے تعبیر کیا ہے: **"لقد أرسلنا رسلنا بالبينات و أنزلنا معهم الكتاب و الميزان ليقوم الناس بالقسط"** (الحدید:۲۵) (ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل و ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں)۔

ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور انصاف کا تقاضا ہے کہ ناپ تول میں دونوں برابر ہوں، ان میں ڈنڈی مار کر کمی بیشی نہیں کی جائے، جس کا جو حق ہے وہ اسے پورا پورا دیا جائے، چھوٹے بڑے، کم زور اور طاقت ور کی تمیز و تفریق نہیں کی جائے، حقوق کی ادائیگی میں امیر و غریب کے درمیان فرق و امتیاز نہ ہو، اصول کی تعمیل اور قوانین کے نفاذ میں بلا رو رعایت مکمل مساوات ہو۔ یہی دنیائے انسانیت کو ہر زمانے اور مقام میں اسلام کا پیغام ہے۔ رنگ و نسل اور عہدہ و دولت، قوم و قبیلہ اور فرقہ و طبقہ کے تمام قدرتی اختلافات کے درمیان اسلامی نظریۂ حیات نے انسانی برادری و برابری کا یہ آفاقی معیار پیش کیا، جس سے بہتر عدل و مساوات کا کوئی تصور کبھی تجویز نہیں کیا گیا نہ کیا جاسکتا ہے: **"يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر و أنثىٰ وجعلناكم شعوباً و قبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم"** (الحجرات:۱۳) (لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنا دیئے، تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)۔

مساواتِ انسانی کے اس قرآنی منشور کے بنیادی نکات یہ ہیں:

۱- تمام انسان آدم و حوا کی اولاد ہونے کی تخلیقی حیثیت سے فطری طور پر برابر ہیں۔

۲- اقوام و قبائل اور اشغال و طبقات میں ان کی تقسیم باہمی تعارف اور انفرادی تشخص کے لئے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- عزت و شرافت کا واحد معیار خدا ترسی، پرہیزگاری، فرض شناسی اور بلند کرداری ہے۔

یہ ہے صالحیت اور عظمت کا پیمانہ اسلامی نقطۂ نظر سے، یہ بقائے اصلح (Survival of the fittest) سے بھی بہت آگے بڑھ کر ایک مہذب معاشرے میں انسانی وقار (Human dignity) کا وہ نصب العین (Ideal) اور نمونہ (Model) ہے جو کسی بھی تمدن کے لئے مایۂ ناز اور سرمایۂ افتخار ہے، جس کی قابلِ تقلید مثال تاریخ میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت ہے، جس کو قرآن نے ''خلق عظیم'' کہہ کر تمام انسانوں کے لئے ''اسوۂ حسنہ'' قرار دیا، اس لئے کہ ازلی و آفاقی دین اسلام کے ختم المرسلین ﷺ ہی ''رحمۃ للعالمین'' ہیں۔

مساواتِ مرد و زن

دورِ جدید میں مساواتِ مرد و زن کا چرچا اس انداز سے کیا جا رہا ہے گویا اب تک عورتوں پر ظلم ہوتا رہا اور وہ کم تر درجے کی مخلوق سمجھی گئیں، ان کے حقوق تلف کئے گئے، لہٰذا اب ان کو نہ صرف مردوں کے برابر آزادی دی جانی چاہئے، بلکہ مردوں کی زیادتی کے سبب جس پس ماندگی میں وہ پڑی رہیں اس کی تلافی کے لئے ریاست اور سماج کے ہر دائرے میں ان کے لئے ایک معتد بہ حصہ محفوظ کیا جانا چاہئے، تاکہ وہ اس درجہ ترقی کر جائیں کہ ہر معاملے میں مردوں کے برابر ہو جائیں اور دونوں جنسوں کا فرق ہی ختم ہو جائے۔ آزادیٔ نسواں اور مساواتِ مرد وزن کا یہ مطالبہ اور نعرہ مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے غلبے کے زیر اثر ہے۔ مذہب اس کا خاص نشانہ ہے اور لادینی کی رو سماج کو تہ و بالا کر رہی ہے۔ چنانچہ ساری تہذیبی قدریں غارت ہو رہی ہیں، خاندانی نظام برہم ہو رہا ہے، نئی نسلیں تباہ ہو رہی ہیں، ادارے برباد ہو رہے ہیں، صنفی امتیاز ختم ہو رہا ہے اور تمدن کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت مسخ ہو رہی ہے اور قوانینِ قدرت میں تبدیلی ہی نہیں ان کی تخریب ہو رہی ہے۔

یہ یورپ اور امریکہ کے جدید عالمی نظام (New world order) کا کارنامہ ہے، جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب کی مسیحی دنیا کے صدیوں پرانے عدمِ توازن کو سیاست اور معیشت کے غلبے سے ایک نئے معاشرتی عدمِ توازن میں بدل رہا ہے، حالانکہ طبعیات، جسمانیات، نفسیات اور طب کی تازہ ترین تحقیقات بالکل حکیمانہ تجربات (Scintific experiancents) سے ثابت کررہی ہیں کہ مردوزن کا صحیح رشتہ ان کے حقیقی صنفی اختلاف پر مبنی ہے۔ بہرِ حال دونوں جنسوں کے درمیان انسانی مساوات اور انصاف کی نشان دہی اسلام نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل بصیرت افروز آیتوں میں پوری وضاحت کے ساتھ کردی ہے:

۱-"من عمل صالحاً من ذكر أو أنثىٰ وهو مؤمن فلنحيينّه حيٰوة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون" (النحل:۹۷) (مرد اور عورت میں سے جو شخص بھی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا ہم اسے دنیا میں خوش گوار زندگی بسر کرنے کا موقع دین گے اور آخرت میں انہیں ان کے بہترین اعمال کا انعام دیں گے)۔

۲-"و لهن مثل الذی عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة" (البقرة:۲۲۸) (عورتوں کے حقوق بھی معروف طریقے پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، لیکن مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے)۔

۳-"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم" (النساء:۳۴) (مرد عورتوں کے نگہبان ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو دوسروں پر فضیلت دی ہے اور مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں)۔

یہ اسلام کا عدل وتوازن جنس کے معاملے میں ہے، جو انسانی فطرت، قانونِ قدرت اور جدید ترین علمی تحقیقات وانکشافات کے مطابق ہے۔ (Psychology, Physiology, Phyics) اور (Medical Science) کی دریافتیں اسلامی نظریے کی تائید کرتی ہیں۔ Sociology (عمرانیات) ہو یا Anthropology (علم الانسان) سب کے افکار اسلامی فکر کے مؤید ہیں۔ آیات قرآنی کے مضمرات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تصور مساوات کے اعتبار سے مردوزن کے انسانی حقوق تو برابر ہیں، مگر مرد کے فرائض عورتوں سے زیادہ ہیں، لہٰذا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فرائض کی ادائیگی کے لئے انہیں اختیارات بھی دیئے گئے ہیں۔ نان ونفقہ، مہر، خاندان کے اخراجات اور اولاد کی ذمہ داریاں مرد کو ادا کرنی ہیں۔ اس کے باوجود مرد کو طلاق کا حق ہے تو عورت کو بھی خلع کا حق ہے۔ وراثت میں بھی عورت کا حق ہے، مگر مرد کا زیادہ ہے، اس لئے کہ اس کا فرض بھی زیادہ ہے، بیٹی، ماں، بہن، بیوی ہر حیثیت سے خاندان میں عورت کی عزت ہے۔ علم کا حصول اور رائے دہی (ووٹ) بھی اس کے حقوق میں شامل ہیں۔ یہ انصاف ہے، عدلِ اجتماعی (Social Justice) ہے اور حقیقی مساوات یہی ہے۔ یہ دنیا کی تاریخ میں انسانیت کو اسلام کی دین ہے۔ آج اس کا جو بھی چرچا ہے اسلام کے طفیل ہے، گرچہ رائج الوقت مغربی تہذیب میں جدید تمدن کے عدمِ توازن کے سبب مرد وزن کے باہمی تعلق میں سخت بے اعتدالی اور برہمی ہے، یہ سب کچھ غلط سیاست وقت کا کرشمہ ہے، جس کے اثرات نہایت تباہ کن ہیں۔ معاشرے کے لئے بھی، ریاست کے لئے بھی، مرد وعورت کے فطری رشتے ٹوٹ رہے ہیں، جب کہ ان رشتوں کے بغیر دونوں میں سے کسی جنس کا نہ کوئی وجود ہے نہ مستقبل۔ خاندانی نظام انہی رشتوں پر قائم ہے اور اس نظام کے بغیر کوئی سماج باقی نہیں رہ سکتا۔ جدید ترین ذرائع نشر واشاعت اور نام نہاد فنونِ لطیفہ نے عورت کو دیوی اور دیوداسی ساتھ ساتھ بنا دیا ہے۔ چنانچہ برسرِ عام خواتین کی توہین وتذلیل ہو رہی ہے۔ فیشن نے ان کو ننگا نچا دیا ہے اور وہ حد درجہ عریانی اور بے حیائی کے ساتھ ہیروئن بنی ہوئی ہیں۔ ہوس انگیز مقابلۂ حسن کے ساتھ مردانہ کھیل کود میں عورتوں کے مقابلے ان کی نسائیت کو پامال کر رہے ہیں۔ مرد عورتوں کی اس پامالی کا تماشا دیکھ رہے ہیں اور دکھا رہے ہیں۔ یہ عورت کے ساتھ انصاف نہیں ہے اور مرد کا صریح ظلم ہے۔ مرد وزن کے درمیان مساوات اور انصاف کا اسلامی تصور موجودہ تہذیب وتمدن کے اس ہلاکت خیز مسئلے کا واحد حل ہے۔

آقا وغلام کی مساوات

انسان بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ لیکن شغل ومنصب اور لیاقت واہلیت کے اعتبار سے معاشرے کے افراد یکساں نہیں۔ ذہن ومزاج اور احساس وادراک یا رجحان ومیلان بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف ہوتے ہیں۔ مواقع و وسائل اور ماحول کے اثرات کا فرق بھی ہوتا ہے، چنانچہ کسی نہ کسی جہت اور نہج سے آقا و غلام، خادم و مخدوم، مالک اور نوکر یا حاکم و ملازم کا امتیاز بھی ہر دور کی زندگی کے ہر دائرے میں تمام ممالک و اقوام میں صدیوں سے رائج ہے۔ امیر و غریب اور قوی و ضعیف کی تقسیم بھی سماج میں ہمیشہ رہی ہے۔ کچھ لوگ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ کچھ پس ماندہ۔ تعلیم و تربیت کے مدارج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ یہ حیات و کائنات کا فطری تنوع ہے۔ بہرِ حال قدرت کی اس رنگا رنگی کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ چھوٹے اور بڑے، مظلوم اور ظالم یا مجبور و جابر کے متضاد طبقوں میں بٹ کر سماج میں قومی نیز بین الاقوامی سطحوں پر ایک ایسی مستقل کشمکش پیدا کر دیں جو مسلسل عناد و فساد کا باعث ہو، بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ ان کے درمیان مفاہمت اور تعاون کی فضا قائم کی جائے، تاکہ باہمی اشتراکِ عمل سے ایک صالح معاشرہ اور فلاحی ریاست وجود میں آئے اور عام زندگی میں تفرقے کے بجائے ترقی کا سامان ہو۔

یہ اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب انسانی وحدت کی بنیاد پر حریت، مساوات اور اخوت کے اصول روبہ عمل آئیں۔ چنانچہ اسلام نے سب سے پہلے قدیم الایام سے جاری غلامی کے بتدریج خاتمے کے لئے حسبِ ذیل تصورات و اقدامات تجویز کیے:

۱- آفاقی نظریہ توحید کے تحت ایک خدا اور ایک انسان کا انقلابی قدم اٹھایا۔

۲- معاشرت میں آقا و غلام کا امتیازِ بے جا ختم کر دیا۔

۳- عبادت میں ''محمود'' و ''ایاز'' کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔

۴- امامت کی شرائط صرف علم و کردار کو قرار دیا۔

۵- آزادی کے لئے آقا و غلام کے درمیان ''مکاتبت'' کا اصول قائم کیا۔

۶- ازدواجی رشتے میں نسلی کفو کا اعتبار ختم کر دیا۔

۷- ہر قسم کے صدقات میں غلاموں کی بکثرت آزادی کا شرعی طریقہ اختیار کیا۔

۸- بُردہ فروشی کے خاتمے کے اسباب مہیا کیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹- جنگی قیدیوں تک کی عزت وحریت کا اہتمام کیا۔

۱۰- جنسی تعلق کے لئے نکاح کے جواز کو لازم کر دیا اور ازدواج کی تعداد محدود کر دی۔

۱۱- پہلے سے جو لونڈیاں موجود تھیں یا رائج الوقت قانونِ جنگ کے تحت ہاتھ آتی تھیں ان کو بڑے پیمانے پر آزاد کرنے کے علاوہ صاحبِ اولاد ہونے پر ان کی آزادی لازمی قرار دے دی۔

اس طرح آقا و غلام کا انسانی فرق اسلام کے تصورِ مساوات نے مٹا دیا۔ سماج میں اپنی حیثیت کے اعتبار سے جس کا جو رتبہ بھی ہو، انسان کی حیثیت سے سب کا مرتبہ برابر ہو گیا اور اپنی صلاحیت و کوشش کے لحاظ سے آگے بڑھنے کے مواقع سب کے لئے یکساں رہے۔ قیادت کی بنیاد لیاقت و خدمت قرار پائی، نہ کہ نسل و خاندان۔ غلاموں کو رئیسوں کی دامادی تک کا شرف حاصل ہوا۔ سلطنت مملوک یا غلام خاندان کی سلطنت تاریخ عالم میں اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے۔ اسلامی عدالت میں حاکم و محکوم مدعی بن کر ساتھ ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بلال حبشیؓ اور صہیب رومیؓ آج تک تمام مسلمانوں کے لئے محترم اور مرجعِ عقیدت ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ

کامل مساوات کا عملی نمونہ دیکھنے کے لئے سیرتِ نبویؐ کے ایک ورق کا مطالعہ بصیرت افروز ہے:

"آپ ﷺ کی نظر میں امیر و غریب، صغیر و کبیر، آقا و غلام سب برابر تھے، سلمانؓ و صہیبؓ و بلالؓ کہ سب کے سب غلام رہ چکے تھے، آپ ﷺ کی بارگاہ میں روسائے قریش سے کم رتبہ والے نہ تھے۔ ایک دفعہ حضرت سلمانؓ و بلالؓ ایک موقع پر جمع تھے، اتفاق سے ابوسفیان آپہنچے، ان لوگوں نے کہا کہ ابھی تلوار نے اس دشمنِ خدا کی گردن پر پورا قبضہ نہیں پایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں سے کہا: سردارِ قریش کی شان میں یہ الفاظ! پھر آں حضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کہیں تم نے ان لوگوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناراض تو نہیں کیا، ان لوگوں کو ناراض کیا تو خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکرؓ نے فوراً جا کر ان بزرگوں سے کہا "بھائیو! آپ لوگ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوئے؟" ان لوگوں نے کہا "نہیں خدا تم کو معاف کرے۔"

"قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی، اسامہ بن زیدؓ جن سے آں حضرت ﷺ نہایت محبت رکھتے تھے، لوگوں نے ان کو شفیع بنا کر خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا، آپ ﷺ نے فرمایا: اسامہؓ! کیا تم حدودِ خداوندی میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا: تم سے پہلے کی امتیں اسی لئے برباد ہو گئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو تسامح کرتے اور معمولی آدمی مجرم ہوتے تو سزا پاتے، خدا کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ سرقہ کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔"

"غزوۂ بدر میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ قیدیوں کو زرِ فدیہ لے کر رہا کیا جاتا تھا۔ بعض نیک دل انصار نے اس بنا پر کہ وہ آپ ﷺ سے قرابتِ قریبہ رکھتے تھے عرض کی کہ "یا رسول اللہ ﷺ! اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے (عباسؓ) کا زرِ فدیہ معاف کر دیں" آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔"

مجلس میں جو چیزیں آتیں ہمیشہ داہنی طرف سے ان کی تقسیم شروع فرماتے اور ہمیشہ اس میں امیر و غریب، صغیر و کبیر سب کی مساوات کا لحاظ ہوتا۔

"ایک دفعہ خدمت اقدس میں صحابہؓ کا مجمع تھا، اتفاق سے داہنی طرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیٹھے ہوئے تھے جو بہت کمسن تھے۔ بائیں جانب بڑے بڑے معمر صحابہؓ تھے، کہیں سے دودھ آیا۔ آپ ﷺ نے نوش فرما کر عبداللہ بن عباسؓ سے کہا: تم اجازت دو تو میں ان لوگوں کو دوں، انہوں نے عرض کی "اس عطیہ میں میں ایثار نہیں کر سکتا۔" چونکہ وہ داہنی جانب تھے اور ترتیب مجلس کی رو سے ان ہی کا حق تھا آپ ﷺ نے انہی کو ترجیح دی"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے مکان پر تشریف لائے اور پینے کا پانی مانگا۔ میں نے بکری کا دودھ پیش کیا، مجلس کی ترتیب یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ بائیں جانب حضرت عمرؓ سامنے اور ایک بدّو داہنی جانب تھا۔ آپ ﷺ نے پی لیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ کیا یعنی بقیہ ان کو عنایت ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے داہنی طرف والے کا حق ہے، یہ کہہ کر بچا ہوا دودھ بدّو کو عنایت فرمایا''۔

''قریش اپنے فخر و امتیاز کے لئے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے اس تفریق کو کبھی پسند نہ فرمایا، بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد بھی ہمیشہ عام لوگوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ علاوہ بریں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہیں خاص طور سے کوئی عمدہ جگہ دیکھ کر آپ ﷺ کے لئے مخصوص کردی جائے اور وہاں سایہ کے لئے چھپر ڈال دیا جائے، صحابہؓ نے یہ تجویز پیش کی تو فرمایا ''جو پہلے پہنچ جائے اسی کا مقام ہے۔''

''صحابہؓ جب سب مل کر کوئی کام کرتے تو ہمیشہ آں حضرت ﷺ ان کے ساتھ شریک ہو جاتے اور معمولی مزدور کی طرح کام انجام دیتے۔ مدینہ آکر سب سے پہلا کام مسجد نبویؐ کی تعمیر تھی، اس مسجد اقدس کی تعمیر میں دیگر صحابہؓ کی طرح خود آں حضرت ﷺ بھی بہ نفس نفیس شریک تھے، خود اپنے دستِ مبارک سے اینٹ اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہؓ عرض کرتے تھے کہ ہماری جانیں قربان، آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں، لیکن آپ ﷺ اپنے فرض سے باز نہ آتے، غزوۂ احزاب کے موقع پر بھی جب تمام صحابہؓ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود رہے تھے آپ ﷺ بھی ایک ادنیٰ مزدور کی طرح کام کر رہے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک پر مٹی اور خاک کی تہ جم گئی تھی''۔

''ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا، تمام صحابہؓ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا۔ لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا، جنگل سے لکڑی لانے کا کام آں حضرت ﷺ نے اپنے ذمہ لیا، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ کام ہم خدّام کرلیں گے۔ فرمایا: ہاں سچ ہے لیکن مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے کو ممتاز کروں، خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے"۔

"غزوۂ بدر میں سواریوں کا سامان بہت کم تھا، تین تین آدمیوں کے بیچ میں ایک ایک اونٹ تھا، لوگ باری باری سے چڑھتے اترتے تھے، آں حضرت ﷺ بھی عام آدمیوں کی طرح ایک اونٹ میں دو اور آدمیوں کے ساتھ شریک تھے، ہمراہی جاں نثارانہ اپنی باری پیش کرتے اور عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار رہیں، حضور ﷺ کے بدلہ میں ہم پیادہ چلیں گے، ارشاد ہوتا کہ نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں"

(سیرۃ النبی ۲/۳۴۶-۳۴۲، علامہ شبلی نعمانی)۔

مساوات انسانی کا آخری منشور

قرآن مجید کی آیات اور سنت رسول ﷺ کی روایات سے واضح ہو گیا کہ اسلام کا تصور مساوار کیا ہے اور اس کے مطابق خود پیغمبر اسلام ﷺ نے بے نظیر نمونہ عمل پیش کیا۔ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر جب پورا حجاز یا عرب یا تو اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا یا اس کے زیر نگیں تھا، خیر البشر ﷺ اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مساوات انسانی کا یہ آخری منشور اپنے آفاقی خطبے میں پیش کیا:

"لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

تمہارے غلام، تمہارے غلام، جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ، تمہارا عورتوں اور عورتوں کا تم پر حق ہے" (سیرۃ النبیؐ ۲/۱۶۰-۱۵۸)۔

ساتویں صدی عیسوی کا یہ اسلامی منشور اکیسویں صدی اور قیامت تک کے لئے مساوات کا مثالی نصب العین ہے، جس پر کوئی اضافہ دنیا کا کوئی دوسرا منشورِ مساوات نہ قبول کر سکا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ آئندہ کر سکے گا۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں اسلامی منشورِ مساوات کی ترجمانی اس طرح کی:

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم

تفریق مِلل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

مکے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام
جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم

(مکہ اور جنیوا۔ضرب کلیم)

یہ بیسویں صدی کی پہلی جنگ عظیم (۱۸-۱۹۱۴ء) کے بعد قائم ہونے والی مجلس اقوام (League of Nations) پر تبصرہ ہے، جس کا مرکز جنیوا تھا۔ اقبالؒ کی وفات ۱۹۳۸ء کے بعد واقع ہونے والی گذشتہ صدی کی دوسری جنگ عظیم (۴۵-۱۹۳۹ء) کے بعد نیویارک میں قائم ہونے والی اقوام متحدہ (United Nations) پر یہی تبصرہ صادق آتا ہے۔ اس لئے کہ اقوام کی مساوات کا رائج الوقت مغربی تصور بالکل ناقص ہے اور ناکام ہو چکا ہے، لہٰذا انسانی مساوات کے تمام تصورات کا منبع بھی اسلامی ہے اور مرجع بھی، اس سلسلے میں زبان ومکان کی کوئی تمیز بے عقلی ہے:

زمانہ ایک ، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید وقدیم

(علم اور دین۔ضرب کلیم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق انسانی اسلامی تناظر میں

مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی☆

انسانی حقوق کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے، آسمان کے نیچے سب سے پہلے جس دین نے ان حقوق کی اہمیت کا اعلان کیا اور ہر حق کو تفصیل سے بیان کیا، اس کا نام اسلام ہے، اور آج بھی حقوق انسانی کی جتنی اہمیت اسلام کی نظر میں ہے کہیں اور اس کا وجود تک نہیں، رحمت للعالمین ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین آخری دین ہے اور پھر اسی مناسبت سے حقوق انسانی کی نگہداشت بھی آخری طور پر کامل و مکمل ہے۔

دنیا میں آدمی تنہا پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ انسانی آبادی سے کٹ کر جنگل اور پہاڑ کی بلند و بالا چوٹی پر زندگی گذارے، انسان کو انسان سے وحشت ہو، ایک انسان دوسرے انسان کے سایہ سے نفرت کرے، اور ایسی زندگی گذارے جس کی فطرت انسانی منکر ہو اور جس پر عقل انسانی ماتم کرے، انسان محبت اور سراپا محبت بنا کر اس زمین پر بھیجا گیا ہے، اور ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوی، بیٹا، دوست، پڑوسی اور اہل شہر سے مل جل کر رہنے اور باہمی تعلقات سے انسانی زندگی کی خوشگواری وابستہ ہے۔

انسانی فریضہ

انسانی فریضہ ہے کہ وہ تمام نوع انسانی اور اولاد آدم سے محبت کرے اور سب کو اُن کے

☆ مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق عطا کرے، انسانی حقوق کی تعبیر حدیث وغیرہ میں ''حقوق العباد'' سے کی گئی ہے، اور اتنی اہمیت جتائی گئی ہے کہ حقوق اللہ میں انسان سے جو خامی رہ گئی وہ تو معاف ہو سکتی ہے مگر حقوق العباد (انسانی حقوق) اُس وقت تک معاف نہیں ہو سکتے جب تک خود صاحب حق معاف نہ کر دے۔

بیماروں کی عیادت اور مصیبت زدہ کی امداد

صرف اس ایک حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی حقوق کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے۔

بیمار جو بظاہر ممکن ہے کہ زندگی کی آخری گھڑیوں کو پورا کر رہا ہو، اُس کے متعلق بھی رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اُس کی ملاقات کو جاؤ، اُس کی حالت دریافت کرو، اور اُس کو ڈھارس بندھاؤ''۔

حدیث قدسی میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''اے آدم کے بیٹے (انسان) میں بیمار پڑا اور تو نے میری دیکھ بھال (عیادت) نہ کی، بندہ یہ سن کر بول اٹھے گا، اے پروردگار عالم! میں تیری دیکھ بھال کیسے کرتا حالانکہ تو ہی تمام دنیا کا پالن ہار ہے، رب العزت فرمائے گا کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہوا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا اور پھر بھی تو اس کی ملاقات اور دیکھ بھال کو نہ گیا، کیا تم کو علم نہ تھا کہ تو اگر اس بیمار بندہ کی عیادت کو جاتا تو ضرور تو مجھے اُس کے پاس پاتا الخ''۔

اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کی رعایت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام بتاتا ہے کہ مریض کی دیکھ بھال اللہ تعالیٰ کی دیکھ بھال ہے، کسی بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ کو کھانا کھلانا ہے، اور کسی پیاسے کو پانی پلانا اللہ تعالیٰ کو پانی پلانا ہے، انسان کی خدمت کو خدا کی خدمت سے تعبیر کرنا انتہائی بلاغت ہے، اس سے بڑھ کر کون سا طرز تعبیر ممکن ہے، اور پھر ایک دو نہیں سیکڑوں حدیثیں اس مضمون کی کتب حدیث میں موجود ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میت کے حقوق

حد یہ ہے کہ انسان جب دم توڑتا ہے اور دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے اس وقت بھی اسلام نے یہ برداشت نہیں کیا کہ انسانی ہمدردی ختم ہو جائے، اور صرف دو چار آدمی لے جا کر اسے گھر سے باہر پھینک آئیں، بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کا حکم ہے:

"انسان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ اپنے مرنے والے بھائی کے جنازہ میں شریک ہونے کی سعی کرے، اس کی آخری رسم بلند اخلاقی سے ادا کی جائے، اور اس کو دعاء خیر کے ساتھ الوداع کہے"۔

ظلم و جور سے بچنا

ظلم و جور جس سے آج دنیا کا بچہ بچہ کراہ رہا ہے اس کی اسلام نے بڑی زبردست روک تھام کی، اور کہیں کوئی شبہ نہیں چھوڑا جس سے انسان فریب کھا کر ظلم کے جہنم میں داخل ہو سکے، اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا: "**وما للظالمين من ولي ولا نصير**" (اور ظالموں کا کوئی حامی و مددگار نہیں)۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "**وما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع**" (سورہ غافر:۱۸)۔

اور اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد عربی ﷺ نے اس مسئلہ کو کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور ظلم و زیادتی سے انسانوں کو سختی سے منع کیا ہے، چنانچہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ظلم کرنے سے ڈرو اور پرہیز کرو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں بن کر سامنے آئے گا، اور بخل سے اجتناب کرو، کیونکہ اسی بخل نے پہلی قوموں کو برباد کر ڈالا، اسی بخل نے ان کو اس کے لئے تیار کیا کہ وہ آپس میں خوں ریزی کریں، اور جو حرام ہیں اسے حلال قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں" (ریاض الصالحین)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن صاحب حق کو حق دیا جائے گا حتی کہ اگر سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہے تو اس سے بھی بدلہ لیا جائے گا" (ریاض الصالحین)۔

اتنی معمولی بات کو جب نظر انداز نہیں کیا جائے گا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک قوی کسی ضعیف پر ظلم کرے اور وہ خدائی انتقام سے بچ جائے، ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو ظلم کر کے کسی دوسرے کی بالشت بھر زمین دبا لے گا تو زمین کا یہ حصہ (ساتوں طبق سمیت) اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا" (ریاض الصالحین ۱۲۱)۔

نبی کریم ﷺ نے اسی وجہ سے فرمایا ہے:

"مظلوم کی بدعاء سے ڈرو اور بچنے کی سعی کرو، کیونکہ اس کی بدعاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے" (ریاض الصالحین)۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "**من لا یرحم الناس لا یرحمه الله**" (ریاض الصالحین)۔

ان حدیثوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے آنحضرت ﷺ نے دنیا کو کتنی بلند تعلیم فرمائی ہے، آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی اتنا بلند مطمح نظر کہیں اور نظر آتا ہے؟ منصف مزاج کو کہنا پڑے گا کہ رحم وکرم اور شفقت ومحبت کی جو تعلیم اسلام نے دی وہ بس اسی کا حصہ ہے۔

نماز کے امام کو حکم

نماز جیسی عظیم الشان عبادت ہے، خدا کے گھر میں سب یکجا ایک امام کے پیچھے کھڑے ہیں، بندہ وآقا کی کوئی تمیز نہیں، سب انسان برابر ہیں، یہاں امام کو حکم ہو رہا ہے کہ نماز ہلکی پڑھاؤ، کیوں؟ اس لئے کہ اس جماعت میں کمزور، بیمار اور بوڑھے سب ہی ہیں، ان تمام کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رعایت ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ ان کو تکلیف ہو جائے، ہاں اپنی اکیلے نماز پڑھو تو پھر چاہے جتنی لمبی کرو۔

بندوں پر رحم و کرم

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرماتا ہے، اور جو کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کرنے کی سعی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن اس کی مصیبت دور فرمائے گا، جو کسی مسلمان کا عیب چھپائے گا رب العزت اس کے عیب کی پردہ پوشی فرمائے گا"۔

حسد و بغض کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"باہم حسد نہ کیا کرو، باہم ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، باہم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور نہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کا رشتہ منقطع کرو بلکہ تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو"۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع سے ارشاد فرمایا:

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے رسوا کرے اور نہ ایک مسلمان دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور نہ کوئی اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام، کلام ترک رکھے"۔

حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں کوئی بھی مومن کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے" (ریاض الصالحین)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام حدیثوں کو غور سے پڑھا جائے کہ ان میں انسانی حقوق کی کتنی اہمیت اور تاکید ہے، اور آنحضرت ﷺ نے انسانی حقوق کی اہمیت کو کس طرح لوگوں کے ذہن نشین فرمایا ہے۔

کمزوروں کی مدد

رحمتِ عالم ﷺ نے غریبوں، بیکسوں، محتاجوں اور مزدوروں کی جیسی دل دہی فرمائی ہے وہ سیرت کی کتابوں میں پڑھیے، پیغمبر اسلام ﷺ نے انسانی حقوق پر جتنا زور دیا ہے، اسے قرآن پاک اور کتب حدیث میں ملاحظہ فرمائیے، مگر یہاں ہر کام میں اعتدال ہے افراط و تفریط نہیں، تمام انسانوں کی عزت محفوظ ہے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اپنے ظالم بھائی کی مدد کرو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم تو مظلوم کی مدد کرتے ہیں، ظالم کی مدد کیوں کر کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ظالموں کو اُن کے ظلم سے روکو، یہی ان کی مدد ہے"۔

پریشان حال کی مدد

اسلام اخلاقی، دینی اور قومی بُرائی کو ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ ایسی کوئی بات روئے زمین پر اُبھر نہ سکے جو قوم کے اخلاق واعمال کو گندہ کر ڈالے، غریبوں اور کمزوروں کو پیس ڈالے، اور انسانیت کی مٹی پلید ہو۔

انصاف یہ نہیں ہے کہ انسانوں کی ایک بڑی جماعت ننگی اور بھوکی ہو، اور برسر اقتدار انسان اپنی کوٹھیوں میں دادعیش دیں، کسی کی کوٹھی پر پندرہ لاکھ روپے خرچ ہوں اور کسی کو سر چھپانے کے لئے جھونپڑی بھی میسر نہ ہو، کوئی دس اور چھ ہزار روپے ماہانہ وصول کرے اور کسی کو چار پیسے نہ ملیں کہ اس کے بچوں کا فاقہ ٹوٹے، اور اگر کہیں کوئی غریب کسان اور فاقہ مست مزدور اس کے خلاف آواز اٹھائے تو اس پر غلط الزام لگا کر جیل میں بند کر دیا جائے یا گولیوں کا نشانہ بنا دیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق کی ادائیگی

اسلام کا تو اعلان یہ ہے: "**واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون أخیه**" (رواہ مسلم) (جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس مددگار بندہ کی مدد میں ہوتا ہے)۔

• آنحضرت ﷺ کی خدمتِ بابرکت میں کوئی آتا تو آپ ﷺ اپنے لوگوں سے فرماتے: "ان کی ضرورت پوری کرو، تم کو اللہ تعالیٰ بدلہ عطا کرے گا"۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

" کیا میں تم لوگوں کو بڑے گناہوں کا نام بتاؤں، کیا تم کو سب سے بڑے گناہوں کی خبر دوں، کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ اکبر الکبائر کون گناہ ہیں؟ حاضرین نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ بیان فرمایا جائے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا۔ (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ روای کا بیان ہے آنحضرت ﷺ اب تک ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اب سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: (۳) سنو اور جھوٹی بات۔ (۴) اور جھوٹی گواہی دینا۔ روای کا بیان ہے کہ آپ ﷺ برابر اسے کہتے رہے اتنی زیادہ مرتبہ کہا کہ ہم نے کہا کاش آپ ﷺ سکوت فرماتے"۔

اس حدیث سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ یہی نا کہ والدین کے حقوق کی رعایت، جھوٹ سے اجتناب اور جھوٹی گواہی سے بچنا لازمی امور میں سے ہے، روای نے آنحضرت ﷺ کی تقریر کا جو انداز نقل کیا ہے اس سے اندازہ لگایئے کہ آپ ﷺ جھوٹ اور جھوٹی گواہی کو کتنا بُرا جانتے تھے، اور ان سے آپ ﷺ کو کتنی شدید نفرت تھی، بات وہی ہے کہ ان سے دوسرے کے حقوق ضائع کرنا لازم آتا ہے، اور قوم وملک میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکتی ہے، اور اسلام ایک لمحہ کے لئے یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ انسانی حقوق ضائع ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑوسیوں کی رعایت

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ کو برابر پڑوسی کے متعلق تاکیدی حکم دیتے رہے تا آنکہ مجھ کو خیال گذرا کہ پڑوسی کو عنقریب وارث قرار دیدیں گے"۔

دوسری روایت میں حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اے ابوذرؓ! جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی بڑھا دو، اور اپنے پڑوسیوں کی خبر لو، یعنی جن کے یہاں ترکاری نہ ہو، ان کے یہاں بھجوا دیا کرو"۔

حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا، کون یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی برائیوں اور شرارت سے محفوظ نہ رہے"۔

دنیا میں کون سا مذہب ہے جو پڑوسی کو یہ حق دیتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے پڑوسیوں کو دلوایا ہے، اسلام نے ان بنیادی امور کو درست کیا ہے جن پر خوشگوار زندگی کا دارومدار ہے۔

مشرک رشتہ داروں کا پاس ولحاظ

زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جہاں اسلام نے انسانی حقوق کی رعایت ملحوظ نہ رکھی ہو، شرک وکفر جو اسلام کی نگاہ اور اس کے قانون میں سب سے بڑا جرم ہے، اس جرم کرنے والے کو بھی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا ہے جیسا کہ آپ نے اوپر کی حدیثوں میں ملاحظہ فرمایا کہ اس شعبہ میں سب کی رعایت یکساں ہے، شروع اسلام میں بعض حضرات کو شبہ ہوتا تھا کہ مشرک رشتہ داروں کے ساتھ کیسے صلہ رحمی کی جائے، مگر آنحضرت ﷺ نے اسی وقت یہ مسئلہ صاف کردیا، چنانچہ حدیث میں اس طرح کے متعدد واقعات موجود ہیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے یہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی ماں تشریف لائیں جو مشرکہ تھیں، یہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں اور دریافت فرمایا کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "نعم صلی أمک" (بخاری شریف، کتاب الادب، باب صلۃ الولد المشرک، ۴/ ۴۳) (ہاں تم اپنی ماں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک سے پیش آؤ)۔

ہرقل کو آنحضرت ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو اس نے ابوسفیانؓ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ ﷺ کیا حکم دیا کرتے ہیں، ابوسفیانؓ گو اب تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر اس وقت بھی انہوں نے جو جواب دیا وہ سننے کے لائق ہے، فرمایا: "یأمرنا بالصلاۃ والصدقۃ والعفاف والصلۃ" (بخاری، کتاب الأدب ۴/ ۴۴) (آنحضرت ﷺ نماز، صدقہ، پاک دامنی اور باہم صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں)۔

دیکھا آپ نے کہ دوست و دشمن دونوں کو اعتراف تھا کہ آنحضرت ﷺ کو انسانوں سے بے حد محبت تھی اور ان کے حقوق اور راحت و آرام کی بے انتہا فکر تھی، آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ انسانیت بلند ہو، اور انسان اپنے تمام حقوق پا لے، مسلم اور غیر مسلم کی اس شعبہ میں کوئی تمیز نہ تھی اور جو چیز انسانیت سے تعلق رکھتی ہو اسے ایک فرقہ کے ساتھ محدود بھی کیسے کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار احادیث و آثار ہیں جن میں مشرک رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، اچھا برتاؤ اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی تاکید کی گئی ہے (دیکھئے: صحیح بخاری ۴/ ۴۳، ۴۴ وغیرہ)۔

صلہ رحمی اور شفقت

غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے کس اعتدال کی تعلیم دی ہے کہ عدل و قانون پر بھی عمل ہو، اور احسان و اخلاق پر بھی، ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم وتکریم ترک کردے، اسی طرح وہ بھی ہم میں سے نہیں جو بھلی بات کا حکم دینا ترک کردے اور بُری باتوں سے روکنا چھوڑ دے" (ترمذی، باب فی رحمۃ الصبیان)۔

چھوٹوں کی رعایت اور ان کے ساتھ محبت سے پیش آنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی بڑوں کی عزت ضروری ہے، اگر کوئی راہ راست سے بھٹک رہا ہو اس کو سمجھا بجھا کر سیدھے راستہ پر ڈالنا بھی اسلامی فریضہ ہے، اور جس نے نیک کام اور حسن سلوک ترک کردیا ہو اس کو ان کاموں کے کرنے کا حکم دینا بھی لازمی ہے، اگر کسی کی عزت وآبرو پر حرف آرہا ہو تو اس کو بچانا بھی اسلام نے ایک ضروری فریضہ قرار دیا ہے، کیونکہ دوسرے کی عزت وآبرو درحقیقت اپنی عزت وآبرو ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: **"من رد عن عرض أخيه رد الله عن وجهه النار يوم القيامة"** (ترمذی، باب فی الذب عن المسلم) (یعنی جو اپنے بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کو آتش جہنم سے بچائے گا)۔

اور فرمایا: **"إن أحدكم مرأة أخيه فإن رأى به أذى فليمطه عنه"** (ترمذی/۲۲۹)۔

پہلی حدیث میں انسانوں کو حکم ہے کہ وہ جس طرح اپنی عزت وآبرو کا پاس ولحاظ کرتے ہیں ان کو اپنے دوسرے بھائی کی بھی عزت وآبرو کا پاس ولحاظ کرنا چاہئے اور یہ ایک دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

اور دوسری حدیث میں اس طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ اگر اپنے عیوب کا کسی طرح بھی علم ہوجائے خواہ دوسرا اُس کی نشان دہی کرے یا خود دوسروں میں کوئی بُری بات دیکھے اور اس کو یہ بھی بُرا سمجھے دونوں صورتوں میں اگر وہ واقعی عیب ہے تو اس سے اپنے کو پاک کرنے کی جدوجہد کرے۔

کوئی کسی کو نقصان نہ پہنچائے

اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی کہ کوئی شخص کسی دوسرے انسان کو تکلیف اور نقصان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچائے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **"من ضار ضار الله به"** (ترمذی، باب فی الخیانۃ والغش) (اگر کوئی کسی کو بغیر وجہ شرعی کے نقصان پہنچانے کی سعی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نقصان پہنچائے گا)۔

ایک اور طریقہ سے آپ ﷺ نے اس ضرر رسانی سے منع فرمایا: **"ملعون من ضار مؤمناً أو مكر به"** (ترمذی، باب فی الخیانۃ والغش) (وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اسے فریب دے)۔

ان حدیثوں میں جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص انسانی حقوق کی رعایت نہیں کرے گا بلکہ بغیر شرعی وجہ کے اس حق کو ضائع کرنے کی کوشش کرے گا وہ عنداللہ مجرم ہے، اور وہ رب العالمین کی عدالت میں قابل رحم و کرم نہیں ہے، دوستوں سے بھی حسن سلوک کو اسلام نے ضروری قرار دیا، یہاں بھی یہ برداشت نہیں کیا کہ محبت سے جو تعلق ہیں اس کی رعایت نہ کی جائے۔

خادموں کے ساتھ سلوک

خادم اور نوکر کے ساتھ جو تحقیر آمیز برتاؤ دنیا میں عام ہے، اس سے کوئی بھی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کرسکتا ہے، مگر اسلام نے اس رشتہ کے سلسلہ میں جو تعلیم دی ہے وہ بس خاص اسی کا حصہ ہے، ظلم و جور سے بھری دنیا میں اسلام نے اعلان کیا کہ تمہارے خادم بھی تمہارے بھائی ہیں، لہٰذا جو بھائی تمہاری تربیت اور زیر نگرانی ہے اس کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو، اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: **"فليطعمه من طعامه وليلبسه من لباسه ولا يكلفه ما يغلبه فإن كلفه ما يغلبه فليعنه"** (ترمذی، باب فی إحسان إلی الخادم) (اپنے کھانے میں سے اس خادم کو کھلانا چاہئے اور اپنے لباس جیسا لباس دینا چاہئے اور اتنی تکلیف نہ دینی چاہئے جو اس کے لئے بار بن جائے اگر کوئی ایسا کام آہی جائے تو خود اس کی مدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنی چاہئے)۔

رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: "من قذف مملوكه بريئاً مما قال له أقام الله عليه الحد يوم القيامة" (ترمذی، باب النہی عن ضرب الخدام وشتمھم) (کوئی اپنے غلام پر ایسا الزام لگائے جو اس نے نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر حد قائم کرے گا)۔

اگر خادم سے غلطی ہو جائے اور خادم بھی چونکہ انسان ہی ہے اس لئے جس طرح آقا سے غلطیاں ہوتی ہیں تو اس سے بھی غلطی اور نسیان کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں، ایسے موقع پر اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس کی غلطیوں سے درگذر کیا جائے اور اس کو معاف کر دیا جائے (دیکھئے: سنن ترمذی)۔

مسلمانوں کا جذبۂ عمل

اور یہ تعلیم صرف تعلیم ہی نہ تھی اس پر مسلمانوں کا اور صحابہ کرامؓ کا عمل بھی تھا، حضرت ابو مسعود بدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے پیٹ رہا تھا دفعۃً پیچھے سے آواز آئی خبردار ابو مسعود! ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں غصہ میں بھوت بنا تھا، میں نے کچھ نہیں سمجھا کہ کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے، جب حضور ﷺ میرے نزدیک پہنچے تو میں نے پلٹ کر دیکھا تو سکتہ میں آگیا یہ رسول اکرم ﷺ تھے، آپ ﷺ فرما رہے تھے ابو مسعود! تم یہ یقین کر لو جتنی قدرت تم کو اس غلام پر حاصل ہے اس سے بہت زیادہ قدرت رب العزت کو تم پر حاصل ہے، ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ہیبت سے میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ اب کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا، اور یہ اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد ہے، آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا: "أما إنه لو لم تفعل للفحتک النار" (ریاض الصالحین) (اگر تم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو جہنم کی آگ جھلس ڈالتی)۔

یہاں چند حدیثوں کو پیش کر کے بتانا یہ ہے کہ اسلام نے اس طبقہ کی کتنی حمایت کی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس بارے میں کتنے عمدہ اصول وقوانین نافذ کیے ہیں اگر پوری دنیا اس پر عمل کرتی تو بہت سارے فتنے جو پیدا ہوئے ہیں یا پیدا ہو رہے ہیں دیکھنے میں نہ آتے۔

کمیونزم کی بنیاد اور اس کا انجام

اپنا تو یقین ہے کہ اگر اسلامی تعلیم پر عمل ہوتا تو آج کمیونسٹ کے نام پر جو طوفان بپا ہے اور جس سے انسانوں کا ایک طبقہ سہا ہوا ہے دیکھنے میں نہ آتا، دنیا کا مزدور، غریب اور کسان صرف اس لئے سینہ تان کر میدان میں کود پڑا کہ وہ ذلت وحقارت کے بڑھتے سیلاب کو برداشت نہ کرسکا، اگر مل مالک، زمیندار وغیرہ اپنے ماتحتوں پر عزت کی زندگی تنگ نہ کرتے تو یہ بھیانک منظر کبھی سامنے نہ آتا، مگر اوپر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہم مزدوروں، غریبوں اور کسانوں کے خدا ہیں جو برتاؤ چاہیں کر سکتے ہیں۔ کسی نے یہ برداشت نہیں کیا کہ مزدور اور کسان ہم جیسا کھانا کھائیں، اور ہم جیسا لباس زیب تن کریں، سرمایہ داروں نے اپنے نوکروں کے ساتھ جانور کا سا سلوک کیا، ان کو انسانیت سے بھی فروتر کوئی مخلوق سمجھا، اپنے برابر بھی کبھی بیٹھنے نہ دیا، اپنے مقابل ان کے کھڑے ہونے کو برداشت نہ کیا نتیجہ کیا ہوا؟، دنیا کا مزدور اور کسان اٹھ کھڑا ہوا، اور انتقام، انتقام پکارنے لگا، سرمایہ داروں اور زمینداروں کا بے دردی سے خون کیا، اور ان کے خون سے اپنے سینہ کی پیاس بجھائی، اور یہی نہیں وہ رکتا ہی نہیں ہے، وہ چاہتا ہے اپنے زخموں کا مکمل بدلہ چکالے۔

برائی کا بدلہ نیکی سے

انسانی حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ بدزبانی اور فحش گوئی سے پیش نہ آئے بلکہ اخلاق ومروت کا برتاؤ کرے، اگر کسی سے کوئی برائی ہو جائے تو اس کے ساتھ برائی سے نہیں نیکی سے پیش آئے تا کہ اس کی نیکی اس کو برائی کے ترک اور نیکی کے برتاؤ پر مجبور کرے، حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کا بدلہ نیکی سے دو تا کہ یہ نیکی اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ'' (ترمذی، باب معاشرۃ الناس)۔

محتاج کے ساتھ عدل کیا ہے

اس دنیا میں دستور ہے کہ اگر کوئی غریب و محتاج ہے تو مالدار سعی کرتے ہیں کہ کوئی ایسی مصیبت اس پر آپڑے کہ بچا کھچا حصہ میرے ہاتھ فروخت کر دے اور اس طرح اس کو فنا کر کے اس کی جگہ لے لی جائے اور اس کو لوٹ کر اپنی جیب بھر لی جائے، مگر اسلام نے روز اول سے ہی یہ تعلیم دی کہ بہترین اعمال میں سے یہ بھی ہے کہ کسی محتاج اور برباد ہونے والے کی اعانت اور مدد کی جائے کہ وہ تباہی اور بربادی سے بچ جائے۔

یہی وہ اسلامی رواداری اور انسانی حقوق کی پاسداری ہے اور رحمتِ دو عالم ﷺ کی بے مثال تعلیمات ہیں کہ جب ان کو لینن اور کال مارکس جیسے حضرات پڑھتے ہیں تو بے اختیار چیخ اٹھتے ہیں کہ کوئی انسان خدا ہوتا تو اس کائنات میں محمد رسول اللہ ﷺ خدا ہوتے، اس لئے کہ اتنا اعلیٰ معاشی نظریہ ان کے سوا کسی نے پیش نہیں کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور حقوق انسانی

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی☆

حقوق انسانی کے بارے میں شریعت اسلامی کی دو اہم بنیادوں ،قرآن وسنت میں جس درجہ تفصیل اور اہتمام کے ساتھ ہدایات دی گئی ہیں، اسکی نظیر نہ تو کسی اور آسمانی مذہب یا کتاب میں ملتی ہے، نہ کسی نظریۂ اخلاق اور سماجی اصلاح کے دعوے دار کے یہاں، حتی کہ مشہور انقلاب فرانس کہ جس کی تعریفوں میں بلند ہونے والی آوازوں کی گونج سے دنیا میں کان پڑتی آواز سنائی نہیں دیتی (حالانکہ وہ بھی درحقیقت اسلامی تعلیمات ہی کی ایک طرح سے صدائے باز گشت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اسلامی ہدایات کے پھیلنے کے سینکڑوں سال بعد ابھری)، انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر میں مذکورہ تفصیلات بھی انسانی حقوق کی حفاظت سے متعلق اسلامی ہدایات کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، یہ الگ بات ہے کہ مؤخر الذکر (بین الاقوامی چارٹر) میں بعض ایسی باتوں کو بھی حقوق انسانی کے اندر شامل کرلیا گیا ہے، جن کا انسانی حقوق یا مفادات سے دور کا بھی تعلق نہیں، بلکہ وہ چیزیں حقوق کے بجائے عقوق (مضرت رساں امور) کی فہرست میں شامل ہونے کے لائق ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسی چیزوں کو اسلام نے انسانی حقوق میں شامل نہیں کیا، (تفصیل آگے آرہی ہے)۔

اگر غور کیا جائے تو انسانی حقوق کا پہلا زینہ اور کلید، انسانی مساوات ہی ہے، کیونکہ حقوق انسانی کی پامالی جب بھی اور جہاں بھی ہوئی، عدم مساوات کے سبب ہی سے ہوئی کہ

☆ استاذ تفسیر وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان نے اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کو اپنے سے کمتر، بلکہ بسا اوقات جانور یا جانور سے بھی بدتر سمجھ کر برتاؤ کیا۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، تو گذشتہ بلکہ بہت سی جگہ موجودہ دور میں اس المیہ کا سراپہیں ملے گا، اسی لئے ہم مساوات انسانی کے بارے میں وارد قرآن وسنت کے نصوص پہلے پیش کریں گے۔

قرآن مجید میں مساوات انسانی سے متعلق آیات

۱-"**یا أیھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء**" (سورۃ النساء:۱) (لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جاندار سے (یعنی آدم سے) پیدا کیا، اور (وہ اس طرح کہ پہلے) اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلائے)۔

۲-"**یا أیھا الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند اللہ أتقاکم**" (سورۃ الحجرات:۱۳) (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو)۔

قرآن مجید میں ان کے علاوہ بعض اور آیات بھی ہیں، جن سے حقوق انسانی پر نیز مساوات مرد وزن پر استدلال کیا جاسکتا ہے (دیکھئے: سورہ بنی اسرائیل: ۷۰، بقرہ: ۱۸۷، ۲۲۸ وغیرہ)۔

مساوات انسانی سے متعلق احادیث نبویہ

۱-"**إن رسول اللہ ﷺ قال: إن اللہ أوحی إليّ أن تواضعوا حتی لا یفخر أحد علی أحد ولا یبغی أحد علی أحد**" (مسلم) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی ہے کہ (میں تمہیں حکم دوں کہ) تم سب لوگ انکساری اختیار کرو، کوئی شخص کسی دوسرے پر بالاتری نہ جتائے، اور نہ کوئی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲-"إن الله أذهب عنكم عبية الجاهلة وفخرها بالآباء إنما هو مؤمن تقي أو فاجر شقي، الناس كلهم بنو آدم وآدم من تراب" (ترمذی، ابوداؤد) ((اسلام کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی بری باتوں اور آباء اجداد کے کارناموں پر فخر کرنے (اور اس بنا پر اپنے کو بڑا سمجھنے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے) کی گنجائش ختم کردی ہے، اب یا تو پاکباز مومن ہے (جو قابل قدر ہے) یا بدبخت بدکار (جو مستحق سزا ہے)، تم سب کے سب (ایک ہی باپ) آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، (لہٰذا تکبر کا اور دوسروں کو حقیر سمجھنے کا کوئی حق کسی کو نہیں ہے)۔

۳-"أنا شهيد أن العباد كلهم إخوة" (ابوداؤد۱/۲۱۱) (اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔

ان آیات وروایات (نیز دیگر اور بہت سی ایسی ہی احادیث جن کو ذکر یہاں نہیں کیا گیا) کی روشنی میں انسان کی بحیثیت انسان کے مکمل مساوات اور ان کے درمیان اصل حقوق انسانی اور استحقاق میں برابری کا پتہ چل رہا ہے۔ چنانچہ کسی کو کسی پر محض انسان ہونے کے ناتہ فوقیت حاصل نہیں ہے، اور نہ کوئی کمتر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض خارجی اسباب کی بنا پر کسی کو ترجیح حاصل ہو، اور یہ بالکل فطری ہے، جس سے انکار کی مجال نہیں، مثلاً ایک پڑھا لکھا، ذہین شخص ہو، تو اسے دوسرے جاہل اور غبی شخص پر فوقیت حاصل ہونا فطری ہے، اور اس فرق کا اعتراف نہ کرنا اور دونوں کے ساتھ مساویانہ طرز عمل ہر معاملہ میں اختیار کرنا ایک پر ہی نہیں بلکہ دونوں پر ظلم ہوگا۔

اگر جاہل کو وہی عمل اور ذمہ داریاں دی جائیں، جو پڑھے لکھے کو، یا غبی کو گتھیاں سلجھانے کا وہی کام یا ویسا ہی کام سونپ دیا جائے جیسا ذہین کو سونپا جانا چاہیے، تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا، اور کس درجہ بگاڑ آئے گا، اس کا اندازہ کرلینا مشکل نہیں۔ بالکل اسی طرح صنفی اور جنسی فرق۔ عورت ومرد کے جنسی فرق کو نظر انداز کر کے ٹھیک وہی ذمہ داریاں عورت کو سپرد کردی جائیں جو مرد کے ہی لائق ہیں، تو اس کے نتیجہ میں جس درجہ بگاڑ اور فساد آئے گا، وہ محتاج بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، اگرچہ اس زمانہ میں مردوزن کی کامل مساوات کا نعرہ بہت زوروشور کے ساتھ لگایا جارہا ہے، مگر جن کی اندھی تقلید میں (یورپ وامریکہ کی نقل میں) یہ شور بپا کیا جارہا ہے، اگر ان کے (قول کو نہیں) طرز عمل کو ہی دیکھ لیا جائے، تو یہ حقیقت برافگندہ نقاب ہوکر سامنے آجائے کہ وہ خود وہ نہیں کررہے ہیں جو کہہ رہے ہیں، اور ایشیا وافریقہ سے کروانا چاہ رہے ہیں، غور کرنے کی بات ہے کہ برطانیہ وفرانس جو یورپ کے قائد ممالک میں ہیں، انہوں نے آج تک عملاً کامل مساوات نہیں برتی۔ اعداد وشمار کی روشنی میں اس کا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے، مثلاً فرانس نے آج تک کسی خاتون کو ملک کا صدر نہیں بنایا، یہی حال امریکہ کا بھی ہے، برطانیہ نے سوائے ایک خاتون کے کسی کو وزیراعظم نہیں بنایا، اعلیٰ فوجی مناصب (مثلاً ہیڈ یا انچارج) پر تو ایک عورت کو بھی کسی یورپین ملک نے فائز نہیں کیا، بس سیل گرل بنا بنا کر دوکانوں کو چمکانے کا کام لیا، یا دفتروں میں کلرک کا عہدہ دیکر مرد شرکائے کار کی دلچسپی کا سامان کیا۔ اس کے برخلاف مقلد ملکوں مثلاً سری لنکا، بنگلہ دیش، ہندوستان، اسرائیل، پاکستان۔ میں متعدد خواتین وزیراعظم اور صدر کے منصب پر فائز کی گئیں، اور بعض ملکوں پر تو کئی بار اس کا نتیجہ بھی سامنے ہے کہ ان ملکوں کو خواتین کے اقتدار کے زمانے میں فی الجملہ تنزل کا سامنا ہوا، پھر بعض قوانین ساری دنیا میں ایسے رائج ومعمول بہ ہیں، جن میں دونوں کے درمیان واضح فرق کیا گیا ہے، مثلاً ہر جگہ شوہر پر ہی بیوی کے اخراجات لازم کئے گئے ہیں، ایسا کہیں بھی نہیں ہے کہ عام حالات میں بیوی پر شوہر کے اخراجات لازم کئے گئے ہوں۔

اس تمہید یا وضاحت کے بعد تفصیلی جوابات کا تلاش کرلینا مشکل نہیں، پھر بھی سوالات کی ترتیب کے مطابق جوابات پیش ہیں۔

الف- اس کا جواب سطور بالا سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ سب انسان بحیثیت انسان کے برابر ہیں، لہٰذا سب کو جینے، آزاد رہنے، رہنے سہنے، کھانے پینے، مکان، لباس کے لئے کوئی بھی مناسب طریقہ اپنانے، گذران کے لئے ذریعہ معاش اختیار کرنے، ملک کی ہر خدمت لائقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اہل ہونے، ضرورت پر شادی بیاہ کرنے، رہائش کے لئے سر چھپانے کی جگہ، نیز اسی طرح کے تمام حقوق میں فی نفسہ سب برابر ہیں، البتہ انسان کے خالق نے انسان ہی کے مفاد میں کچھ پابندیاں لگائی ہیں، جس طرح کوئی سرپرست اپنے زیر سرپرستی زندگی گذارنے والے کے لئے اسی کے مفاد میں پابندیاں لگاتا ہے، مندرجہ بالا عام نصوص کے علاوہ خاص خاص امور کے لئے بھی الگ الگ نصوص قرآن وسنت میں ملتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات میں انسانی حقوق کے مثبت پہلوؤں کا تذکرہ

۱-"یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباسا یواری سوئاتکم وریشا" (الأعراف:۲۶) (انسانو! تمہارے جسم کے خاص حصوں کو چھپانے اور زینت کے لئے ہم نے لباس دیا)۔

۲-"یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالا طیبا" (سورۃ البقرۃ:۱۶۸) (لوگو! زمین کی پیداوار میں سے حلال طیب چیزیں استعمال کرو)۔

۳- "واللہ جعل لکم مما خلق...... وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم بأسکم" (النحل:۸۱) (اللہ نے تمہارے سردی گرمی سے بچاؤ کا سامان لباس کے ذریعہ کیا)۔

۴- "اللہ الذی...... وسخر لکم ما فی السماوات وما فی الأرض جمیعا منه" (جاثیہ:۱۲، ۱۳) (زمین اور آسمان اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں، وہ سب تمہاری خدمت کے لئے پابند بنائیں)۔

غور کیجئے! ان آیات میں تمام انسانوں کا بلاکسی تفریق واستثنا کے ذکر ہے کہ بلا امتیاز سب کے لئے خداوند تعالیٰ نے مذکورہ نعمتیں پیدا کیں (اور آئندہ بھی پیدا کرے گا) تاکہ سب بلا امتیاز ان سے فائدہ اٹھائیں، بلکہ اس طرف بھی اشارہ دیا گیا کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت بہت سی نفع بخش چیزیں لوگوں کے علم میں نہیں آئی تھیں، آئندہ آئیں گی، ان سب سے فائدہ اٹھانے کا حق تمام انسانوں کو بلانسلی ونسبی یا کسی اور طرح کی تفریق کے حاصل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث نبویہ وآثار صحابہؓ میں حقوق انسانی کے بارے میں مثبت پہلوؤں کا تذکرہ

۱- "قال رسول اللہ ﷺ: اطلبوا الرزق فی خبایا الأرض" (مجمع الزوائد بحوالہ "اسلام کا اقتصادی نظام" ص ۱۶۴ از مولانا حفظ الرحمٰنؒ) (رزق کو زمین کی پنہائیوں میں تلاش کرو)۔

۲- "مذکم تعبدتم الناس و قد ولدتهم أمهم أحراراً" (حضرت عمرؓ کا قول، منقول از حسن المحاضرہ بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۹) (جب سب لوگ پیدائشی طور پر آزاد ہیں، تو تم نے (یعنی حکام نے) انہیں غلام کیوں بنالیا)؟

ب- سماجی تحفظ کے بارے میں بھی اسلام نے بہترین حل پیش کیا ہے، پھر یہ موضوع (سماجی انصاف) بڑا وسیع الذیل ہے۔ اس کے کس پہلو کے بارے میں اسلام کی پیش کردہ ہدایات بیان کی جائیں؟ سوالنامہ سے اس کی تعیین نہیں ہوتی۔ ہر ایک پہلو پر اسلامی ہدایات کا بیان کرنا سردست ممکن نہیں، ایک پہلو (جو درحقیقت مساوات انسانی ہی کے ذیل میں آتا ہے) قانونی حقوق میں برابری اور سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا ہے، اس بارے میں اسلامی تعلیمات کے حامل نبی کریم ﷺ اور خلفاء کے ایسے نادر نمونے ملتے ہیں، جن کی نظیر تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہے۔ اسکی ایک مشہور مثال وہ تاریخی واقعہ ہے جس پر حضرت عمرؓ نے وہ تاریخی حکیمانہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، جو ابھی اوپر نقل ہوا (مذکم تعبدتم الناس......) وہ واقعہ یہ ہے کہ مصر کے گورنر کے لڑکے نے ایک عام مصری کو کوڑے سے پیٹا، اس نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی، حضرت عمرؓ نے اس لڑکے اور اس کے باپ کو (جو گورنر تھے) دونوں کو بلا بھیجا، اور گورنر باپ کی موجودگی میں اس مصری کو جسے پیٹا گیا تھا، حکم دیا کہ وہ بدلہ لے، چنانچہ گورنر نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹے کو اسی عام مصری کے ہاتھوں پٹتا دیکھا اور اف نہ کر سکے، اسی موقع پر حضرت عمرؓ نے وہ تاریخی مقولہ "جو اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ہے" فرمایا تھا۔

ج- مذکورہ بالا اسلامی تعلیمات اور صحیح اسلامی حکومتوں کے طرز عمل کو سامنے رکھ کر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آج تک دنیا کے کسی ملک نے اور اقوام متحدہ کے منشور سمیت کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نے انسانوں کو وہ حقوق نہیں دیئے، جو اسلام نے دیئے، آج بھی بہت سے ملکوں بلکہ تمام ملکوں حتیٰ کہ حقوق انسانی کی مساوات کا سب سے زیادہ ڈھنڈھورہ پیٹنے والے ملکوں میں حکومت کے سربراہ اور دیگر اعلیٰ عہدے داروں کو بہت سے قوانین میں تحفظ و استثناء حاصل ہے، لیکن اسلامی قوانین میں کسی کو قانون پر عمل سے استثناء یا تحفظ حاصل نہیں، آزادی رائے میں بھی یہی صورت حال ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو ایک بڑھیا نے برسرِ ممبر ٹوک دیا تھا، اس پر اسے سزا تو کیا دی جاتی، برا بھی نہیں مانا، بلکہ (اس کا اعتراض اگرچہ بے محل تھا پھر بھی) بڑھیا کی تعریف اور حوصلہ افزائی کی۔

اسی سے ضمیر کی آزادی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مذہب کی آزادی بھی پوری طرح دی گئی ہے، جو آیت قرآنی "لا إكراه في الدين" اور شرعی اصول (جو حضرت عمرؓ کے قول سے ماخوذ ہے) "نحن أمرنا بأن نتركهم وما يدينون أو ما يعتقدون" (ہدایہ ۳/ ۳۶۸، مکتبہ رشیدیہ دہلی) (ہمیں یہ حکم (شریعت کی طرف سے) دیا گیا ہے کہ غیر مسلموں کے دینی معاملات میں دخل نہ دیں بلکہ انہیں پوری چھوٹ دیں) سے واضح ہو رہی ہے، البتہ مذہب حق قبول کرنے کے بعد اس سے روگردانی کی اجازت نہیں دی گئی، اسمیں بھی بہت سے انسانی مصالح ہیں۔

۲- مرد و عورت کے حقوق کی مساوات کے بارے میں اوپر متعدد نصوص (آیات واحادیث) گذر چکے ہیں۔ ان سے فی الجملہ عورت و مرد کی مساوات کا پتہ چل رہا ہے، مگر جیسا کہ ابھی آزادی کے سلسلے میں کہا گیا، اس میں بھی کچھ حد بندیاں ہیں، جو دونوں کے صنفی و طبعی فرق کے لحاظ سے ناگزیر ہیں۔ عورت پر مرد کو قوامیت حاصل ہونا اور اس کا عورت سے ایک درجہ بڑھا ہونا اسی طبعی فرق کا فطری اثر ہے۔ کامل مساوات نہ ممکن ہے، نہ عملی، چنانچہ کسی بھی ملک یا قوم نے آج تک تمام معاملات میں کامل مساوات نہیں برتی۔

۳- غیر مسلموں کے حقوق اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے مالی و جانی لحاظ سے برابر ہیں۔ چنانچہ مسلمہ اصول ہے: "دماؤكم كدمائهم ودياتهم كدياتنا" (احکام القرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للجصاص ۱/۱۴۱) یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے، حضرت علیؓ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں: "من کان له ذمتنا فدمه کدمنا و دینه کدیننا" (درایہ برحاشیہ ہدایہ ۴/ ۵۴۷)، بادی النظر میں جو فروق نظر آتے ہیں، مثلاً جزیہ، خراج، وغیرہ کا غیر مسلموں پر عائد ہونا۔ وہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ ذمہ داریوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے، مسلمانوں پر زکوٰۃ واجب ہے جو ایک عبادت ہے، ظاہر ہے کہ غیر مسلم پر اسلامی عبادت لازم نہیں کی جاسکتی، ان پر معمولی سا ٹیکس جزیہ کی شکل میں جو عائد کیا جاتا ہے، وہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری کا بدل ہے۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ حفاظت پر اخراجات غیر معمولی ہوتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ میں اسکی نظیریں موجود ہیں کہ جب اسلامی حکومت نے ذمیوں کی حفاظت کی ذمہ داری سے مجبوراً معذرت کی، تو ان کا لیا ہوا جزیہ واپس کردیا (فتوح البلدان بحوالہ الفاروق، ازمولانا شبلیؒ ۱۴۵)، لیکن جب ان سے فوجی خدمات لی گئیں، تو وہ معاف کردیا گیا (ایضاً)، پھر اسلامی جہاد (جو کہ عبادت ہے) سے بھی غیر مسلم مستثنیٰ ہوتے ہیں، اس کے برخلاف مسلمانوں کو جان و مال دونوں کی جہاد میں قربانی دینا پڑتی ہے، مزید برآں یہ کہ اسلام ایک نظریۂ حیات ہے، جس میں انفرادی زندگی سے لیکر حکومت اور حکمرانی کے لئے بھی اصول ہیں، ظاہر ہے کہ جو اس نظریۂ حیات سے متفق نہ ہو (جیسا کہ غیر مسلم کا حال ہوتا ہے ورنہ وہ اسلام کیوں نہ لے آتا) اسے حکومت کی وہ ذمہ داریاں جن میں نظریات اور پالیسی کو بنیاد بنایا جاتا ہے، (مثلاً خلافت یا گورنری وغیرہ) انہیں کیسے سپرد کی جاسکتی ہیں؟ البتہ انہیں حکومت کا نظام چلانے، نہ کہ پالیسی طے کرنے کے کام سونپے جاسکتے ہیں، بلکہ سونپے جاتے ہیں، اسی طرح غیر مسلموں کو بھی اسلامی حکومت میں انتظامی و حسابی ذمہ داریاں سپرد کی جاسکتی ہیں، بلکہ سپرد کی جاتی رہی ہیں (حتی کہ قرن اول میں بھی)۔

۴- حدود و قصاص کے بارے میں اسلامی تعلیمات کے خلاف وہی منہ کھول سکتا ہے، جسے جرائم روکنے سے دلچسپی نہ ہو، بلکہ مجرمین سے ہمدردی ہو، آج بھی دنیا کے بیشتر ممالک میں یورپ و امریکہ سمیت آخر سزائے موت کا قانون موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے نفاذ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے پھانسی کا پھندا پسند کیا جاتا ہے، حالانکہ مبصرین کی رائے میں مجرم کو اس طریقۂ سزا سے موت آنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے، اس کے برخلاف گلا کاٹ کر موت اس سے زیادہ آسانی کے ساتھ آتی ہے، اور خون نکلنے سے پہلے جو تکلیف ہونا ہوتی ہے، ہو چکتی ہے، خون نکلنے سے نیند کی سی کیفیت اور بے حسی طاری ہو جاتی ہے، جس سے تکلیف محسوس نہیں ہو پاتی ہے، یا بہت کم ہوتی ہے، یہی صورت حال دوسری اسلامی سزاؤں کی بھی ہے۔

۵- ایسی ہی کچھ صورت حال بلکہ اس سے بھی زیادہ بھیانک نام نہاد آزادی اور ثقافت کی ہے کہ جب عورت کی عصمت وعفت کی کوئی قیمت واہمیت ہی نہ ہو، تو سب کچھ قابل اعتراض ہی نہیں بلکہ لائق تعریف ہو جاتا ہے، مگر اسلام جس نے عورت کی عصمت وعفت کو اس کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا ہے، وہ اسے کیونکر برداشت کر سکتا ہے، اور اس کے سدِ باب کے بارے میں کیسے کوتاہی کر سکتا ہے؟ یہ درحقیقت نظریہ اور اقدار کے اختلاف کا ثمرہ ہے نہ کچھ اور؟

د- اسلامی تعلیمات ہی میں پہلی بار جنگ کے لئے بھی آداب واصول مقرر کئے گئے ہیں، ورنہ اس سے قبل جنگ کا واحد اصول جنگ جیتنا تھا، چاہے وہ آبادیاں فنا کر کے، ملکوں کو برباد کر کے اور زمین کو ویرانہ میں تبدیل کر کے کیوں نہ ہو۔

جنگ کے بارے میں پہلی بار اسلام نے ہدایات دیں کہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں، مذہبی عبادات میں مشغول اور جنگ سے بے تعلق رہنے والوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے، بلاوجہ درختوں اور مکانوں کو نہ جلایا جائے، جنگی قیدیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے، انہیں اذیتیں نہ پہنچائی جائیں (تفصیل کے لئے دیکھی جائے امام محمدؒ کی سیر کبیر اور اس کی شرح للسرخسی ۴/ ۷۷ تا ۸۲، ۲/ ۲۶۴ وغیرہ، بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت صریح طور پر صحیح حدیث میں آئی ہے دیکھئے صحیح مسلم ۲/ ۸۴)۔

محور یازدہم

علاج بقول راجح سنت ہے، جس کے ترک سے گناہ گار نہیں ہوگا (عالمگیری، کتاب الکراہیۃ ، باب الثامن عشر وشامی ۵/ ۲۱۵)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیمارداری فرض کفایہ ہے، (اسی لئے تیماردار کو جمعہ و جماعات تک کی چھوٹ ہے) فرض کفایہ ہونے کا یہی مطلب ہے کہ معاشرہ (جسکی نمائندہ حکومت ہے) ایسا نظم کرے، جس سے مریض ضائع نہ ہو۔ فرمانِ نبوی ﷺ: "لا عدوی...... فی الإسلام" میں خطرناک اور متعدی امراض کے مریضوں کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہ کئے جانے کا پہلو بھی یقیناً ملحوظ ہے، اسی طرح وبائی امراض جہاں پھیلے ہوتے ہوں، وہاں سے نہ بھاگنے کے حکم میں بھی ایک حکمت یہی معلوم ہوتی ہے۔

متعدی امراض میں مبتلا لوگوں کے علاج ومعالجہ اور تیمارداری کا بھی وہی حکم ہے، (یعنی علاج سنت اور تیمارداری فرض کفایہ ہے) جو دوسرے مریضوں کا، اگر ان کی دیکھ بھال کوئی نہیں کرے گا تو سب گناہ گار ہونگے۔

طویل المیعاد اور لا علاج مریضوں کی اختیاری موت کی شرعاً گنجائش نہیں ہے، جس طرح تندرست آدمی کی موت نہیں، قتل نفس کے جرم میں ایسی موتیں (قتل) بھی آتی ہیں، جس طرح عام تندرست بے گناہ کا قتل، جس کی شدید ممانعت قرآن وسنت میں موجود ہے، مثلاً قرآن مجید کی آیت: "لا تقتلوا النفس التی حرم الله إلا بالحق" (الاسراء:۳۳)۔

اور حدیث نبوی ﷺ میں خودکشی کرنے والے کے لئے خودکشی جیسی تکلیف میں مبتلا رکھنے کی مسلسل سزا ملنا وغیرہ، یہ آیات واحادیث جس طرح تندرست انسان کی خودکشی یا ارادی موت کو ممنوع قرار دیتی ہیں، اسی طرح مزمن امراض میں مبتلا اور لا علاج مریضوں کی خودکشی کو بھی، پھر یہ کہ یقینی طور سے کسی بیمار کے لئے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ختم ہو ہی جائے گا، بچے گا نہیں، کیونکہ ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ مایوس مریض صحت یاب ہوگیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں حقوقِ انسانی کا تصوّر

مولانا محمد رضی الاسلام ندوی☆

موجودہ دور میں ''حقوق انسانی'' کے تصور کو کافی فروغ ملا ہے، حقوق انسانی کی تنظیمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر سرگرم عمل ہیں، مختلف ممالک نے حقوق انسانی کمیشن قائم کر رکھے ہیں، کسی بھی فرد یا طبقہ کے بنیادی حقوق کی پامالی ہو، تو فوراً اس کا نوٹس لیتے ہیں اور اس کے ازالہ کی کوشش کرتے ہیں، دوسری طرف یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ان کوششوں کے علی الرغم حق تلفیوں میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، بلکہ اضافہ ہی ہوا ہے، طاقت ور خواہ وہ کوئی فرد ہو یا گروہ، کوئی قوم ہو یا کوئی حکومت، اپنے سے کمزور کے حقوق غصب کرنے میں اسے کوئی باک نہیں ہوتا، یہ ایک اہم مظہر ہے جس کے اسباب کا پتا لگانے اور ان کا تدارک کرنے کے لئے دانش ور حضرات کو غور کرنا چاہیے۔

اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق

آج مغربی معاشرہ میں طویل جدوجہد کے بعد جو انسانی حقوق منظور کیے گئے ہیں اور جن کا مختلف ملکوں کے مسودۂ حقوق اور بین الاقوامی منشوروں کے مراحل سے گزرتے ہوئے اقوام متحدہ کے ذریعہ پیش کردہ عالمی منشور حقوق انسانی کی صورت میں اعلان کیا گیا ہے، اسلام نے صدیوں پہلے ان کا اعتراف کیا ہے اور اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ طویل عرصہ تک عوام ان سے متمتع ہوتے رہے ہیں، یہاں ان حقوق کی صرف اجمالاً اشارہ کرنا کافی ہوگا۔

☆ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- زندہ رہنے کا حق

اسلام ہر متنفس کی زندگی کی ضمانت دیتا ہے اور کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی جان کے درپے ہو، اس کے نزدیک کسی ایک شخص کو قتل کرنا پوری نوعِ انسانی کو قتل کرنے کے مترادف ہے: "**من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا**" (المائدۃ:۳۲)۔

قتل کرنے والا خواہ کوئی ایک شخص ہو یا بہت بڑی جمعیت، دونوں مجرم اور سزا کے مستحق ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**لو اجتمع أهل السماء والأرض على قتل امرئ لعذبهم الله**" (طبرانی) (اگر آسمان اور زمین کے تمام لوگ مل کر کسی ایک شخص کو قتل کر دیں، تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب دے گا)۔

اس معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کسی کی تفریق نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لزوال الدنيا أهون على الله من قتل رجل مسلم**" (جامع ترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المومن) (پوری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے ہلکا ہے)۔

دوسری حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ہی سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "**من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة**" (صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، باب اثم من قتل معاھدا بغیر جرم) (جس شخص نے کسی ایسے غیر مسلم کو جس سے معاہدہ ہو قتل کر دیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا)۔

اسلام کسی فرد کو پیدائش کے بعد ہی نہیں بلکہ رحمِ مادر میں پلنے والے جنین کو بھی زندگی کا حق دیتا ہے، چنانچہ وہ استقرارِ حمل کے بعد اسقاط کی اجازت نہیں دیتا۔ علمائے اسلام نے ایسا کرنے کو جرم قرار دیا ہے، بعض علماء نفخ روح کی مدت (۱۲۰ دن) سے قبل اسقاط کی اجازت دیتے ہیں، لیکن وہ بھی اسے مکروہ قرار دیتے ہیں (دیکھئے اسلام کا نظریۂ جنس، مولانا سلطان احمد اصلاحی، ادارۂ علم وادب علی گڑھ، ۱۹۹۴ء ص ۲۹۶-۳۰۰)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲-عزت واکرام کا حق

اسلام کے نزدیک ہر شخص محترم ہے، خواہ وہ سماج کے کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، کسی کو حق نہیں کہ اس کی ہنسی اڑائے، برا بھلا کہے، پیٹھ پیچھے برائی کرے، بہتان لگائے، اپنے سے کم تر اور حقیر سمجھے یا اس کی تذلیل اور اہانت کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسىٰ أن يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسىٰ أن يكن خيرا منهن ولا تلمزوا أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب......يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم...... ولا يغتب بعضكم بعضا**" (الحجرات:۱۱-۱۲) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو......اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں......اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من كانت له مظلمة لأحد من عرضه أو شئي فليتحلله منه اليوم ، قبل أن لا يكون دينار ولا درهم**" (صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة) (جس شخص نے کسی کی بے عزتی کی ہو یا اس پر کچھ ظلم کیا ہو، تو وہ آج ہی اس سے معاف کرالے، اس دن سے پہلے جب روپیہ پیسہ نہ ہوگا کہ اس کے کچھ کام آئے)۔

اسلام کے نزدیک یوں تو ہر شخص کی عزت وآبرو محفوظ ہے، لیکن خاص طور سے عورتوں کی عزت وناموس کی پاسداری کی تاکید کی گئی ہے اور ان پر بہتان لگانے والوں کے لئے سخت سزا متعین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**إن الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب اليم**" (النور:۲۳) (جو لوگ پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔

اسلام لوگوں کی عزت و آبرو کو کتنا محترم سمجھتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کسی مرد یا عورت پر زنا کا بے بنیاد الزام لگانے کی سزا اسّی کوڑے مقرر کی گئی ہے اور انہیں ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے: ”**والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً**“ (النور:۴) (اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو)۔

۳- نجی معاملات میں رازداری اور پردہ داری کا حق

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کے نجی معاملات میں دخل اندازی کی جائے اور ان کی ٹوہ میں لگا جائے۔ قرآن کریم کا صریح حکم ہے: ”**ولا تجسسوا**“ (الحجرات:۱۲) (اور تجسس نہ کرو)۔

اسلام لوگوں کے تزکیۂ نفس پر زور دیتا ہے، تاکہ ان کے دل اس حد تک پاکیزہ ہو جائیں کہ وہ گناہ اور معصیتِ الٰہی کی طرف مائل نہ ہو سکیں، تربیت و تزکیہ کے بغیر اگر لوگوں کو برائیوں سے روکنے کی کوشش کی جائے گی، تو وہ انہیں چھپ کر یں گے اور اگر ان کی خفیہ نگرانی کی جائے گی تو وہ ان کے ارتکاب کے دوسرے طریقے نکالیں گے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”**إنک إن اتبعت عورات الناس أفسدتهم أو كدت أن تفسدهم**“ (سنن ابوداود، کتاب الادب، باب فی التجسس) (اگر تم لوگوں کے پوشیدہ امور کی ٹوہ میں رہو گے، تو انہیں بگاڑ دو گے یا بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے)۔

آپ ﷺ نے حکمرانوں کو بھی اس سے متنبہ کیا ہے اور انہیں لوگوں پر بلاوجہ شک و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شبہ کرنے اور ان کی جاسوسی کروانے سے روکا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "إن الأمير إذا ابتغى الريبة في الناس أفسدهم" (سنن ابوداؤد، حوالہ سابق) (اگر حکمراں اپنی رعایا کے ساتھ شک وشبہ کا معاملہ کرے گا، تو انہیں بگاڑ کر رکھ دے گا)۔

اس معاملہ میں اسلام اس قدر لحاظ کرتا ہے کہ بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے یا باہر سے تاک جھانک کرنے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على أهلها" (النور:٢٧) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو)۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دروازے کے سوراخ سے جھانک رہا تھا اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس سے سر کھجا رہے تھے، آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "لو أعلم أنک تنظر لطعنت به في عينيک، إنما جعل الاستئذان من أجل البصر" (صحیح بخاری، کتاب الاستئذان باب الاستئذان من اجل البصر، صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ) (اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو، تو اس سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا، اجازت لینے کا حکم اسی لئے تو دیا گیا ہے کہ قابل ستر چیزوں پر نگاہ نہ پڑے)۔

٤۔ تعلیم کا حق

اسلام تحصیل علم پر بہت زور دیتا ہے، ایک ایسے معاشرے میں جہاں جہالت عام تھی اور پڑھے لکھے لوگ خال خال تھے، پہلی وحی پڑھنے اور علم حاصل کرنے کے بارے میں اتری: "اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الإنسان من علق، اقرأ و ربک الأکرم الذی علم بالقلم علم الإنسان مالم يعلم" (العلق:١-٥) (پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا)۔

احادیث میں بھی خود علم حاصل کرنے اور دوسروں کو علم سکھانے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ما من رجل یسلک طریقا یطلب فیہ علما إلّا سهل الله له به طريقا إلى الجنة" (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل (ترجمة الباب) (جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے)۔

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن الله و ملائكته و أهل السماوات والأرضين حتى النملة في حجرها و حتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير" (جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ) (اللہ، اسکے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں)۔

اسلام علم کو مختلف خانوں میں بانٹ کر بعض کو پسندیدہ اور بعض کو ناپسندیدہ قرار نہیں دیتا، بلکہ وہ ہر طرح کے علم کی تحصیل کی ترغیب دیتا ہے، لیکن وہ علم برائے علم کا قائل نہیں، بلکہ ایسے علم کو پروان چڑھانا چاہتا ہے، جس سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچے۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "اللهم إني أعوذبک من علم لا ينفع" (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل) (اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جس سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے)۔

آپ ﷺ نے بے فائدہ علم کو بے مصرف خزانہ سے تشبیہ دی ہے۔ فرمایا: "إن مثل علم لا ينفع كمثل كنز لا ينفق في سبيل الله" (مسند أحمد ۲:۴۹۹) (جس علم سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے، وہ اس خزانہ کے مثل ہے جسے راہِ خدا میں خرچ نہ کیا جائے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵-اظہارِ رائے کا حق

اسلام نے عقل سے کام لینے اور غور وفکر کرنے پر زور دیا ہے۔غور وفکر سے مختلف لوگوں کے نقطۂ نظر میں اختلاف ہوتا ہے،اسلام حدود کے اندر اختلاف کی اجازت دیتا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے خلیفۂ اول حضرت ابو بکرؓ اور خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، لیکن دونوں نے ان سے تعرض نہ کیا، اس لئے کہ ان کی طرف سے کسی باغیانہ روش کا اظہار نہیں ہوا تھا۔حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں خوارج نے ان کی اطاعت قبول نہیں کی، لیکن حضرت علیؓ نے بزور قوت انہیں سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ فرمایا:"**قفوا حيث شئتم، بيننا وبينكم أن لا تسفكوا دما حراماً، أو تقطعوا سبيلا أو تظلموا ذمة، فإنكم إن فعلتم فقد نبذنا إليكم الحرب على سواء**" (البداية والنهاية ملا بن كثير، دار الريان للتراث، طبع اول، ١٩٨٨ء، ٧/٢٩١-٢٩٢) (جہاں چاہو رہو، شرط یہ ہے کہ کسی کا ناحق خون نہیں کروگے، ڈاکہ زنی نہیں کروگے اور ذمیوں کو قتل نہیں کروگے، اگر تم نے ایسا کیا، تو پھر میں تم سے جنگ چھیڑ دوں گا)۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم حکمرانوں نے اپنی رعایا کو اظہارِ رائے کی پوری آزادی دی ہے اور ان کے اس حق کو کبھی غصب نہیں کیا ہے۔

٦-عقیدہ اور مذہب کے انتخاب کا حق

اسلام واضح کرتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا؟ لیکن ساتھ ہی وہ انسانوں کو اس بات کی آزادی دیتا ہے کہ وہ جو عقیدہ اور مذہب چاہیں اختیار کریں:"**لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي**" (البقرۃ:٢٥٦) (دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے)۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:"**ولو شاء ربك لآمن**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من في الأرض كلهم جميعا أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين" (یونس:۹۹) (اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن وفرمانبردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے، پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں)۔

اسلام اپنا غلبہ چاہتا ہے، لیکن طاقت اور خیر کے ذریعہ نہیں، بلکہ دعوت وتبلیغ، افہام وتفہیم اور دلیل وبرہان کے ذریعے وہ حق اور باطل کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، پھر لوگوں کو پوری آزادی دیتا ہے کہ وہ چاہے حق کو قبول کرلیں یا باطل پر قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وقل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر" (الکہف:۲۹) (صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے)۔

۷- تنظیم سازی کا حق

اسلام اجتماعی نظم قائم کر کے کسی کام کو انجام دینے سے نہیں روکتا، بشرطیکہ اس کا مقصد خیر وصلاح ہو، اسلام کا مزاج اجتماعیت پسند ہے، وہ نیکی وبھلائی اور فلاح عامہ کے کاموں کو انفرادی سطح پر انجام دینے کے ساتھ ساتھ انہیں اجتماعی طور پر انجام دینے کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (آل عمران:۱۰۴) (تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں، جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں)۔

یہی اصول ان تنظیموں پر بھی منطبق ہوگا، جو جائز حقوق کی حفاظت اور شکایات ومسائل کے حل کے لئے قائم کی جائیں۔

۸- انصاف کا حق

اسلام میں قانون کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں، کوئی شخص خواہ امیر ہو یا غریب، صاحب جاہ ومنصب ہو یا عام آدمی، اپنے مذہب کا ہو یا کسی دوسرے مذہب کا ماننے والا ہو، سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ یکساں معاملہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وإذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل**" (النساء:۵۸) (اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو عدل کے ساتھ کرو)، "**ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ألا تعدلوا، اعدلوا ھو أقرب للتقوی**" (المائدۃ:۸) (کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے)۔

آں حضرت ﷺ نے ایک موقع پر ایک صحابی کو چھڑی سے ٹھوکا دیا، جس سے اس کے چہرے پر معمولی زخم آگیا۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا: "**تعال فاستقد**" (سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب القود من الضربۃ) (آؤ مجھ سے بدلہ لو)، غسّان کا سردار جبلہ بن ایہم طواف کررہا تھا۔ دورانِ طواف اس کا کپڑا ایک بدّو کے پیر سے دب گیا، اس نے اس بدو کے تھپڑ ماردیا، معاملہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پہنچا، انہوں نے قصاص کا حکم دیا، جبلہ نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں سردار ہوں اور یہ ایک معمولی آدمی حضرت عمرؓ نے فرمایا: "**إن الإسلام جمعک وإیّاہ فلست تفضلہ إلا بالتقوی**" (البدایۃ والنھایۃ، ابن کثیر، ۸:۶۶) (اسلام نے تمہیں اور اسے ایک درجے پر رکھا ہے۔ تمہیں اگر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے، تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر)۔

اس معاملے میں اسلام نے عدل وانصاف کو یہاں تک ملحوظ رکھا ہے کہ حکمرانوں کو بھی عدالت میں حاضر ہونے کا پابند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں فریقِ مخالف کی طرح عدالت میں حاضر ہوتے تھے۔

اسلام کی نظر میں ہر شخص بے گناہ ہے، جب تک کہ اس کا جرم ثابت نہ ہوجائے، ملزم کو اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ثبوت پیش کرنا الزام لگانے والے کے ذمے ہے، اور جرم ثابت ہوجانے کے بعد کوئی شخص سزا سے بچ نہیں سکتا، چاہے وہ کیسی بھی حیثیت کا مالک ہو، قبیلۂ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیا، بعض لوگوں نے سفارش کی کہ اس کی سزا معاف کردی جائے، تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: "وأیم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطع یدها" (صحیح بخاری کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف وغیرہ والنھی عن الشفاعۃ فی الحدود) (اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو محمد (ﷺ) اس کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا)۔

اسلام "مظلوم" کو بلا قیمت انصاف فراہم کرتا ہے، اسلامی نظام میں عدالت کی فیس اور وکلاء کے بھاری معاوضے ادا کر کے انصاف خریدا نہیں جاتا، بلکہ عدالت کے تمام مصارف حکومت برداشت کرتی ہے۔

۹- کام کرنے اور اس پر اجرت لینے کا حق

اسلام حلال روزی حاصل کرنے کا حکم دیتا اور اس کے لئے محنت و مشقت کرنے کی فضیلت بیان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالا طیبا" (البقرۃ:١٦٨) (لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ)۔

حضرت مقدامؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ما أکل أحد طعاما قط خیرا من أن یأکل من عمل یده" (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ) (کبھی کسی شخص نے ہاتھ کی کمائی سے بہتر روزی نہیں کھائی)۔

قدرت کے باوجود کام نہ کرنے اور بھیک مانگنے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا تزال المسألة بأحدکم حتی یلقی الله تعالی ولیس فی وجهها مزعة لحم" (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھیۃ المسألۃ الناس، اسی مضمون کی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، کتاب الزکوۃ، باب من سأل الناس تکثیرا) (جو شخص یہاں برابر مانگتا رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا سا بھی گوشت نہ ہوگا)۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فریب دہی، چوری، غصب، جوا، سود، ذخیرہ اندوزی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحصال کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے۔

کام چاہے جسمانی ہو یا فنی یا علمی اس پر آدمی کو بھر پورا اجر کا اسلام مستحق قرار دیتا ہے، کام کی حیثیت بھی سامان جیسی ہے، جس پر معقول معاوضہ ملنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا تبخسوا الناس أشياءهم" (الأعراف/٨٥) (لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو)۔

اسلام جب کام کے مقابلے میں کم اجرت دینے کو گوارا نہیں کرتا تو بے کار لینے اور بندھو، مزدوری کرانے کو کیوں کر سند جواز دے سکتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف یہ کہ کام کی پوری مزدوری دینے کا حکم دیا ہے، بلکہ اس کی ادائیگی میں عجلت کرنے کی تاکید کی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه" (سنن ابن ماجہ، أبواب الرھون، باب أجر الأجراء) (مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو)۔

اسلام کام کرنے والے کے لئے فرصت اور آرام کا حق بھی تسلیم کرتا ہے، اس نے عبادات کے سلسلے میں اعتدال ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اور نفس کو بے جا مشقت میں ڈالنے سے روکا ہے، اس کا یہی رویہ دنیاوی معاملات کے سلسلے میں بھی ہے، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لا تشددوا على أنفسكم فيشدد عليكم" (سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في الحسد) (اپنے آپ پر سختی نہ کرو، ورنہ اسے تمہارے اوپر مسلط کر دیا جائے گا)۔

اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مسلسل دن میں روزہ رکھتے اور راتوں میں نماز پڑھتے ہیں، آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور اعتدال کی روش اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: "إن لجسدك عليك حقاً" (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم في الصوم، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر) (تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰- ملکیت کا حق

کوئی شخص جو کچھ حلال ذرائع سے کمائے، اسلام اس پر اس کا حقِ ملکیت تسلیم کرتا ہے، اس کے استعمال اور تصرف کا اسے پورا اختیار ہے، دوسرا شخص یا حکومت اس کے اس حق کو غصب کر سکتی ہے، نہ اسکی ملکیت کو ختم کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل**" (النساء:۲۹) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ)۔

حکومت کو بھی اگر مفاد عامہ میں کسی کی ذاتی ملکیت لینے کی ضرورت ہو، تو مالک کی رضا سے اس کا معاوضہ ادا کر کے ایسا کر سکتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر کے لئے ایک جگہ منتخب کی، تو اس کا معاوضہ ادا کر کے اسے حاصل کیا۔ اسلام میں اس چیز کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت بچانے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، تو اسلام اسے شہید قرار دیتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من قتل دون ماله فهو شهيد**" (صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون مالہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من قصد أخذ مال غیرہ بغیر حق......الخ) (جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔)

۱۱- کفالت کا حق

بعض لوگ اپنی روزی کمانے پر قادر نہیں ہوتے، اسلام انہیں معاشرے میں بے یار و مددگار، در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے نہیں چھوڑ دیتا، بلکہ ان کی کفالت کا اہتمام کرتا ہے، اس کے لئے اس نے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں۔

۱- اس نے زکوٰۃ فرض کیا ہے، جو مالداروں سے وصول کیا جاتا ہے اور غریبوں پر خرچ کیا جاتا ہے، قرآن کریم میں مختلف مقامات پر آیا ہے: "**اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ**"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(نماز قائم کرو اور زکوۃ دو)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت جو ہدایات دیں، ان میں یہ بات بھی تھی: "**فاعلمهم أن الله افترض عليهم صدقة في أموالهم تؤخذ من أغنياء هم و ترد على فقرائهم**" (صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشھادتین وشرائع الاسلام) (انہیں اطلاع دینا کہ اللہ نے ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے ناداروں پر تقسیم کیا جائے گا)۔

۲- اس نے انفاق پر غیر معمولی زور دیا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقیروں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی خبر گیری رکھنے اور ان کے کام آنے کی تاکید کی ہے، قرآن کریم میں ہے: "......**وآتى المال على حبه ذوى القربى واليتمىٰ والمساكين وابن السبيل والسائلين وفى الرقاب**" (البقرۃ:۱۷۷) (......اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے)۔

۳-اسلام میں قرض، عاریت، وراثت، وصیت، مہر اور نفقہ وغیرہ کے سلسلے میں جو احکام دیئے گئے ہیں، وہ بھی اس کے اجتماعی نظام کفالت کی مختلف صورتیں ہیں۔

۴- اسلام نے ریاست کی ذمہ داری قرار دی ہے کہ جس شخص کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو، اس کی وہ کفالت کرے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**السلطان ولي من لا ولي له**" (جامع ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی) (جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، اس کا سرپرست حکمراں ہے)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من ترک مالا فلورثته ومن ترک کلا فإلينا**" (صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الاسیر، صحیح مسلم، کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفرائض، باب آخر آیۃ انزلت آیۃ الکلالۃ) (جو شخص مال چھوڑ جائے، وہ اس کے گھر والوں کے لئے ہے اور جو کسی کو بے سہارا چھوڑ جائے، تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہے)۔

۱۲- آزادی کا حق

اسلام انسان کو یہ حق بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ و اختیار میں آزاد ہو اور اپنی مرضی سے جو چاہے کر سکے۔ اسلام کسی انسان سے اس آزادی کو سلب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر اپنے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا: "**متی تعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا**" (أخبار عمر، علی طنطاوی، دار الفکر دمشق، طبع اول، ص ۱۸۳-۱۸۴) (تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا)۔

صدر اول میں غلام رکھے جاتے تھے اور ان کے متعلق بعض احکام موجود ہیں، اس سے بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسلام نے غلامی رواج دیا ہے یا اس رواج کو باقی رکھا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے بہت حکمت کے ساتھ غلامی کا خاتمہ کیا ہے، اس وقت کے سیاسی حالات کے پیش نظر اسلام نے اس کے خاتمے کا یکلخت اعلان نہیں کیا، بلکہ اس میں تدریج اختیار کی، اس نے غلاموں کو آزاد کرنے کی مختلف طریقوں سے ترکیب نکالی، کفارات میں اسے ہی اول مقام دیا، غلاموں کی آزادی کو بہت بڑا ثواب قرار دیا، اس نے اپنے ماننے والوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ غلام انہی جیسے انسان اور ان کے بھائی ہیں۔

۱۳- محض شک وشبہ پر گرفتاری اور سزا سے تحفظ کا حق

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کو محض شک وشبہ کی بناء پر "قومی سلامتی" کے نام پر گرفتار کیا جائے اور عدالتی کارروائی کیے بغیر جیل میں ڈال دیا جائے۔ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے، ملزم بے قصور ہے اور اس کی آزادی کو ختم کرنا غلط ہے۔

ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ مسجد نبویؐ میں خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے خطبے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دوران کھڑے ہو کر کہا: ''یارسول اللہ ﷺ میرے پڑوسی کس جرم میں گرفتار کیے گئے؟ اس نے یہی سوال تین بار دہرایا، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دیا جائے'' (سنن أبوداؤد، کتاب القضاء، باب فی الدین ھل یحبس بہ)۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: "واللہ لا یوسر رجل فی الإسلام بغیر العدول" (مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ماجاء فی الشھادات) (اللہ کی قسم اسلام میں کسی شخص کو قید نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ معتبر گواہی کے ذریعہ اس کا مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے)۔

اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حتی الامکان سزا سے گریز کیا جائے نہ کہ شبہ کی بنیاد پر انہیں سزا دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "ارفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعاً" (سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب الستر علی المومن ورفع الحدود بالشبھات) (لوگوں کو سزا دینے سے گریز کرو، جہاں تک اسکی گنجائش نکل رہی ہو)۔

۱۴- عملِ غیر سے براءت کا حق

اسی طرح اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کے جرم میں اس کے رشتہ داروں اور متعلقین میں سے کسی کو پکڑا جائے یا اس کی گرفتاری کو یقینی بنانے کے لئے انہیں اذیتیں دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تکسب کل نفس إلا علیها ولا تزر وازرة وزر أخرىٰ" (الأنعام: ۱۶۴) (ہر شخص جو کچھ کماتا ہے، اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا)، "فإن انتهوا فلا عدوان إلا علی الظالمین" (البقرة/ ۱۹۳) (پھر اگر وہ باز آجائیں، تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا کسی پر دست درازی روا نہیں)۔

۱۵- سکونت کا حق

اسلام کی نظر میں کسی شخص کو اس کے گھر بار سے بے دخل کرنا جائز نہیں۔ بنی اسرائیل کے جرائم کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے: "وتخرجون فریقاً منکم من دیارهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

......و ھو محرم علیکم إخراجھم" (البقرۃ:۸۵) (اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو...... حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا)۔

اسلام جلاوطنی کی سزا صرف مفسدوں اور باغیوں کو دیتا ہے، جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ برپا کرتے ہیں اور دین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کے لئے قرآن میں جو مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے: "أو ینفوا من الأرض" (المائدۃ:۳۳) (یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔)

۱۶- پناہ کا حق

اگر کوئی شخص کسی علاقے میں ظلم کا شکار ہو اور وہ اپنے دفاع پر قادر نہ ہو، تو اسلام اس کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کہ وہ وہاں سے کہیں اور چلا جائے اور کسی ایسے علاقے میں پناہ لے، جہاں وہ اپنی آزادی اور عزت نفس کو باقی رکھ سکے: "إن الذین توفاھم الملائکة ظالمی أنفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الأرض قالوا ألم تکن أرض اللہ واسعة فتھاجروا فیھا" (النساء:۹۷) (جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں، تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلاء تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے، فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے)؟

اسلام کے نزدیک پناہ حاصل کرنے کا یہ حق تمام لوگوں کو حاصل ہے، خواہ وہ کسی رنگ ونسل کے ہوں اور کسی مذہب کے ماننے والے ہوں: "وإن أحد من المشرکین استجارک فأجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم أبلغه مأمنه" (التوبۃ:۶) (اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے، (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کی مامون جگہ تک پہنچا دو)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق انسانی کے حدود، اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام نے انسانی حقوق کی تعیین میں اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھا ہے، وہ ہر شخص کے لئے نہ تو بے لگام آزادی کا روادار ہے اور نہ اس نے افراط وتفریط پر مبنی حقوق کا تصور پیش کیا ہے۔ اس چیز کو ملحوظ نہ رکھنے کی بناء پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور اسلام کی بعض تعلیمات کو بنیادی انسانی حقوق سے متغایر ومتصادم قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۱- اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق

کہا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں، اس میں ان کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے، انہیں حکومتی مناصب سے دور رکھا جاتا ہے اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا، کوئی انہیں قتل کر دے، تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جاتا، ان کی دیت بھی مسلمانوں کے برابر نہیں ہے۔

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے، قرآن اور سنت اس کا دستور اساسی ہے، جن لوگوں کا قرآن وسنت پر ایمان نہ ہو اور جو اس دین کو نہ مانتے ہیں، جو قرآن وسنت میں پیش کیا گیا ہے، وہ اس کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست کا نظم ونسق صحیح طریقے پر کیسے چلا سکتے ہیں؟ اس لیے انہیں اسلامی ریاست کے کلیدی مناصب کا اہل نہیں سمجھا گیا ہے۔ البتہ دیگر مناصب انہیں دیئے جا سکتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

فقہ اسلامی میں اگرچہ بعض فقہاء کی تصریحات ایسی ملتی ہیں کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کر دے، تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ لیکن بعض دیگر فقہاء کی رائے ہے کہ قصاص لیا جائے گا، ایسی ہی بحث دیت کے سلسلے میں بھی ہے، بعض فقہاء دونوں کی دیت میں فرق کرتے ہیں، جب کہ دیگر فقہاء نے دونوں کو برابر قرار دیا ہے (اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، ان کے سلسلے میں فقہاء کے اختلافات اور ان کے تجزیہ پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے "غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق‘‘ مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق اسلامی علی گڑھ طبع اول ۱۹۹۹ء بحث ’’ذمیوں کے حقوق‘‘ ص ۲۱۷-۲۵۴)۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم تمام تمدنی حقوق سے بہرہ ور ہوتے ہیں، وہ اپنے پرسنل لاء پر عمل کر سکتے ہیں، اپنے نزاعات کے فیصلے خود کر سکتے ہیں، اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں، اِن کے مال و جائداد پر کوئی دست درازی نہیں کر سکتا، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’ألا من ظلم معاهداً أو انتقصه أو كلفه فوق طاقة و أخذ شيئا بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة‘‘ (سنن ابو داؤد، کتاب الخراج والفئی والامارۃ، باب تعشیر اھل الذمۃ) (خوب اچھی طرح سن لو! جس شخص نے کسی ’’معاہد‘‘ پر ظلم کیا یا اس کی عیب جوئی کی یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام لیا اور اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے لی، تو میں قیامت کے دن اس کے خلاف رہوں گا)۔

اسلام کی نظر میں مذہب کا اختلاف ویسا ہی ہے، جیسے آج کے زمانے میں قومیتوں کا اختلاف، کوئی بھی ملک دوسرے ملک کے باشندوں کو جو عارضی طور پر وہاں رہتے ہوں، ملک کے حقیقی باشندوں کے مساوی حقوق نہیں دیتا، ملکی انتخابات میں حصہ لینے، بعض مخصوص ملازمتیں حاصل کرنے اور آزادانہ نقل و حرکت کرنے کی آزادی انہیں اسی طرح حاصل نہیں ہوتی جیسی حقیقی باشندوں کو ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح اسلام بھی بعض معاملات میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان فرق کرتا ہے۔

۲- عورت کے معاشرتی اور عائلی حقوق

اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد سے کم تر حیثیت دی ہے اور اسے بہت سے حقوق سے محروم کیا ہے، عائلی زندگی میں اسے مرد کا محکوم بنا کر رکھا گیا ہے، اسے سیاسی حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اپنا ایک مخصوص نظام معاشرت رکھتا ہے، اس کے مطابق عورت اور مرد کے معاشرتی اور عائلی حقوق وفرائض متعین کیے گئے ہیں۔اس نظام سے واقفیت کی بنا پر یہ اعتراضات کیئے جاتے ہیں۔ اسلام میں عقائد، عبادات، اخلاق، احکام الٰہی کے مکلف ہونے اور ان پر اجر پانے کے معاملے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، عورت کو مرد کے مثل تمام تمدنی حقوق حاصل ہیں، وہ ملکیت کا حق رکھتی ہے، وہ خرید وفروخت کر سکتی ہے، وہ دیگر معاملات کر سکتی ہے، اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ عہد نبوی ﷺ میں ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ لڑکی نے شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔

فطرت نے مرد وعورت کے الگ الگ کام مقرر کیے ہیں اور دونوں کو الگ الگ ذمہ داریاں دی ہیں، اسلام میں مرد وعورت کے حقوق میں بظاہر جو فرق نظر آتا ہے، وہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام نے ان کے حقوق کی تعیین میں ان کاموں اور ذمہ داریوں کی رعایت کی ہے۔

نسل انسانی کی افزائش اور پرورش کا عظیم الشان کام عورت سے متعلق ہے، اسے بہتر طریقے سے انجام دینے کے لئے اس کا مزاج جذباتی اور انفعالی بنایا گیا ہے۔ اس کے لئے اسے حیض، نفاس، حمل اور رضاع وغیرہ کے مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، یہ امور اسے نفسیاتی طور پر متاثر کرتے ہیں، ان وجوہ سے اسلام نے اسے کچھ رعایتیں دی ہیں، نظام خاندان کو چلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرنے اور روزی کمانے کا بار مرد پر ڈالا گیا ہے اور عورت کو اس سے مستثنی رکھا گیا ہے، سیاسی اور عسکری خدمات بھی اس سے متعلق نہیں کی گئی ہیں، یہ عورت کی حق تلفی نہیں، بلکہ اسے دی گئی رعایت اور سہولت ہے (اسلام میں عورت کے حقوق کے سلسلے میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان کی علمی جائزہ اور مدلل جوابات کے لئے ملاحظہ کیجئے "مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ" مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع اول، ۲۰۰۰ء)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳-ارتداد کی سزا

اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر دے اور اسکے بجائے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے یا بے دین ہو جائے، تو اسلام اسے موجب قتل گردانتا ہے، اس چیز کو عقیدہ و مذہب کی آزادی کے خلاف قرار دیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اسے جو مذہب بھی اچھا معلوم دے، اسے قبول کرے اور اگر کسی مرحلے پر اسے معلوم ہو کہ اس نے انتخاب میں غلطی کی تھی، تو اس سے رجوع کر کے کوئی دوسرا مذہب جو اسے پسند آئے، اختیار کرلے۔

اسلام نے انسانوں کو عقیدہ و مذہب کے انتخاب کی پوری آزادی دی ہے، وہ اپنے عقائد ونظریات لوگوں پر بجبر نہیں تھوپتا، بلکہ انہیں سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے جنگ کرتا ہے، جو دوسرے انسانوں پر اپنی رائے اور مرضی تھوپتے ہیں اور ان کی آزادی کی راہ میں مزاحم بنتے ہیں، وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذاہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، اور ان کے تمام بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے، لیکن وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کی دی ہوئی اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھائے اور خود اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرے، اسلام کے خلاف یہ سازش پہلے بھی رچی جا چکی ہے، عہد نبوی ﷺ میں جب اسلام روز افزوں ترقی پر تھا اور رفتہ رفتہ لوگ اس کے سایۂ عاطفت میں پناہ لے رہے تھے، بعض یہودیوں نے یہ خفیہ منصوبہ بنایا کہ پہلے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے ترک کر دیں، اس طرح لوگوں کو یہ احساس ہوگا کہ ضرور اسلام میں کچھ خامی ہے، جس کی وجہ سے ان لوگوں نے اسے قبول کرنے کے بعد پھر ترک کر دیا ہے، اس طرح قبول اسلام کی اس رفتار پر روک لگائی جا سکتی ہے: "وقالت طائفة من أهل الكتاب آمنوا بالذى أنزل على الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون" (آل عمران: ۷۲) (اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کچھ نازل ہوا ہے، اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں)۔

اسلام ارتداد کو بغاوت کے مترادف سمجھتا ہے اور باغی کے لئے ویسی ہی سزا تجویز کرتا ہے، جیسی سزا کا وہ مستحق ہے، وہ مرتد کو اسلامی ریاست کے حدود میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ اس کا وجود مستقل فتنہ کا باعث بنا رہے گا، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ کسی شخص کی جانب سے ارتداد کا اظہار ہوتے ہی اسلامی ریاست فوراً اسے قتل کر دے گی، بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا، اسکے شبہات دور کرنے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے گی، اسے غور وفکر کا موقع دیا جائے گا، لیکن اگر تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور وہ اپنے ارتداد پر اٹل رہے تو صفحۂ ہستی کو اس کے وجود سے پاک کر دیا جائے گا، کوئی بھی ریاست اپنی رعایا میں سے کسی کو اتنی آزادی نہیں دے سکتی کہ خود اس کا وجود معرض خطر میں پڑ جائے اور اس کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں (اس موضوع پر تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی)۔

۴- اسلامی حدود وقصاص

اسلام نے مختلف جرائم کی مختلف سزائیں تجویز کی ہیں، کوئی شخص کسی کو قتل کر دے، تو وہ بھی مستحق قتل ہے، زنا کرے، تو اسے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ چوری کرے، تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اسی طرح کی کچھ سزائیں ہیں، نام نہاد حقوق انسانی کے علم برداران سزاؤں کو وحشیانہ، غیر متمدن اور غیر انسانی قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ ان سزاؤں کی مخالفت کرتے اور بنیادی انسانی حقوق کی دہائی دیتے ہیں، ان کی نظر صرف ایک [redacted] پہلو پر رہتی ہے۔ وہ ہے ان مجرمین کی انسانی جان کا احترام، وہ مشورہ دیتے ہیں کہ کسی کو قتل کرنے یا اس کا ہاتھ کاٹنے کے بجائے قید کر دیا جائے یا مالی تاوان عائد کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ یہ حضرات مسئلہ کا دوسرا پہلو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ ان مجرمین کے ہاتھوں دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔

اسلام نے اس معاملہ میں عدل وانصاف کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، حدود وتعزیرات کے نفاذ میں دو امور اس کے پیش نظر رہے ہیں۔

۱- جتنا سنگین جرم ہو، اسی کے اعتبار سے سزا دی جائے: "جزاء سيئة سيئة مثلها" (الشوریٰ:۴۰) (برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔)

اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرتا ہے اور اسے زندگی کے حق سے محروم کرتا ہے، تو وہ بھی جینے کا حق کھو دیتا ہے۔ اگر کوئی کسی کو زخم پہنچاتا ہے یا اس کے کسی عضو کو تلف کرتا ہے، تو خود کو اس کا مستحق بنا لیتا ہے کہ اس کا بھی وہ عضو تلف کر دیا جائے: "يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والأنثى بالأنثى" (البقرۃ:۱۷۸) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے، آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے، اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے)، "وكتبنا عليهم فيها أن النفس بالنفس والعين بالعين والأنف بالأنف والأذن بالأذن والسن بالسن والجروح قصاص" (المائدۃ:۴۵) (توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، کان کے بدلہ کان، دانت کے بدلہ دانت اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ)۔

۲- وہ سزا ایسی ہو، جس سے دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ہزار بار سوچیں کہ اگر انہوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو انہیں بھی ایسے ہی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قرآن کریم نے چوری کی سزا بیان کرتے ہوئے ان دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے: "السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالاً من الله"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(المائدۃ:۳۸) (اور چور خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا)۔

اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے بظاہر ایک شخص کی حق تلفی اور ایک جان کا ضیاع ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ بے شمار انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور بے شمار زندگیوں کے تحفظ کا ضامن ہے: "ولکم فی القصاص حیاۃ یا أولی الألباب" (البقرۃ:۱۷۹)(عقل وخرد رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے)۔

خاتمہ

گزشتہ سطور میں اسلام میں حقوق انسانی کے سلسلے میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں صرف اصولی باتیں پیش کی گئی ہیں، کتب فقہ میں ان میں سے ہر نکتہ پر تفصیلات اور جزئیات موجود ہیں، یہ اصول صرف خوش نما نظریات کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ صدیوں تک ان پر عمل ہوتا رہا ہے اور اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ تمام انسان ان سے متمتع ہوتے رہے ہیں۔ تاریخ میں اگر بعض حکمرانوں نے ان حقوق میں سے بعض کو پامال کیا ہے یا ان کے تحفظ میں کوتاہی کی ہے تو یہ ان کا جرم یا قصور ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اس میدان میں اسلام کو نہ صرف یہ کہ سبقت حاصل ہے، بلکہ اس کے نزدیک حقوق انسانی کا تصور اس سے کہیں زیادہ جامع ہے، جس کا آج ڈھنڈھورا پیٹا جا رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراجع

اس مقالہ میں قرآن کریم اور کتب احادیث کے علاوہ درج ذیل ثانوی مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔ بعض دیگر کتب کے حوالے حواشی میں دے دیے گئے ہیں۔

۱ -حقوق الإنسان بين تعاليم الإسلام وإعلان الأمم المتحده، محمد الغزالی، المكتبة التجارية مصر، الطبعة الأولى، ۱۹۶۳ء

۲ - الإسلام و حقوق الإنسان، محمد عبد المنعم خفاجی، مطبعه فؤاد حلمي مصر، الطبعة الأولى، ۱۹۵۱ء

۳ -بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی، طبع اول، ۱۹۷۹

۴ - اسلامی ریاست، مولانا امین احسن اصلاحی، مکتبۂ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع اول، ۱۹۷۷ء

۵ -اسلامی ریاست، مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، طبع اول، ۱۹۶۲ء

۶ -تفہیمات، حصہ سوم، مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ، مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی، طبع چہارم، ۱۹۸۱ء

۷ -غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع اول، ۱۹۹۹ء

۸ -مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع سوم، ۲۰۰۰ء

۹ - مقالہ "انسانی حقوق اور اسلامی ریاست" مولانا سید جلال الدین عمری، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جلد ۱۸ شمارہ ۲، ۳، ۴، اپریل-جون- جولائی -ستمبر-اکتوبر-دسمبر ۱۹۹۹ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں شخصی آزادی

ڈاکٹر سید عبد الباری☆

اسلام وہ تنہا مذہب ہے جس نے فرد کی شخصی آزادی اور اس کے شخصی حقوق کی حفاظت واحترام کا واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے، اور اللہ کی کتاب و رسول اکرم ﷺ کے فرمودات میں بار بار اس کی تلقین کی گئی ہے کہ فرد کی عزت نفسی اور اکرام مومن کا پورا پورا لحاظ اسلامی معاشرہ اور حکومت میں لازمی طور پر کیا جانا چاہئے۔ فرد کی شخصی آزادی اور اس کے انفرادی حقوق کی سب سے بڑی ضمانت خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں دی ہے:

"تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں ویسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسی کہ حج کے اس دن کی حرمت ہے"۔

یہ الفاظ بقول مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی قیامت تک کے لئے اسلامی حکومت کی رعایا کے بنیادی حقوق کا چارٹر ہیں، اور یہ حرمت مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے شہریوں کو یکساں حاصل ہے" (چراغ راہ نظریہ پاکستان نمبر ۱۹۶۰ء ص ر ۸۳)۔

عصر رواں میں شخصی آزادی کی بے شمار لن ترانیوں کے باوجود سب سے زیادہ جو شی پامال ہو رہی ہے وہ فرد کی شخصی آزادی ہے۔ دراصل انسان کا یہ ایک اہم شخصی حق ہے کہ اس کی آزادی پر غلط طور پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے۔ اسلام ہر فرد کی شخصی آزادی کو ناقابل دست اندازی قرار دیتا ہے، اور کسی شخص کی آزادی معروف قانونی طریقہ پر اس کا جرم ثابت کئے بغیر اور اسے

☆ ایڈیٹر ماہنامہ "ملی اتحاد" نئی دہلی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفائی کا موقع دیئے بغیر سلب نہیں کی جاسکتی۔ امام خطابی اپنی کتاب معالم السنن میں حضور ﷺ کی ایک حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ''اسلام میں حبس کی دو ہی قسم ہیں: ایک حبس عقوبت یعنی عدالت سے سزا پاکر کوئی شخص قید کیا جائے، دوسرے استظہار یعنی ملزم کو بغرض تفتیش روک رکھنا۔ اس کے علاوہ حبس کی کوئی اور صورت اسلام میں نہیں۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں رقمطراز ہیں: ''کسی شخص کو محض تہمت کی بناء پر قید نہیں کیا جاسکتا۔ خود حضرت عمرؓ نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: "لا یوسر رجل فی الإسلام بغیر العدل" (یعنی اسلام میں کوئی شخص بغیر عدالتی کارروائی کے قید نہیں کیا جاسکتا)۔

اسلام نے شخصی آزادی کو جن اہم بنیادی حقوق کے ذریعہ یقینی بنایا ہے اور جن کی ضمانت فرد کو خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱- جان و مال کی حفاظت اور انفرادی ملکیت کا حق

۲- سکونت اور نقل و حرکت کی آزادی

۳- عقیدہ، فکر و خیال اور مذہب کی آزادی

۴- سعی و جہد اور پیشہ و کاروبار کی آزادی

۵- اجتماع بندی اور تنظیم بندی کی آزادی

۶- تنقید و محاسبہ کا حق

حضرت علیؓ نے خوارج کو وارننگ دی تھی کہ جب تک تم فساد نہ برپا کرو گے تمہارے خلاف لڑائی کی ابتدا نہ کریں گے یعنی کوئی گروہ جو خیالات چاہے رکھے اور پرامن طریقہ سے جس طرح چاہے اپنے خیالات کا اظہار کرے اسلامی مملکت اس کو نہیں روکے گی، البتہ وہ اپنے خیالات زبردستی کے ساتھ کسی پر ٹھونسنے کی کوشش کرے گا تو اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔

فرد کی شخصی آزادی کو اس وقت تک یقینی نہیں بنایا جاسکتا جب تک کہ اسے مکمل مساوات کا حق حاصل نہ ہو۔ وہ مساوات جسے اسلامی تہذیب نے قائم کرکے اور برت کر دنیا کے سامنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کیا اور جس کی بے شمار مثالیں حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ دور اول میں شخصی آزادی کا یہ عالم تھا کہ ایک حبشی کو اپنے علم وفضل اور تقوی کی بناء پر ایک قریشی پر فوقیت حاصل ہوتی تھی۔ چوتھی صدی ہجری میں مصر کے حکمراں کافور اخشیدی اس کی روشن مثال ہیں۔ علم وفکر کی دنیا میں تاریخ اسلام میں ان گنت حبشی علماء بلند ترین مراتب پر فائز نظر آتے ہیں۔ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی (متوفی ۷۶۲ھ) صاحب ''نصب الرایۃ'' اور عثمان بن علی زیلعی شارح کنز الدقائق اس کی روشن مثال ہیں۔ مغرب کی جاہلانہ تہذیب مساوات کی ہزارہا دہائی کے باوجود خود اپنے معاشروں میں مساوات نہ قائم کرسکی، اس لئے کہ انسان، انسان کو رنگ ونسل اور زبان وتہذیب کے اختلافات سے اوپر اٹھ کر بھائی بھائی تصور کرنے کے لئے کوئی مضبوط بنیاد، عقیدہ اور یقین (Conviction) اس کے پاس نہیں۔ اسلام کی تہذیب ومعاشرتی نظام کی بنیاد حجۃ الوداع کے خطبہ میں حضور اکرم ﷺ کے اس اعلان پر ہے: ''کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر۔ نہ کسی گورے کو کالے پر نہ کسی کالے کو گورے پر ماسوا تقوی کے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے''۔

حضور اکرم ﷺ نے صرف مسلمانوں ہی کو نہیں دنیا کے تمام انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)۔

چنانچہ اسلامی تاریخ میں خلافت راشدہ اور بعد کے ادوار میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ غیر مسلم اور مسلم غلام وآقا، عام شہری اور حکمراں، غریب وامیر کے درمیان انصاف کے معاملہ میں کوئی تفریق نہیں برتی گئی۔ تاریخ اسلام میں حضور اکرم ﷺ کے یہ الفاظ روشن حروف میں آج بھی دنیائے انسانیت کے لئے رہنما ہیں جو آپ نے قریش کی ایک عورت کے چوری میں ماخوذ ہونے اور حضرت اسامہؓ کے اسے معاف کرنے کی سفارش پر ارشاد فرمائے تھے۔

''تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ کم درجہ کے لوگوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو قانون کے مطابق سزا دیتی تھیں، اور اونچے درجہ کے لوگوں کو چھوڑ دیتی تھیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی ایسا کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا (بخاری ومسلم)۔

اسلام نے فرد کی شخصی آزادی کی خاطر انسانوں اور انسانوں کے درمیان کھڑی دیواروں کو منہدم کر دیا۔ چنانچہ انسانوں کی غلامی کی مکروہ روایت جو صدیوں سے بڑی بڑی سلطنتوں اور تہذیبوں کی پشت پناہی سے پوری دنیا میں چھائی ہوئی تھی، دھیرے دھیرے اس طرح ختم کیا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں آقا و غلام برابر آکر کھڑے ہو گئے، اور غلام کو آزاد کرنا اور اپنے برابر کا درجہ دینا ایک فضیلت، نیکی اور شرف کا اقدام تصور کیا جانے لگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بے شمار غلام اسلامی مملکت کے بلند ترین مناصب تک پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ کو جب مکہ کے گورنر نافع بن الحارث نے بتایا کہ میں آزاد کردہ غلام ابن البری کو اپنا نائب مقرر کر کے آیا ہوں تو آپ نے ان کی صفات سنیں اور پھر خوش ہو کر فرمایا: "کیوں نہ ہو ہمارے نبی ﷺ فرما گئے ہیں کہ اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بعض کو اوپر اٹھائے گا اور بعض کو نیچے گرائے گا" (اسلامی مساوات: محمد حنیف اللہ پھلواری ادارہ تحقیق کراچی ۱۹۷۱)۔

اسلام میں انسان کی شخصی آزادی کا سب سے واضح دوٹوک اور بے مثال اعلان خود قرآن حکیم کی اس آیت میں کیا گیا ہے: "ما كان لبشرٍ أن يؤتيه الله الكتاب و الحكم والنبوة ثم يقول للناس كونوا عبادا لي من دون الله ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون" (آل عمران:۷۹) (کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے غلام بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ ربانی (خدا کے غلام) بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔)

اسلام فرد کی شخصی آزادی کے بارے میں اس قدر حساس ہے کہ وہ فرد کی اہانت یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقوبت کسی طرح بے وجہ گوارا نہیں کرتا، اور بقول محمد صلاح الدین اسلام کا اندازہ فکر اس معاملہ میں یہ ہے کہ سزا سے حتی الامکان گریز کیا جائے اور اسباب وشواہد سزا کے لئے نہیں، بلکہ برأت کے لئے ڈھونڈھے جائیں (بنیادی حقوق ۲۵۴، مکتبہ اسلامی دہلی)۔

اس ضمن میں وہ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جس طرح ممکن ہو مسلمانوں (یعنی عام شہریوں) کو سزا سے بچاؤ۔ کوئی گنجائش بھی نکلتی ہو تو انہیں چھوڑ دو۔ یہ بات کہ امام (حکومت) کسی شخص کو چھوڑ دینے میں غلطی کر جائے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اس کو سزا دینے میں غلطی کر جائے (ترمذی) اور ''جب تک بچانے کی کوئی راہ مل رہی ہو اس وقت تک لوگوں کو سزا سے بچاؤ'' (ابن ماجہ)۔

اسلام فرد کے شخصی وقار واحترام کے معاملہ میں مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں کرتا اور غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کی اسلامی ریاست میں شخصی آزادی کی ضمانت دی جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبدالکریم زیدان'' اس سلسلہ میں فقہا نے اصول کو یوں بیان کیا ہے: "لهم مالنا وعليهم ما علينا" یعنی ان کے حقوق وہی ہیں جو ہمارے حقوق ہیں اور ان کی ذمہ داریاں اور ہماری ذمہ داریاں بھی ایک جیسی ہیں (اسلام میں ریاست اور فرد کا مقام/۱۰۰)۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ قول بھی اس موقع پر فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی ذمی کو ایذا دی تو میں اس کے خلاف کھڑا ہوں گا اور جس کے خلاف میں دنیا میں کھڑا ہوا قیامت کے روز بھی کھڑا ہوں گا'' (الجامع الصغیر للسیوطی ۲/۴۷۳)۔

اسی طرح اسلام ہر مسلک و مذہب کے افراد کے عقیدہ وعبادت کے سلسلہ میں شخصی آزادی کا پورا احترام کرتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اسلام کسی شخص کو اپنا عقیدہ تبدیل کرنے اور اسلام کی شاہراہ اپنانے پر مجبور نہیں کرتا۔ قرآن حکیم کی واضح آیت اس معاملہ میں رہنما ہے: "لا إكراه في الدين، قد تبين الرشد من الغي" (دین میں کوئی جبر واکراہ نہیں، بے شک ہدایت کو گمراہی سے الگ کر کے واضح کر دیا گیا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اس ضمن میں زیلعی کی شرح کنزالدقائق کا حوالہ دیتے ہیں جس میں حضرت امام شافعی کے اس موقف کا ذکر ہے کہ غیر مسلم میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے پر بہتر ہے کہ مسلمان ہونے والا اپنے دوسرے ساتھی کے روبرو اس کا اظہار بھی نہ کرے، کیونکہ اس طرح کا اظہار اس کے دین کے ساتھ ایک طرح کا تعرض ہے جب کہ ان کی حفاظت کا ذمہ لیتے وقت یہ عہد کیا گیا تھا کہ ہم اس طرح کا کوئی تعرض نہیں کریں گے (اسلام میں ریاست اور فرد کا مقام/ ۱۰۴)۔

اس سلسلہ میں تاریخ اسلام سے بے شمار حوالے دیئے جا سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ اہم وہ خط ہے جو آنحضور ﷺ نے اہل نجران کے نام لکھا تھا: "نجران اور اس کے ملحقہ علاقوں کے لئے ان کے مالوں، مذہب، عبادت گاہوں اور ان کی تمام ملکیتوں کی حفاظت کے لئے اللہ کی پناہ ہے اور محمد ﷺ کی طرف سے ذمہ لیا جاتا ہے" (بحوالہ کتاب الخراج۔ امام ابو یوسف/ ۹۱)۔

اسلام فرد کی شخصی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی نجی زندگی میں کسی کو تاک جھانک کی اجازت نہیں دیتا اور اسلامی ریاست میں فرد کو تخلیہ کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ سورۂ نور میں اللہ تعالی کا واضح فرمان ہے: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو...... اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے"۔

اسلام میں یہ بات کسی فرد پر ظلم کے مترادف ہے کہ اس کے گھر میں دست درازی اور مداخلت کی جائے۔ انسان کا مکان دراصل اس کی ذاتی زندگی کا مرکز ہوتا اور اس میں مداخلت بے جا اس کی شخصی آزادی کو سلب کرنے کے ہم معنی ہے۔

عصر حاضر میں شخصی آزادی کے سلسلہ میں آزادی اظہار رائے کا بہت ذکر کیا جاتا ہے۔ مغرب فرد کو اس معاملہ میں آزادی مطلق عطا کرنے کا قائل ہے اور ہوائے نفس کے ہاتھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں زندگی کی لگام سونپ دینا انسان کے شخصی حقوق کا تقاضا قرار دیتا ہے۔ اسلام ہر اس شی کو جو فرد کے اخلاقی وروحانی وجود کے لئے مضر ہے، اس کے شخصی حقوق کے دائرہ سے خارج قرار دیتا ہے، مثلاً شراب کہ انسان کے لئے زہر سے زیادہ مہلک ہے مگر نفس کو بے حد مرغوب، لیکن شخصی آزادی کے نام پر شراب نوشی کی اجازت نہیں دیتا۔ یا یورپ کے بدمست معاشرہ سے متاثر ہو کر اگر مطلق جنسی آزادی کا مطالبہ فرد کی جانب سے ہو تو اسے بھی شخصی حقوق کے دائرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام میں شخصی حقوق کے لئے فرد اور معاشرہ کے اندر ایسی خوبیاں پروان چڑھائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان کا حصول آسان ہو سکے۔ معاشرہ میں عام فضا اگر خیر خواہی تعاون، اشتراک عمل اور بھائی چارہ کی ہوتی ہے، ہر شخص اپنے بھائی کے لئے وہی چاہتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، غیبت، چغل خوری، کینہ پروری، سوء ظن، بے جا حرف گیری سے سب کنارہ کش رہتے ہیں، اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور برائیوں سے ایک دوسرے کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو یقیناً ایسی معاشرتی فضا قائم ہوتی ہے جہاں فرد کی شخصی آزادی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، اور اس کے شخصی حقوق کو کوئی گزند نہیں پہنچتی۔ چنانچہ دین کو خیر خواہی کہا گیا ہے اور قرآن میں واضح ہدایت ہے: ''تم دوسروں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کیا ہے اور زمین میں فساد پھیلانے کے آرزومند نہ بنو بیشک اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (سورۂ قصص:۷)۔

اسلام فرد کو شخصی آزادی کا سچا شعور بھی عطا کرتا ہے اور اس کی حفاظت اور اس کی فضیلت کا احساس بھی بیدار کرتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنے ایمان وعقیدہ کی روشنی میں اپنی آزادی ووقار کا نگراں ہوتا ہے، اسے کوئی بھی طاقت اس کے حقوق سے محروم کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ حجاج بن یوسف جیسے سنگ دل حکمراں نے کسی شخص سے اپنے بھائی محمد بن یوسف کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو بڑا خراب آدمی ہے، اللہ اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام کی سرتابی میں یکتا ہے۔ حجاج نے کرخت آواز میں غضبناک ہو کر کہا "کم بخت تجھے معلوم نہیں وہ میرا بھائی ہے"۔ اس شخص نے نہایت اطمینان سے جواب دیا، ہاں! جانتا ہوں مگر کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ میرا رب ہے اور وہ خدا کی قسم مجھے اس سے زیادہ محبوب و مطلوب ہے جتنا تجھے تیرا بھائی" (اسلامی جمہوریت رئیس احمد جعفری لاہور)۔

شخصی آزادی کے سلسلہ میں اسلام نے آزادی اظہار رائے کو جس قدر اہمیت دی ہے اور حکمرانوں کے احتساب کی جو روشن روایت قائم کی ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اگر کسی مسلم حکمران نے اس آزادی پر روک ٹوک لگائی تو فرد اور معاشرہ کی اخلاقی قوت ابھر کر سامنے آئی۔ خلفائے راشدین نے اس آزادی پر قدغن لگانے کی کسی بھی کوشش کو ناکام بنادیا۔ حضرت عمرؓ نے مصر کے گورنر عمرو بن العاص کے بیٹے کو ایک معاملہ میں زیادتی پر طلب فرمایا اور تقاضائے عدل پورا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: "اے عمرو! تم لوگوں نے انسانوں کو کب سے اپنا غلام بنالیا؟ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا" (عمر بن خطاب۔ طنطاوی ر ۱۸۷، مترجم عبدالصمد صارم لاہور ۱۹۷۱ء)۔

ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کی آزادی اور حق اسلام ہر انسان کو عطا کرتا ہے یہاں تک کہ اگر اضطراری حالت میں ظالم کے حق میں کسی فرد کی زبان سے برے الفاظ ادا ہونے لگیں تو اللہ کے نزدیک یہ بھی قابل معافی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے انسان کی شخصی آزادی کا خود اس قدر پاس و لحاظ فرمایا کہ لوگوں کے کھر درے طرز عمل پر ان کی کوئی گرفت نہیں کی۔ ایک بار آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، کسی نے کہا: "تقسیم غنیمت مرضی الٰہی کے خلاف ہوئی ہے"۔ اگرچہ یہ بات سخت تھی، مگر آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔ کسی اور کی آواز آئی: "آپ ﷺ نے عدل سے کام نہیں لیا"۔ فرمایا: "اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا"۔ پھر کہنے والے سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ حضرت زبیر اور ایک انصاری کا کوئی معاملہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیر کے حق میں فیصلہ کر دیا انصاری نے غصہ میں آ کر کہا: "اپنے پھوپھی زاد بھائی کے حق میں فیصلہ کر دیا"۔ آپ ﷺ نے اس گستاخی سے درگزر کیا اور کچھ نہ فرمایا (کتاب الخراج- امام ابو یوسف ر ۵۳)۔

اسلام نے شخصی آزادی کی سرحدیں اس قدر وسیع کر دیں کہ عہد خلافت میں اگر کسی نے خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی حتی کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا تو اس سے بھی کوئی تعارض نہیں کیا گیا۔ حضرت سعد بن عبادہ انصاری نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور نہ حضرت عمرؓ کے۔ وہ نہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے، نہ ان کی امامت میں جمعہ ادا کرتے، نہ حج کرتے۔ ابن قتیبہ نے ان کے متعلق لکھا ہے: "ان کو اگر کچھ لوگ مل جاتے تو وہ ارباب اقتدار پر ہلہ بول دیتے۔ وہ اپنے اس رویہ پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو وہ شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی" (اسلامی ریاست۔ امین احسن اصلاحی ر ۲۱)۔

ان کی اس روش کے باوجود حضرت ابوبکر نے ان پر کوئی پابندی عائد نہ کی اور نہ حضرت عمرؓ نے۔ اس لئے کہ انہوں نے عملاً کوئی باغیانہ اقدام نہیں کیا جس سے ریاست کے وجود کو خطرہ لاحق ہوتا۔ حضرت عمر نے آزادی اظہار رائے کی شخصی آزادی کو اس قدر پروان چڑھایا کہ ایک شخص راہ چلتے یا بھری مجلس میں یا بر سر منبر جہاں چاہتا آپ کو ٹوک سکتا تھا اور آپ اس کی بات پر پوری توجہ دیتے۔ اپنے جسم کی دو چادروں کا حساب آپ نے بھرے مجمع میں دیا اور تحدید مہر کا فیصلہ کھلے اجلاس میں واپس لیا۔ حضرت عمرؓ کو لوگ سر راہ ٹوکتے تھے اور آپ اس کا برا نہ مانتے تھے اور کہتے تھے: "انہیں مت روکو یہ لوگ اگر ہم سے ایسی بات کہنا چھوڑ دیں تو پھر ان کا فائدہ ہی کیا" (کتاب الخراج ر ۵۲ بحوالہ بنیادی حقوق۔ صلاح الدین)۔

آزادی رائے کی اجازت کے باوجود اسلام نے اس کی کچھ اخلاقی حدود بھی مقرر کی ہیں۔ اس حق کے استعمال میں نیت کی پاکیزگی اور خلوص کی شرط ہے۔ پھر اگر یہ آزادی انسان کی اپنی ذات کی نمائش اور تکبر کے اظہار کا ذریعہ بن جائے اور کوئی شخص دوسروں کے عیب گنانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کا پروپگنڈا کرنے کو اپنا شعار بنا لے تو دوسرے شخص کو بھی اپنی عزت و وقار کے تحفظ کا قانونی و اخلاقی حق حاصل ہے۔ اسلام فرد کی شخصی آزادی اگر اس کے لئے اور معاشرہ کے لئے فتنہ بننے کا سبب ہو تو اسے پسند نہیں کرتا، زندگی، بنیادی عقائد اور اقدار پر تیشہ زنی یا دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کی اجازت نہیں دیتا۔ شخصی آزادی اس مرحلہ میں آکر داخل ہو تو وہ معاشرہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے عذاب بن جاتی ہے، اور اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ معاشرہ کو اس عذاب سے محفوظ رکھا جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام نے فرد کی شخصی آزادی کے سلسلہ میں اعلی درجہ کی انسان دوستی، رواداری اور فراخ دلی کا ثبوت دیا ہے اور اس معاملہ میں مومن و کافر کی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ مسٹر ولز کے الفاظ میں " اسلامی تعلیمات نے دنیا کے اندر منصفانہ اور شریفانہ طرز عمل کے لئے عظیم روایات چھوڑی ہیں اور وہ لوگوں میں شرافت اور رواداری کی روح پھونکتی ہیں۔ ان کے ذریعہ ایسی سوسائٹی وجود میں آئی جس میں اس کے پیشتر کی ہر سوسائٹی کے مقابلہ میں سنگ دلی اور اجتماعی ظلم کم سے کم رہا ہے۔ اسلام نرمی، رواداری، خوش اخلاقی اور بھائی چارہ سے معمور ہوا ہے (بحوالہ اسلامی تہذیب۔ ڈاکٹر مصطفی سباعی ر ۹۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں حقوقِ انسانی

مولانا مفتی محبوب علی قادری وجیہی ☆

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمانے کے بعد ان کے حقوق کی نگہبانی فرمائی ہے، ماں باپ، بہن بھائی، شوہر و بیوی، اولاد، آس پڑوس، عزیز و اقارب، اہل شہر، اہلِ ملک، حاکم و محکوم، آقا و غلام وغیرہ کے حقوق کی درجہ بندی فرمائی ہے، ابتداء آفرینش سے یہ نظام قائم ہے، وہ بندے جو اللہ کی ہدایت سے نبیوں کے ذریعہ جڑے رہے، انہوں نے ان حقوق کی ادائیگی میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی، لیکن وہ بندے جو شیطان کے ورغلانے سے اللہ کی ہدایت سے روگردانی کرتے ہیں وہ ان معاملات میں اپنی عقل سے فیصلے کر کے قانون بناتے ہیں، عقلِ انسانی ناقص اور کمزور ہے اور نہ اسے آئندہ کی خبر ہے، وہ رسم و رواج وہم و گمان کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہے، اس لئے بسا اوقات اسکے بنائے ہوئے قانون غلط اور قانون الٰہی کے خلاف ہوتے ہیں، اقوامِ متحدہ ہو یا کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے ممالک، انکے بنائے ہوئے حقوق انسانی کے قانون ہوں یا دیگر معاملات سے متعلق ہوں، اکثر و بیشتر حقوق اللہ سے متصادم ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمہید میں اقوامِ متحدہ کے منشور کے جو حوالے دیے ہیں ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو اسلام کی روشنی میں اللہ کے بیان کردہ حقوقِ انسانی کے خلاف ہیں۔ مثلاً اس میں ہے کہ بالغ مرد و عورت کو بغیر کسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے کا حق ہے، مرد و عورت کو نکاح اور ازدواجی زندگی نیز نکاح کو فسخ کرنے کے

19208

☆ مفتی مدرسہ جامع العلوم فرقانیہ مستن گنج، رام پور، یو پی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں، اس میں کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا دوسرے مذہب کے مرد یا عورت سے نکاح کر سکتا ہے، یہ بات سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں نص صریح ہے: "ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یؤمن الخ،" اہل کتاب کی عورت سے مسلمان مرد کو نکاح کی اجازت ضرور ہے، لیکن مسلمان لڑکی کا نکاح اہلِ کتاب مرد سے منع ہے۔ نسل اور قوم کی شرط افضلیت اور گھریلو نظام کی بہتری کیلئے ہے، ہاں اپنے مذہبی طور طریقہ پر عبادت کرنے کی اسلام میں اجازت ہے۔ نیز نکاح بالغ عورت کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا، لیکن اسے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور خلع کا حق گو عورت کو دیا ہے، مگر اس میں بھی حاکم یا پنچایت کی طرف عورت کا رجوع کرنا اور شوہر کا قبول کرنا شرط ہے، البتہ بعض مخصوص حالات میں حاکم یا پنچایت کو بھی نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

۱- اسلام کے اندر آزادی رائے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا عمل شریعت کے خلاف ہو، یا اس سے کسی کی دل آزاری پیدا ہوتی ہو، یا کسی کا حق تلف ہوتا ہو، یا کسی پر ظلم ہوتا ہو، تو اس کو بلا خوف بیان کر دیا جائے، ایسی ہی مذہب کی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ اگر خود قوتِ اجتہاد رکھتا ہو اور اس کے شرائط پر پورا اُترتا ہو تو قرآن وحدیث میں غور کر کے جو رائے بنے اس پر عمل کرے اور اگر اس مرتبہ پر نہ ہو تو کسی امامِ برحق کی تقلید کرے۔ مذہب کی آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو دل میں آئے سو کرے، اور کبھی یہ دین اختیار کرے اور کبھی وہ دین اختیار کرے۔

۲- گھر کا نظم اور بچوں کی تربیت کھانے پینے وغیرہ میں مرد وعورت کے مساوی حقوق ہیں، لیکن مرد کو حاکم کی حیثیت حاصل ہے، کسی اختلافی مسئلہ میں عورت کو شوہر کا ہی فیصلہ ماننا پڑے گا، بیوی کے فرائض میں یہ بات ہے کہ شوہر کے گھر میں رہے، اس کی بلا اجازت کہیں نہ جائے، اسکی بلا اجازت گھر میں کسی شخص کو آنے کی اجازت نہ دے، اس کے مال کی اور اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرے، بچوں کی اچھی تربیت کرے، مسلمان ہو تو بچوں کو دین کی باتیں سکھائے، شوہر کا حق یہ ہے کہ بیوی کے رہنے کے لئے مکان مہیا کرے، اس کو کھلائے پہنائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسب حیثیت، اس کا علاج ومعالجہ کرے، اس سے محبت وشفقت سے پیش آئے، اس کی معمولی کوتاہیوں کو نظر انداز کرے، گھریلو معاملات میں اس سے بھی مشورہ کرے اور اس کے اچھے مشوروں کو مانے۔

۳-اسلامی ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں وہ حدیث حرف آخر ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "أموالهم كأموالنا ودمائهم كدمائنا وأعراضهم كأعراضنا" یہ حدیث اپنے مفہوم کے اعتبار سے تمام حقوق کو شامل ہے۔

۴-حدود وقصاص کے معاملہ میں یورپ یقیناً بہت شد ومد سے اسلام پر کیچڑ اچھالتا ہے، ہمیشہ فرد کے نفع یا نقصان کے مقابلہ میں جماعت اور ملکی انتظام کو فوقیت دی جاتی ہے، اسلامی سزاؤں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دوسروں کے لئے عبرتناک ہیں، اور جرائم کو روکنے والی ہیں، اسلام کی سزاؤں پر اعتراض کرنے والے امریکہ اور اس کے ہم نوا انسانی حقوق کی دنیا میں دھجیاں اڑا رہے ہیں، وہ انہیں نہیں دیکھتیں؟ فلسطین میں اسرائیل نے امریکہ اور برطانیہ کی حمایت میں کیا کچھ ظلم عربوں پر نہیں ڈھایا ہے، عراق کی جنگ کو چودہ سال ہوگئے وہاں پر اب تک ہوائی حملوں کا سلسلہ جاری ہے اور ہر قسم کی پابندی لگی ہوئی ہے، کیا یہ انصاف ہے؟ الغرض کوئی اسلامی سزا حقوقِ انسانیت کے خلاف نہیں ہے۔

۵-آزادی ثقافت کے نام پر کسی بھی بے حیائی اور فحاشی ومنکرات کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

الف-حقوقِ انسانیت کے مثبت پہلو اوپر کی تحریر میں آگئے، اور قرآن کریم کی یہ آیتِ کریمہ اس کے لئے جامع ہے: "إن الله يأمر بالعدل والإحسان الخ"۔

ب-تجاویز سے کچھ نہیں ہوتا ہے جب تک اس پر عمل نہ ہو، عمل کرانے والی طاقت حکومت کی ہوتی ہے، یقیناً ہر اسٹیٹ میں سب کو جان ومال، عزت وآبرو، مذہب وعقیدے کا تحفظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور ملنا چاہئے، ہر اسٹیٹ کے باشندے کو معاشی انصاف ملنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ امیر امیر تر ہوتا چلا جائے اور غریب کو نانِ شبینہ بھی ہاتھ نہ آئے، مرد و عورت کو جو مساوی حقوق دیئے گئے ہیں اور اس میں عورتوں کی فطرت اور مردوں کی حیثیت کو نظر انداز کیا گیا ہے، اس کی اصلاح ہونا چاہئے۔

ج۔ آج کل چھوٹی اور بڑی جو جنگیں ہوتی ہیں، ان کا مقصد اپنے سیاسی فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے، اس میں حق ناحق کا کوئی سوال نہیں ہے، آج کل جنگ کے مقاصد کسی بھی صورت سے اپنے مخالفین کو تباہ و برباد اور تہس نہس کر دینا، اپنا رعب و داب قائم کرنا تا کہ اپنی من مانی کر سکیں، آلاتِ حرب انتہائی مہلک، دل سوز، ہیبت ناک نئے نئے طریقے سے ایجاد کرنا جیسے ایٹم بم بلا لحاظ اس کے کہ فوج کے علاوہ پبلک کے بے قصور آدمی کتنے مارے جاتے ہیں، اور کتنے ناکارہ ہو جاتے ہیں، اسلام نے جہاد جاری کیا ہے لیکن اس کا مقصد امن و امان قائم کرنا، ایک خدا کے جھنڈے تلے سب کو جمع کرنا اور حقیقی خالق کے حکم پر چلنے کے لئے آمادہ کرنا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ سے جب جہاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "جو محض اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے کیا جائے وہ جہاد ہے"، آپ نے دیکھا اس میں لذتِ نفس یا ملک کا اضافہ یا سیاسی فوائد حاصل کرنے کا وجود دور دور تک نہیں ہے، جب دشمن اسلام یا مسلمانوں کے مٹانے کے لئے جنگ سے کام لیتا ہے تب اس کے مقابلہ پر اسلام جہاد کا حکم دیتا ہے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں جتنی جنگیں ہوئیں، وہ ایران اور روم کی جو اسلام کو مٹانے کے لئے تلے ہوئے تھے، مدافعت کے لئے ہوئیں، اسلامی جہاد کے شرائط میں سے یہ ہے کہ جو جنگ میں مقابلہ کر رہا ہے اسی کو قتل کیا جائے گا، کسی عورت یا بچہ یا معذور یا عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوئے دنیا سے کنارہ کش لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا، جہاد کیلئے ایک حاکم بھی ہو جس پر سب کا اجتماع ہو، پُر سکون اور پُر امن آبادیوں سے نہ بولا جائے، مسلم بنی بنائی حکومت کے خلاف اگر کوئی مسلمان جنگ چھیڑتا ہے، تو یہ باغی ہے، اور اس سے مقابلہ کیا جائے، اور اس کی بغاوت کو فرو کیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محور دواز دہم، جنین کے حقوق

جنین اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اور ہر نعمت کی حفاظت اور اس کا صحیح محل پر استعمال ضروری ہے، قرآن کریم کے عموم اور بعض حدیث مبارک سے ہم کو یہ روشنی ملتی ہے، بلا اجازت شرعی اس کا ضائع کرنا جائز نہیں، طبی ہدایات کے مطابق جنین کی حفاظت اس کے سرپرستوں پر لازم ہے، وہ غذائیں حاملہ عورت کو کھلانا، پلانا جو عورت کی صحت کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں، اور ان کو استعمال کرانا لازم ہے، ایسے ہی جنین کی حفاظت اور نشو ونما کے لئے جو دوائیں اور غذائیں ضروری ہیں، ان کا عورت کو استعمال کرانا ضروری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرحلہ میں اس کی مناسبت سے جو غذا، دوا، پرہیز، احتیاط سمجھدار ماہرین فن طب تجویز کریں، بقدر استطاعت اس کا عمل میں لانا ضروری ہے، جب تک بچہ میں جان نہیں پڑی ہے اس وقت تک ضرورتاً اجازت شرعی کے ساتھ اسقاط جائز ہے، اور آزاد عورت سے اجازت کے بعد عزل جائز ہے، اور جدید عارضی رکاوٹیں میرے نزدیک عزل کے حکم میں ہیں، البتہ جان پڑنے کے بعد اسقاط جائز نہیں، اگر بچہ کی ماں کی جان کو اس کے وجود سے خطرہ ظنِ غالب کی حد تک ہے، تو اسقاط جان پڑنے کے بعد بھی جائز ہے، کیونکہ بچہ کے وجود کا قیام ابھی مظنون ہے، اور عورت کا وجود یقینی ہے، رحمِ مادر کے باہر جنین کی نشو ونما غیر فطری ہے، اور قدرت نے رحمِ مادر میں جو نشو ونما کا نظام بنایا ہے اس سے بھی محرومی ہے، اور آئندہ صحت کے لئے بھی یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہے، یہ اس صورت میں ہے جب مادۂ تولید شرعاً جائز طور سے حاصل کیا گیا ہو، اور اگر مادۂ تولید شرعی حیثیت سے حاصل نہیں کیا گیا ہے، تو وہ بہر حال حرام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں تصور حریت اور اس کے حدود

مولانا راشد حسین ندوی ☆

اسلام سے پہلے حقوق انسانی اور آزادی فکر ونظر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اسلام کی آمد سے قبل عرب کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عربی معاشرہ مختلف طبقات اور الگ حیثیت کے خاندانوں اور گھرانوں پر مشتمل تھا، ایک خاندان دوسرے خاندان سے اپنے کو بلند و برتر سمجھتا تھا، ایک طبقہ پیدائشی آقاؤں کا تھا، ایک طبقہ کم حیثیت لوگوں کا، جس سے بیگار لیا جاتا اور کام پر لگایا جاتا''

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر / ۶۲)۔

طبقات کے اس درجہ تفاوت کے ساتھ حقوق انسانی کا جو حال رہا ہوگا، اور فکر ونظر کی جو آزادی رہی ہوگی اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے، جس معاشرہ میں ایک کو دوسرے کے ساتھ بیٹھنے اور ایک کام چھوڑ کر دوسرا کام اختیار کرنے کی آزادی نہ ہو، بھلا اس معاشرہ میں فکر ونظر کی آزادی کا کیا سوال؟

اسلام نے طبقاتی نظام کی جڑ کاٹ دی

اس طرح کے ماحول میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے محسن انسانیت، رحمت للعالمین ﷺ کو مبعوث فرمایا، طبقاتی تفاوت، اونچ نیچ، خاندانی عصبیت اور قبائلی تفاضل کا یک لخت خاتمہ کر دیا

☆ مدرسہ ضیاء العلوم میدانپور، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا، صاف اور واضح اعلان کر دیا گیا کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں، لہٰذا سب کا درجہ مساوی ہے، عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، ایک ملک کے باشندہ کو دوسرے ملک کے باشندہ پر، امیر کو غریب پر، آقا کو غلام پر بالذات کوئی فضیلت نہیں، معیار فضیلت تقوی ہے، رنگ، زبان، قبیلہ ہرگز معیار فضیلت نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا: "یأیها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساءً" (نساء:۱) (لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دئے)۔

اور نبی آخرالزماں محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: "أیها الناس! ألا إن ربکم واحد، وإن أباکم واحد، ألا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی، ولا لأحمر علی أسود ولا لأسود علی أحمر إلا بالتقوی" (مسند أحمد، ۵/۴۱۱)۔

تمام بنی نوع انسانی معزز ومحترم ہے نیز سب کو یکساں بنیادی حقوق حاصل ہیں

دوسرے تمام معاشروں کے برعکس اسلام نے اعلان کیا کہ تمام بنی نوع انسانی انسان ہونے کے ناطے بلا استثناء مکرم ومحترم ہے۔ ارشاد ہے: "ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا" (بنی إسرائیل:۷۰) (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی)۔

جان کی حفاظت

بنیادی انسانی حقوق میں جان کے تحفظ کو اولیت حاصل ہے، لہٰذا اس کی رعایت کی تاکید بار بار کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ ارشاد ہے: "من قتل نفسا بغیر نفس أو فساد فی الأرض فکأنما قتل الناس جمیعاً، و من أحیاها فکأنما أحیا الناس جمیعاً" (مائدہ:۳۲) (جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے، یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا، اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "ولا تقتلوا النفس التی حرم الله إلا بالحق" (بنی اسرائیل:۳۳) (اور جس جاندار کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی بہ فتوی شریعت)۔

مال کا تحفظ

اور مال کے تحفظ کو یوں مؤکد کیا گیا: "ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل" (البقرۃ:۱۸۸) (اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ)۔

عزت نفس کا تحفظ

عزت نفس کا خیال رکھنے کی تاکید اس طرح کی گئی: "یأیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسیٰ أن یکن خیرا منهن ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب" (حجرات:۱۱) (مؤمنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں، اور اپنے (مؤمن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو)۔

اور حجۃ الوداع کے خطبہ میں جان، مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کو نہایت تاکیدی الفاظ میں محسن انسانیت ﷺ نے یوں بیان کیا: "عن أبی بکرۃ أن رسول الله ﷺ خطب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس، فقال: ألا تدرون أی یوم هذا؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: حتی ظننا أنه سیسمیه بغیر اسمه، فقال:ألیس بیوم النحر؟ قلنا: بلی یا رسول الله! فقال: أی بلد هذا؟ ألیست بالبلدة الحرام؟ قلنا: بلی یا رسول الله! قال: فإن دمائكم وأموالكم وأعراضكم وأبشاركم علیكم حرام كحرمة یومكم هذا فی شهركم هذا فی بلدكم هذا" (بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ "لا ترجعوا بعدی كفارا یضرب بعضكم رقاب بعض) (حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور پوچھا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ کون سا دن ہے؟، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہاں تک ہمیں گمان ہوا کہ آپ ﷺ اس کا دوسرا نام رکھ دیں گے، پھر فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں (یوم النحر ہی ہے)، پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ کیا یہ بلد حرام نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ، پھر آپ نے فرمایا: پس تمہاری جانیں، اموال، عزت وآبرو اور تمہارے جسم تمہارے اوپر اس شہر اور اس مہینہ میں اس دن کی طرح حرام ہیں)۔

فرد کی آزادی کا تحفظ

اسلامی معاشرہ میں چونکہ ہر فرد کو مساوی حقوق حاصل ہیں، کسی پر کسی کا بیجا دباؤ نہیں ہے، اور ہر ایک آزاد اور خود مختار ہے، اس لئے اس کا بھی بار بار حکم دیا گیا اور تاکید کی گئی کہ کسی کی پرائیوٹ اور ذاتی زندگی میں خواہ مخواہ کی دخل اندازی نہ کی جائے، نہ کسی کی ٹوہ میں رہا جائے، اگر کوئی تنہائی میں ہے یا اہل وعیال کے ساتھ گھر میں ہے تو بلا اجازت گھر میں داخل ہونے پر روک لگا دی گئی۔ ارشاد ہے: "مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، (اور ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو، اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمہارے لئے پاکیزگی کی بات ہے، اور جو کام تم کرتے ہو خدا سب جانتا ہے" (سورہ نور: ۲۷-۲۸)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ (بعض) گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے" (سورہ حجرات: ۱۲)۔

ضمیر و رائے کی آزادی

مذہب اور ضمیر و اعتقاد کے تحفظ کی گارنٹی یوں دی گئی: "لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها والله سميع عليم" (سورہ بقرہ: ۲۵۶) (دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے، تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے)۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: "ضمیر و اعتقاد کی آزادی ہی کا قیمتی حق تھا جسے حاصل کرنے کے لئے مکہ کے سیزدہ سالہ دور ابتلاء میں مسلمانوں نے ماریں کھا کھا کر کلمہ حق کہا، اور بالآخر یہ حق ثابت ہو کے رہا، مسلمانوں نے یہ حق جس طرح اپنے لئے حاصل کیا تھا اسی طرح دوسروں کے لئے بھی اس کا پورا پورا اعتراف کیا، اسلامی تاریخ اس بات سے خالی ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنی غیر مسلم رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو یا کسی قوم کو مار مار کر کلمہ پڑھوایا ہو"۔

اظہار رائے کی آزادی اور اسلام

جہاں تک اظہار رائے کی آزادی کا سوال ہے تو اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی دی ہے، بلکہ روک ٹوک خاص مواقع پر اپنی رائے ظاہر کرنے اور کلمۂ حق کہنے کو دینی فریضہ قرار دیا ہے، "امر بالمعروف و نھی عن المنکر" کو مسلمانوں کی خاص صفت بتلاتے ہوئے اور انہیں اس پر آمادہ کرتے ہوئے یہ بھی بتایا گیا کہ ایسا نہ کرنے سے "من حیث القوم" ان کی پستی اور زوال کا خطرہ ہے۔

آزادی فکر ونظر میں اسوۂ رسول ﷺ

اوپر جن بنیادی حقوق کا ذکر ہوا ہے اگر غور کریں تو صاف ظاہر ہوگا کہ ان میں اصل یہ ہے کہ ہر ایک کو بلا امتیاز مساوی درجہ دیا جائے، امیر وغریب اور جنس ورنگ کی تفریق نہ کی جائے، شاہ وگدا کو ایک نظر سے دیکھا جاے، اگر معاشرہ کے تمام افراد کو مساوات کی یہ دولت مل جائے گی تو جرأت گفتار اور آزادی فکر ونظر کی دولت خود بخود نصیب ہوجائے گی، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قولاً وعملاً سب سے زیادہ زور مساوات پر دیا، اس کی چند عملی مثالیں ملاحظہ ہوں:

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت نے چوری کی، صحابہؓ نے کہا کہ اس کے بارے میں ہم بات نہیں کریں گے، آنحضرت ﷺ سے صرف آپ ﷺ کے محبوب اسامہؓ بات کرسکتے ہیں، چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسامہؓ! بنی اسرائیل کی ہلاکت اسی طرح کی چیزوں سے ہوئی، جب ان میں شریف چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب گھٹیا چوری کرتا تو ہاتھ کاٹ ڈالتے اور اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے چوری کی ہوتی تو میں ان کا بھی ہاتھ ضرور کاٹتا" (بخاری کتب المغازی، نسائی، باب قطع السارق)۔

مساوات کے ان عملی مظاہر کے بعد جب لوگوں کو اپنی آزادی کا ادراک ہوگیا تو چشم فلک نے حریت تفکیر، آزادی فکر ونظر اور جرأت گفتار کے وہ نادر نمونے دیکھے جن کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ باوجودیکہ آنحضرت ﷺ پر سو جان سے نثار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فدا تھے، آپ ﷺ کی کسی بات سے (سوائے سمعنا و أطعنا کہنے کے) انکار کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے، لیکن مختلف موقعوں پر آپ ﷺ نے جب ان کی رائے طلب کی تو بلا جھجک کھل کر انہوں نے اپنی آراء پیش کیں، غزوۂ احد (سیرۃ ابن ہشام، ۲ر ۶۳)، اساری بدر (روح المعانی، ۱۰/ ۳۴، بحوالہ مسند احمد، ترمذی طبرانی و حاکم) اور غزوۂ احزاب (خندق) (سیرۃ ابن ہشام، ۲/ ۲۲۴) کی مجالس شوریٰ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ صحابہؓ نے ان مواقع پر کھل کر اپنی آراء پیش کیں، بعض اوقات نبی کریم ﷺ نے اپنی رائے پر صحابہؓ کی رائے راجح قرار دی، بعض موقعوں پر تو خود اللہ تعالیٰ نے بعض صحابہؓ کی رائے کو نبی کریم ﷺ کی رائے سے راجح قرار دیا۔

خلفاء راشدین کے دور میں آزادی رائے کی مثالیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بار خلافت سنبھالنے کے بعد جو خطبہ دیا اسی میں صاف طور سے آزادی رائے اور حریت تفکیر کے حدود و قیود سمجھا دیئے، فرمایا:

"لوگو! مجھے تم پر حاکم بنایا گیا ہے، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر اچھے کام کروں تو میری مدد کرو، برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے، تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں (انشاء اللہ) اور تم میں سے قوی آدمی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ دوسرے کے حق اس سے واپس دلا دوں (انشاء اللہ)...... میں خدا اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کروں تو میری فرمانبرداری کرو، خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر فرمانبرداری فرض نہیں" (البدایۃ والنہایہ ۶/ ۳۰۳، نیز تاریخ اسلام از غلام رسول مہر صاحب، ص: ۹۸-۹۹)۔

ملک شام پر فوجیں بھیجتے وقت آپ نے جو دس نصیحتیں فرمائی تھیں اس کا خیال تہذیب و تمدن میں ترقی کے دعوی کے باوجود آج کی قومیں بھی کم سے کم میدان جنگ میں نہیں کر سکتیں، ان میں سے چند نصیحتیں ملاحظہ ہوں: "کسی عورت یا بوڑھے کو قتل نہ کرنا، ثمر دار درخت کبھی نہ کاٹنا، کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، کھانے کی ضرورت کے سوا بکری، گائے اور اونٹ کو کبھی نہ ذبح کرنا، نخلستان کو نہ جلانا، یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جو لوگ دنیوی تعلقات سے الگ ہو کر عبادت میں لگے ہوئے ہیں انہیں کچھ نہ کہنا......'' (تاریخ اسلام از غلام رسول مہر ۱۰۵/۱، والاسلام روح المدینہ ۱۲۱/، بحوالہ جواہر الفقہ ۶۷/۵)۔

اور یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت کے مسلمانوں میں اطاعت امیر کا جو جذبہ تھا اس کے پیش نظر اگر کوئی مذکورہ خطبہ یا ان وصیتوں کی خلاف ورزی کی ایک مثال بھی ڈھونڈھنا چاہے تو اسے کامیابی نہیں ملے گی، حقوق انسانی کی دہائی دینے والے ان ممالک کے لئے اس میں بڑا عظیم سبق ہے جن کا دامن ہیروشیما، ناگاساکی، ویتنام، فلسطین اور افغانستان کے مظلوموں کے لہو سے داغدار ہے، اس کے باوجود وہ دنیا کو حقوق انسانی کا سبق دینا چاہتے ہیں۔

''فشتان ما بين اليزيدين في الندى''۔

بقول بعض: شرم تم کو مگر نہیں آتی

عہد فاروقی کی چند مثالیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں:

'' جب کوئی انتظام پیش آتا تھا تو ہمیشہ ارباب شوری کی مجلس منعقد ہوتی تھی، اور کوئی امر بغیر مشورہ اور کثرت رائے کے عمل میں نہیں آسکتا تھا'' (الفاروق ۱۲/۲)۔

فتح بیت المقدس کے موقع پر وہاں کے باشندوں نے یہ شرط لگائی کہ امیر المؤمنین خود یہاں تشریف لائیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس شرط سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا، حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا، مختلف آراء سامنے آئیں، لیکن آپ نے حضرت علیؓ کی رائے پسند کی اور جانے کا فیصلہ کیا (البداية والنهاية ۵۵/۷)۔

جنگ قادسیہ کے موقع پر آپ کا ارادہ خود جانے کا تھا، ایک دو منزل آگے بھی بڑھ گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، لیکن مجلس شوریٰ منعقد ہوئی "ثم عقد مجلسا لاستشارة الصحابة" تو مختلف آراء سامنے آئیں، اور آخر کار حضرت ابن عوف کی رائے کو سب نے پسند کیا، لہٰذا آپ نے اپنی رائے بدل دی (البدایة والنھایة ۵/۳۵، وکذا فی فتوح البلدان مع بعض التغیر ات/ ۲۵۵)۔

فتح دمشق کے موقع پر ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، علامہ بلاذری کا بیان ہے:

"جب شہر کے اسقف کو یقین ہوگیا کہ حضرت ابو عبیدہؓ بس شہر میں فاتحانہ داخل ہونا چاہتے ہیں تو اس نے دوسرے دروازے پر جا کر حضرت خالد سے صلح کر لی اور صلح نامہ کی دستاویز لا کر حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ کو دکھانے لگا، بعض مسلمانوں نے کہا بھی کہ (اس موقع پر جب کہ ابھی ہم فتح کے قریب تھے صلح کی کیا ضرورت اور) حضرت خالدؓ امیر المؤمنین تو ہیں نہیں کہ ہم ان کے معاہدوں کے پابند ہوں، لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ صلح نامہ قبول کر لیا اور فرمایا: "یجیز علی المسلمین أدناهم" (مسلمانوں پر ان کے معمولی شخص کا معاہدہ بھی نافذ ہوگا)۔

اور فتح کردہ زمین کی طرف بھی التفات نہیں کیا، حضرت عمرؓ کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی تصویب کی" (فتوح البلدان للبلاذری/ ۱۲۹، اس واقعہ کے سلسلہ میں فتوح البلدان کے حاشیہ اور البدایة والنھایة میں ناموں کا کچھ اختلاف نقل کیا ہے)۔

جابیہ قہراً فتح ہوا تھا، لہٰذا حضرت عمرؓ نے دستور کے موافق اس کی زمین کو بانٹنے کا ارادہ کیا، لیکن شوریٰ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے دلائل سننے کے بعد بقول صاحب فتوح البلدان (فصار إلی قول معاذ) ان کی بات مان لی اور تقسیم سے باز رہے (فتوح البلدان للبلاذری/ ۱۵۶)۔

نیز اس جیسے دوسرے واقعات کا تفصیلی ذکر کرتے، لیکن طوالت کے خوف سے اہل ذمہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی وصیت (جو جانکنی کی حالت میں زخم لگنے کے بعد آپ نے کی تھی) کا ذکر کر کے اس ذکر کو ہم ختم کرتے ہیں، اس وصیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو اپنے ملک کے غیر مسلموں کی کتنی فکر تھی کہ اس نازک حالت میں بھی ان کو نہ بھولے:

"أوصیه أی الخلیفة بعدی بذمة الله و ذمة رسوله أن یوفی لهم حقهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و أن يقاتل من ورائهم و لا يكلفوا إلا طاقتهم" (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان) (میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اہل ذمہ سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو اللہ کے رسول کا ذمہ سمجھ کر پورا کرے، ان کی حفاظت کے لئے قتال کرے، اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلف نہ بنائے)۔

یہ ان دو خلفاء کے متفرق واقعات ہیں جنہوں نے پورے رعب و دبدبہ سے نظام حکومت چلایا، جن کے بارے میں خیال آسکتا ہے کہ شاید ان کے دور میں کسی کو اظہار رائے کی ہمت نہ رہی ہو۔

جہاں تک حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تعلق ہے تو ان کے دور میں مختلف اسباب سے یہ آزادی اور بڑھ گئی، بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ دونوں حضرات کو اسی آزادی ہی کے سبب دشواریاں پیش آتی رہیں، اور اگر انہوں نے اس پر پابندی عائد کر کے بادشاہوں کا رویہ اپنایا ہوتا تو کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی بھی جرأت نہ ہوتی، لیکن انہوں نے جان دینا تو گوارہ کر لیا لیکن اسلام کے عطا کردہ حقوق کو سلب کرنے پر راضی نہ ہوئے۔

آزادی رائے اور اظہار رائے پر پابندی کا اسلامی تصور

تمام آزاد معاشرے خواہ کتنا ہی آزادی فکر و نظر کا راگ الاپیں، بہر حال اس کے سب قائل ہیں کہ فرد کی آزادی خود اس کی ذات پر محدود ہوتی ہے، جہاں اس کی آزادی دوسرے کی آزادی سے متصادم ہو، وہاں کچھ حدود و قیود کا وجود ضروری ہوگا، نقطۂ نظر کے اختلاف سے ان حدود میں اختلاف تو فطری ہے، لیکن کسی کے نزدیک بھی آزادی رائے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آدمی کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے، اور جو کہے یا کرے اس میں مطلقاً دخل اندازی ہی نہ کی جائے، چنانچہ دنیا کی تمام مہذب قوموں میں ازالۂ حیثیت عرفی اور ہتک عزت کے قوانین موجود ہیں کہ اگر کسی کے مضمون تقریر یا بات سے دوسرے کو تکلیف پہنچی ہو تو وہ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف عدالت میں کیس کر کے ہر جانہ کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

لیکن عام طور سے یہ ممالک چونکہ نجی زندگی میں دخل اندازی نہ کرنے کے قائل ہیں، لہٰذا دوسرے کی دل آزاری سے احتراز کر کے انسان کچھ بھی کہتا رہے اس میں وہ دخل نہیں دیتے۔

جبکہ اسلام ظاہر کے ساتھ انسان کے باطن کو بھی سنوارنا چاہتا ہے، اور معاشرتی زندگی کے ساتھ ساتھ پرائیوٹ اور نجی زندگی کو بھی صاف ستھرا اور شفاف رکھنا چاہتا ہے، لہٰذا بہت ساری آزادیوں کے باوجود ان مقاصد میں خلل ڈالنے والی چیزوں پر اسلام نے پابندی لگا دی ہے۔

فحش گوئی اور بدکلامی پر پابندی

ان پابندیوں میں نہایت مہتم بالشان اور عظیم المقاصد پابندی مسلم معاشرہ کے ہر فرد کو بدکلامی نیز تقریر وتحریر یا عام بات چیت میں فحش گوئی سے روک دینے کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا یحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" (نساء:۱۴۹) (خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے، مگر وہ جو مظلوم ہو)۔

طنز واستہزا پر پابندی

اسی طرح کسی پر طنز واستہزاء اور عیب جوئی سے روک دیا گیا، ارشاد ہے: "ویل لکل همزة لمزة" (الہمزۃ:۱) (ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغلخور کی خرابی ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "یأیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسیٰ أن یکن خیرا منهن، ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب" (حجرات:۱۱) (مؤمنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں، اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی دل آزاری پر پابندی

مذہبی دل آزاری سے بھی سختی کے ساتھ منع کر دیا گیا، ارشاد ہے: "ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" (انعام:۱۰۵) (اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ کہہ بیٹھیں)۔

افواہ پھیلانے پر پابندی

اسی طرح ایک ایسا ضابطہ بنا دیا گیا جس سے غلط پروپیگنڈوں اور افواہوں کی جڑ کٹ گئی، ارشاد ہے: "يأيها الذين آمنوا إن جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين" (حجرات:٦) (مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کیئے پر نادم ہونا پڑے)۔

یہ بھی تلقین کی گئی کہ معاشرہ کے کسی معزز فرد پر کوئی الزام لگایا جائے تو بلا تحقیق نہ اس کو تسلیم کرے، نہ اس کو پھیلانے میں لگے: "ولو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيراً وقالوا هذا إفك مبين" (نور:۱۲) (جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا؟ اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح طوفان بندی ہے)۔

قومی یا ریاستی مفاد کے عنوان سے افراد کی آزادی پر پابندی

موجودہ دور میں حقوق انسانی کے علمبردار نیز جمہوریت اور عوام کی آزادی کا دم بھرنے والے ممالک بھی کسی جرم کی بنیاد پر عوام کو قید کر دینے کے قائل ہیں، اور اگر کسی فرد سے مملکت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو تقریباً تمام ممالک کے قوانین میں اس کی سزا کا بندوبست ہے، ہنگامی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات میں تو بہت سی آزادیوں کے سلب کر لینے کا اختیار رہتا ہے، اور ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں بھی ٹاڈا جیسا ظالمانہ قانون موجود ہے، جس کے تحت اکثر بلا سبب ہی فرد کی آزادی سلب کر لی جاتی ہے۔

جہاں تک اسلامی قانون کا تعلق ہے تو اس میں بلا سبب کسی کو قید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ مشہور ہے: "لا یوسر رجل إلا بحق" (انسان کے بنیادی حقوق ر ۱۷) (کسی جرم کے بغیر کسی فرد کو قید نہیں کیا جائے گا)۔

البتہ بہت سے جرائم ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے آدمی قید و بند کا مستحق ہو جاتا ہے، مثلاً: استطاعت کے باوجود قرض لے کر واپس نہ کرنا۔

"لیّ الواجد یحل عرضه و عقوبته" (ابن ماجہ، صدقات، باب الحبس فی الدین والملازمة، وأبوداؤد، کتاب القضاء، باب فی الدین هل یحبس به)۔

کسی تہمت میں مبتلا ہونا "روی أن النبی ﷺ حبس رجلا فی تهمة" (ابوداؤد، قضاء باب فی الدین هل یحبس به)۔

یا غیر محصن زانی کو سو کوڑے مارنے کے ساتھ ساتھ سال بھر قید رکھنا وغیرہ (ردالمحتار، ۳ر ۱۶۲)۔

انہیں جرائم میں یہ بھی ہے کہ آدمی حکومت کا باغی ہو جائے، اور اس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اسے بھی قید کیا جا سکتا ہے، ارشاد خداوندی ہے: "إنما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الأرض فساداً أن یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع أیدیهم وأرجلهم من خلاف أو ینفوا من الأرض" (المائدة: ۳۳) (جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کو دوڑتے پھریں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں، یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا ملک سے نکال دیے جائیں (یعنی قید کر دیے جائیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی فرد یا گروہ ایسا کام کرے جس سے بغاوت کا ارادہ ظاہر ہو رہا ہو، مثلاً ہتھیاروں کی خریداری کرنا، بغاوت کے لئے اجتماع کرنا اور جنگ کی تیاری کرنا تو حاکم ان کی نکیر کرسکتا ہے، اوران کو قید کر سکتا ہے۔

اسی طرح اگر باغیوں کو جنگ کے دوران گرفتار کیا گیا ہو تب بھی ان کو قید کر دیا جائے گا، اسی طرح فرار ہو گئے ہوں تب بھی ان کو تلاش کر کے قید کر دینا بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے (بدائع الصنائع ۶/۱۲۷)۔

اسی میں بعض ان قسموں کا شمار بھی کیا جا سکتا ہے جن کا تعلق مفاد عامہ سے ہوا کرتا ہے، یعنی فقہاء نے لکھا ہے کہ جن افراد سے عام لوگوں کو ضرر لاحق ہو، یا جن سے فتنہ وفساد پھیلتا ہو ان کو بھی قید کیا جا سکتا ہے، مثلاً ایسے بے حیا اور آبرو باختہ مرد یا عورت کو توبہ ظاہر ہونے تک کے لئے قید کر دینا جن سے بے حیائیوں کا ارتکاب ہوا ہو اور جو جنس مخالف کو ورغلاتے ہوں۔ (ردالمحتار ۳/۲۰۹) یا ایسے شخص کو قید کر دینا جس کی نظر لگ جاتی ہو (شامی)۔

آزاد ضمیر و مذہب کی پابندیوں کے اسلامی حدود

اسلامی تصور کی رو سے انسان کی خلقت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے ایک مطیع بندہ بن جائے اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، ارشاد ہے: "وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون" (الذاریات:۵۶) (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں (یعنی ہر چیز میں اطاعت)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "يأيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة" (البقرة: ۲۰۷) (مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ)۔

یہ بھی صاف صاف کہہ دیا گیا کہ حکم صرف اللہ کا چلے گا: "إن الحكم إلا لله" (یوسف:۴۰) (خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ہدایات پر عمل کر کے ان کی رہنمائی میں زندگی بسر کرنے والا مسلمان بلاشبہ اپنے کو آزاد فضاؤں میں محسوس کرے گا، ان حدود کی رعایت کے ساتھ جن کی طرف اوپر کچھ اشارہ کیا گیا ہے بقیہ ان تمام چیزوں میں اسے آزادی دے دی ہے جس میں آزادی سے اسے ضرر کا خطرہ نہ ہو، اور ان تمام چیزوں پر پابندی لگا دی ہے جن میں آزادی اس کے لئے مضر ہو سکتی تھی۔

دعوت وتبلیغ کی آزادی میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان تفریق کیوں؟

اسلام نے اپنے متبعین کو اس کا پابند بنایا ہے کہ تمام گذشتہ انبیاء پر ایمان رکھیں۔

ارشاد ہے: "آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين أحد من رسله" (البقرة: ۲۸۵) (رسول (خدا) اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی، سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان کچھ فرق نہیں کرتے)۔

خود پیغمبر اسلام اور آپ ﷺ کے متبعین کو ان پیغمبروں کی سیرت اختیار کرنے اور ان کے طریقہ پر چلنے کا حکم دیا گیا، مختلف انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے: "اولئک الذین هدى الله فبهداهم اقتده" (انعام: ۹۱) (یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو)۔

اب غور فرمائیں کہ ایک مسلمان جب کسی کتابی کو اسلام کی دعوت پیش کرے گا تو وہ قرآن کی زبان میں یہی دعوت تو دے گا: "يأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم أن لا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله" (آل عمران: ۶۴) (کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے، اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے)۔

اس انداز میں نہ تو اہل کتاب کی دل آزاری ہے نہ ان کے اکابر کی شان میں گستاخی، پوری اپنائیت کے ساتھ بغیر کسی ایذا رسانی یا ذہنی تکلیف میں مبتلا کئے صرف چندان خرابیوں اور فساد کی طرف متوجہ کیا جائے گا جن سے مرور زمانہ کی وجہ سے وہ دوچار ہو گئے ہیں، اور صرف اس زنگ کو صاف کرنے کی کوشش کی جائے گی جو مختلف قوموں کے اختلاط سے ان کے صاف وشفاف عقیدہ توحید پر جم گیا ہے۔

اسی طرح مشرک قومیں شرک کی تاریکیوں کے باوجود ہمیشہ ہی سے قوت وطاقت اور اصل اقتدار کا سرچشمہ صرف ایک ذات کو تسلیم کرتی رہی ہیں، اس لئے ان کو دعوت دیتے وقت داعی کا کام صرف یہ باور کرانا رہ جاتا ہے کہ اس عظیم طاقت کو دنیا کے ملوک اور اصحاب اقتدار پر قیاس کر کے اس کے وزراء اور مشیر کار تجویز کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اتنا عظیم ہے کہ پورا کارخانہ عالم تن تنہا سنبھالے ہوئے ہے، اس دعوت کے نمونے خود قرآن کریم میں موجود ہیں، دیکھئے سورہ نمل: ۵۹-۶۴ وغیرہ۔

اللہ پر اعتقاد رکھنے والی کسی قوم پر ظاہر ہے کہ اس انداز میں دل آزاری کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔

ایک دوسرے موقع پر تو دل آزاری سے صراحتاً ممانعت کر دی گئی ہے: "ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم" (الأنعام: ۱۰۵) (اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں)۔

ان گزارشات کے بعد غور فرمائیں کہ کوئی غیر مسلم (کتابی یا غیر کتابی) اگر مسلمانوں میں تبلیغ کرے گا تو سب سے پہلے ہی مرحلہ میں وہ نبوت محمدی ﷺ کی عدم صداقت ثابت کرنے کی کوشش کرے گا، اور اس کے لئے دلائل لانے کی سعی کرے گا، اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوبیاں بعد میں بتائے گا، اس سے ظاہر بات ہے مسلمانوں کے دل مجروح ہوں گے، ان کے معاشرہ میں انتشار پیدا ہوگا، اور فتنہ وفساد پھیل جائے گا، جس کا مٹانا اسلام کے اولین مقاصد میں سے ہے، اسی لئے قرآن کا اعلان ہے: "والفتنة أكبر من القتل" (البقرۃ:۲۱۷) (اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے)۔

اس میں استعجاب اس لئے بھی نہ ہونا چاہئے کہ اسلامی مملکت میں رہنے والے غیر مسلم باشندوں کی دل آزاری اور ان کے اکابرین کی شان میں گستاخی کو جب سختی سے منع کر دیا گیا تو خود مسلمانوں کے اکابر کی شان میں گستاخی اور خودِ مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟، اور جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ غیر مسلموں کو دعوت وتبلیغ کی اجازت کا تصور اس دل آزاری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے، اور یہ اتنی معقول اور منطقی بات ہے کہ حقوق انسانی کی علم بردار اور انسانی نفسیات سے باخبر کوئی بھی تنظیم اس پر اعتراض کرے تو حیرت کی بات ہے۔

تبدیلی مذہب

جہاں تک تبدیلی مذہب کا مسئلہ ہے تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- کسی غیر مسلم کا قبول اسلام۔

۲- کسی مسلمان کا دوسرے مذہب کا اختیار کرنا۔

۳- مسلمانوں کے علاوہ دوسرے اہل مذاہب کا ایک مذہب سے دوسرا مذہب اختیار کرنا۔

ان میں سے جہاں تک پہلی شکل کا تعلق ہے تو ظاہر بات ہے کہ اسلام ایک دعوتی وتبلیغی مذہب ہے، اس کے نزدیک فلاح دارین صرف اس کے اصولوں اور ہدایات کو اپنانے میں ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ عمر بھر قوم کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، آپ ﷺ کے بعد خلفاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راشدین، علماء امت اور بزرگوں کا برابر اس اسوہ پر عمل رہا۔

اور جہاں تک دوسری شکل کا تعلق ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے، بلکہ ایسے شخص کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: "ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة، وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون" (البقرۃ:۲۱۷) (اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عن ابن عباسؓ عن النبي ﷺ من بدل دينه فاقتلوه" (بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب حکم المرتد والمرتدۃ) (حضرت ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جو اپنا دین بدلے اس کو قتل کر ڈالو)۔

غیر مسلم رعایا اور ذمیوں کے ساتھ اتنے مشفقانہ اور نرم برتاؤ کے باوجود یہ حکم بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے، لیکن دوسرے احکام کی طرح یہ حکم بھی بہت ہی اہم مصالح پر مبنی ہے، اس کی کچھ تفصیل ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ سے سنئے: "یہاں پر بعض حلقوں کی طرف سے سوال کیا گیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ مثالی رواداری کے باوجود مرتد کو واجب القتل کیوں قرار دیا گیا ہے: "لا إكراه في الدين" کے باوجود ایسا حکم دینے کا کیا جواز ہے؟ اس کے بارے میں میرا شخصی ردعمل یہ ہے کہ مرتد کو سزائے موت دین کے سلسلہ میں نہیں دی جاتی بلکہ اسے ایک سیاسی غداری کی سزا دی جاتی ہے، دنیا کی کوئی حکومت غداری کرنے والے کو معاف نہیں کرتی، اسلام میں چونکہ سیاست اور دین میں کوئی دوئی نہیں ہے، اس لئے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ محض دین سے انحراف کی سزا ہے، ہم کسی کو اسلام میں داخل ہونے اور اس کے اندر آنے پر جبر نہیں کرتے، لیکن جب وہ مسلمان ہونے کے بعد اس اجتماعی نظام سے بغاوت کرتا ہے تو اس کو دنیا کے عام سیاسی قواعد اور سیاسی ضرورتوں کے تحت غداری کی سزا بھی دی جائے گی" (اسلامی ریاست/۱۸۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی تیسری شکل تو اس میں غیر مسلم باشندوں کو مکمل آزادی رہے گی، اس لئے کہ اسلام کے علاوہ بقیہ مذاہب اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی فرق نہیں رکھتے، لہٰذا ایک کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرنے کی اجازت ہوگی:

"والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی، فلو تنصر یہودی أو عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود" (شامی ۳/۳۲۸)۔

مذہب کی تبلیغ وتبدیلی کے بابت مسلم ممالک کے قوانین اور جمہوری ممالک کے قوانین کا فرق

اس وقت دنیا میں کل ساٹھ مسلم ممالک ہیں، جن میں باون ممالک آزاد ہیں (مسلم دنیا / ۱۴) ان میں سے نو ممالک (سعودیہ، قطر، بحرین، کویت، عمان، متحدہ عرب امارات، برونی، مراقش اور اردن) میں بادشاہی نظام ہے، کچھ میں فوجی آمریت یا ڈکٹیٹر شپ ہے، (عراق، شام، لیبیا، مصر، الجزائر، سوڈان، گنی، نائجیریا، گنی لباؤ مریطانیہ) (مسلم دنیا / ۴۰)، اس وقت پاکستان بھی انہیں ممالک کی فہرست میں شامل ہے، کچھ ممالک میں جمہوریت بھی ہے جیسے ایران، ملیشیا اور انڈونیشیا وغیرہ۔

مکمل اسلامی نظام میری معلومات کی حد تک کسی بھی ملک میں نہیں ہے، نظام ملوکیت والے بعض ممالک کا البتہ اس سے استثناء ایک حد تک کیا جاسکتا ہے جن میں سعودیہ عربیہ سر فہرست ہے، پاکستان اور سوڈان میں بھی اس کے لئے برابر کوششیں ہو رہی ہیں اور کئی امور میں اسلامی قوانین کو اپنایا گیا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مسلم اور جمہوری ممالک کے دستور اور قوانین سر دست دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں موازنہ کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے، لیکن یہ عرض کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ مغربی طرز فکر عصر حاضر میں سکہ رائج الوقت ہے، مسلم ممالک سمیت پوری دنیا ان قوانین پر عمل ہی کو گمشدہ جنت کی بازیافت کا واحد ذریعہ سمجھتی ہے، اور یہ بات روز روشن کی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیاں ہے کہ مغربی ممالک مذہب کو انسان کا ایک پرائیوٹ اور ذاتی معاملہ قرار دیتے ہیں، اور اس میں دخل اندازی کو معیوب سمجھتے ہیں، امریکہ، انگلینڈ اور فرانس وغیرہ میں عملاً بھی عوام کو آزادی ملی ہوئی ہے، تمام اہل مذاہب اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں، قانون اس کے آڑے نہیں آتا، ایشیا کے بعض جمہوری ممالک مثلاً جاپان میں بھی یہی صورت ہے، لیکن ایشیا کے بعض جمہوری ممالک ایسے بھی ہیں جہاں قانوناً مذکورہ آزادی کے باوجود عوامی دباؤ کی وجہ سے عملاً اس میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔

جہاں تک مسلم ممالک کا تعلق ہے تو اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اسلامی دستور کی رو سے مسلمانوں کو اس کی آزادی ہوگی کہ وہ اصلاح وتبلیغ کا کام کریں، اور مسلمانوں کی اصلاح نیز غیر مسلموں کو اسلام کی طرف لانے کی سعی کریں، لیکن غیر مسلموں کو اس کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے مذہب میں لانے کے لئے دعوت وتبلیغ کریں۔

لیکن خاص اسباب کی وجہ سے ان اسلامی قوانین پر عمل صرف سعودیہ، افغانستان اور ایران جیسے چند ممالک میں ہوتا ہے، اکثر مسلم ممالک مغربی اقوام یا کمیونزم کے زیر اثر یا تو مذہب کو نجی اور پرائیوٹ معاملہ سمجھتے ہیں، اور دعوت وتبلیغ میں تمام اصحاب مذاہب کو غیر شرعی طور پر یکساں تبلیغی حقوق دیئے ہوئے ہیں، یا پھر چند قدم آگے بڑھ کر خود مذہب مخالف سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں۔

اس کی مثال ترکی، عراق، شام، انڈونیشیا، مشرق وسطی کے کئی آزاد مسلم ممالک اور البانیہ سے دی جاسکتی ہے، یہ ممالک باقاعدہ اسلام بیزار ہیں، اسلامی سرگرمیوں کو رجعت پسندی سمجھتے ہیں، (اگرچہ صدر سوہارتو کے مستعفی ہونے کے بعد انڈونیشیا میں کچھ تبدیلی آئی ہے) اسلامی شعائر کے اظہار پر چراغ پا ہوتے ہیں، اس طرح وہاں اسلام اور اہل اسلام ہی اجنبی بنے ہوئے ہیں تو دوسرے مذاہب کی کیا بات کی جائے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ترکی کے بارے میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کمال اتاترک نے واقعۃً قوم پر فتح پائی، ملک کو سیکولر (نا مذہبی) اسٹیٹ میں تبدیل کر دیا، جس میں اسلام کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل نہیں رہی، دین و سیاست میں تفریق ہوگئی، اور یہ فیصلہ کرلیا گیا کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے، ہر شخص اپنے لئے کسی مذہب کا انتخاب کر سکتا ہے بغیر اس کے کہ سیاست میں بھی اس کو دخل ہو" (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ر ۸۷)۔

انڈونیشیا کے بارے میں لوئی فشر (LOUIS FISHER) اپنی کتاب دی اسٹوری آف انڈونیشیا (THE STORY OF INDONESIA) میں لکھتا ہے:

"انڈونیشیا کا جمہوریہ نامذہبی ہے، اگر چہ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۰ء کے دستور اعلان کرتے ہیں کہ اس ریاست کی بنیاد خدا کا یقین ہے، لیکن صدر جمہوریہ سے لے کر ایک ادنی سرکاری ملازم یا عہدہ دار کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں۔ ہر شخص کو اپنے پسند کا مذہب اختیار کرنے اور اس پر قائم رہنے کی دونوں دستوروں میں آزادی دی گئی ہے" (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ر ۱۸۸)۔

انڈونیشیا میں تبدیلی مذہب کی سنگین صورت حال کے بارے میں "اسلامی المانک" میں ہے: "سب سے نازک مسئلہ جو دنیا کی سب سے بڑی آبادی رکھنے والے ملک کو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کو تیزی سے عیسائی بنایا جا رہا ہے، تقابلی مذاہب کے مشہور محقق ڈاکٹر احمد دیدات نے لکھا ہے کہ انڈونیشیا میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں کو عیسائی بنایا جا چکا ہے، اور اس مقصد کے لئے ۶۵۰ عیسائی مشن دن رات کام کر رہے ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ انڈونیشیا کی پوری آبادی کو عیسائی بنا دیا جائے" (اسلامی المانک ر ۷۱)۔

عراق وشام میں بعث پارٹی کے ڈکٹیٹرز زمام حکومت سنبھالے ہوئے ہیں، بعث پارٹی خالص لا دینی پارٹی ہے، اس کے دستور میں ہمیں یہ الفاظ ملتے ہیں: "عرب قوم ایک ثقافتی وحدت ہے، اور اس کے فرزندوں کے درمیان تمام اختلافات و امتیازات (مثلاً مذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتیازات) سطحی اور بے اصل ہیں......'' (مسلم ممالک میں اسلام اور......۱۹۲)۔

مولانا علی میاں علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق کئی دوسرے اسلامی ممالک بھی لادینیت کے راستے پر ہیں، جیسے تیونس اورالجزائرو غیرہ (حوالہ بالا/۱۷۶-۱۹۷)۔

البانیہ کے بارے میں سید قاسم محمود صاحب ''اسلامی الممالک'' میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کی مسجدوں اور عیسائیوں کے گرجوں کو یا تو مسمار کردیا گیا یا مقفل کردیا گیا، پولیس کو حکم دیا گیا کہ جس مرد کے چہرے پر داڑھی دیکھو اسے گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دو۔ قرآن مجید اور دوسرے صحائف آسمانی پر پابندی عائد کردی گئی، مسلمان خواتین کو پردے اور حجاب والا لباس پہننے سے روکا گیا، مسلمانوں سے کہا گیا کہ سور کا گوشت کھایا کرو۔ ختنہ کرانے کی قانوناً ممانعت کردی گئی'' (اسلامی الممالک/۱۵۸)۔

ان تمام ممالک میں عوام کی اکثریت اسلامی قوانین کا اجراء کروانا چاہتی ہے، لیکن اصحاب اقتدار ان کی خواہشات کا گلا گھوٹنے میں لگے ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم کو سب سے زیادہ بے چینی اور خلفشار مسلم ممالک میں نظر آتا ہے، جس دن ان ممالک میں صحیح طور سے اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگا وہ اس بے چینی کا انشاء اللہ آخری دن ہوگا۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور انسان کے چار بنیادی حقوق

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ☆

اسلام نے انسانی عظمت وفضیلت کا جو تصور پیش کیا ہے، وہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں علانیہ بہت ممتاز اور نمایاں ہے، اس نے انسان کو جو حقوق واختیارات بخشے ہیں، ان میں بھی دنیا کا کوئی مذہب اس کا حریف و مقابل نہیں ہوسکتا، یہاں اس حیثیت سے دوسرے مذاہب سے اسلام کا مقابلہ مقصود نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید میں بیان کردہ چار اہم اور بنیادی حقوق کا ذکر کرکے یہ دکھانا ہے کہ ان مہمات کے اندر دراصل اسلام کی طرف سے انسان کو دیئے گئے تمام حقوق کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔ اگر ان پر واقعی عمل کیا جائے تو آج انسانی حقوق کی پامالی کے انسداد کے لئے جو قوانین دنیا کی حکومتیں وضع کررہی ہیں ان کی ضرورت ہی سرے سے پیش نہ آئے۔

اسلام میں انسانی عظمت کا تصور

قرآن مجید میں انسانی عظمت وکرامت اور ساری مخلوقات پر انسان کی فضیلت وبرتری ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے: "ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً" (بنی اسرائیل:۷۰) (اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور بحر وبر میں انہیں سواری دی اور پاکیزہ چیزیں عطا

☆ سابق ڈائریکٹر دارالمصنفین اعظم گڈھ، یوپی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیں اور اپنی اکثر مخلوقات پر انہیں فضیلت)۔

انسان کو اسی فضیلت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مسجود ملائک اور زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ بنایا، انسان کی اسی عظمت وفضیلت کی وجہ سے اسے امانت الٰہی کا وہ بار گراں سپرد کیا گیا جس کے تحمل سے کائنات کی ساری چیزوں نے انکار کردیا تھا: "إنا عرضنا الأمانة علی السمٰوات والأرض والجبال فأبین أن یحملنها وأشفقن منها وحملها الإنسان" (احزاب:۷۲) (بے شک ہم نے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین کے سامنے امانت پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اسے اٹھایا)۔

دوسری مخلوقات پر انسان کی فوقیت و برتری اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اس کے فائدے اور آرام کے لئے بنائی گئی ہیں، تخلیق عالم کا باعث ومقصود وہی ہے اور تمام کارخانۂ حیات اس کے تصرف واستعمال کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔قرآن مجید میں ہے: "ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً" (البقرۃ:۲۹) (وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے)۔

اس قسم کی آیات بے شمار ہیں جن کا احاطہ مقصود نہیں، بلکہ یہ دکھانا ہے کہ جس دین میں انسانی عظمت وشرافت کا یہ تصور ہو اور جس دین نے انسان کو اتنی کرامت وفضیلت بخشی ہو، کیا وہ دین انسان کے حقوق کے معاملے میں بے توجہی اور غفلت اختیار کرسکتا ہے، عام طور پر انسان کے بنیادی اور اہم حقوق چار ہیں:

جان کی حفاظت

دنیا میں انسان کا سب سے مقدم اور اہم حق یہ ہے کہ وہ زندہ رہے اور اس کی جان ہر اعتبار سے محفوظ ہو، اسے کسی قسم کا خطرہ اور ضرر لاحق نہ ہو، اس کی زندگی مطمئن و پرسکون اور مامون ہو اور وہ خود ہر طرح بے خوف، خوش حال اور فارغ البال ہو، اس اہم اور بنیادی حق کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے اتنا خیال رکھا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی ان مذاہب میں نہیں پایا جاتا جو رحم ومروت کا پیکر اور اہنسا اور عدم تشدد کے علمبردار خیال کئے جاتے ہیں، حدود وتعزیرات کے اکثر احکام وقوانین مدنی زندگی میں نازل ہوئے، لیکن انسان کی زندگی کی حفاظت اور جان کی حرمت کا حکم مکہ ہی میں نازل ہو گیا تھا، سورۂ بنی اسرائیل میں جو فرامین واحکام دیئے گئے تھے، ان میں سے ایک اہم حکم یہ تھا: ”**ولا تقتلوا النفس التی حرم الله إلا بالحق ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل إنه کان منصوراً**“ (بنی إسرائیل: ۳۳) (خدا نے جس جان کو حرام کیا ہے، اسے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے تو اس کے وارث کو ہم نے اختیار دیا ہے اور چاہیئے کہ وہ قصاص میں زیادتی نہ کرے، اس کی مدد کی جائے گی)۔

خدا نے اپنے نیک اور محبوب بندوں کے جو اوصاف گنائے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے: ”**والذین لا یدعون مع الله إلٰهاً آخر ولا یقتلون النفس التی حرم الله إلا بالحق**“ (الفرقان: ٦٨) (خدائے رحمان کے بندے) اس کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور ناحق اس جان کو نہیں مارتے جسے اس نے حرام کیا ہے)۔

یہ اجمالی حکم تھا، اس کی پوری تفصیل مدنی زندگی میں بیان کی گئی، جہاں مقتول کا قصاص لینے کا حکم دیا گیا اور اس میں کسی آزاد یا غلام، مرد یا عورت کی تمیز روا نہیں رکھی گئی، دیکھئے قرآن کریم کی یہ آیات: سورہ بقرہ: ۱۷۸-۱۷۹، سورہ مائدہ: ۳۳، اور سورہ بنی اسرائیل: ۳۱ وغیرہ۔

اسلام کو انسان کی جان اس قدر عزیز ہے کہ اس نے ہر شخص کو نہ صرف یہ کہ دوسروں کی جان پر حملہ آور ہونے سے منع کیا ہے، بلکہ خود اسے بھی اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کرے، عبادت وریاضت کی کثرت سے اگر اپنی جان کو مشقت وتکلیف دیتا ہے تو یہ بھی اسلام کو پسند نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”بے شک تمہارے اوپر تمہارے جسم، تمہاری آنکھ اور تمہارے دوسرے اعضاء نیز اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق ہیں“ (صحیح بخاری، کتاب الصوم مختلف ابواب ۲/ ۱۶۴، ۱۶۵، مطبوعہ دیوبند، ۱۴۰۷ھ)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے جس طرح کسی کی جان لینے اور قتل کرنے کو بہت بڑی معصیت قرار دیا ہے، اسی طرح کسی کو ضرر اور ایذا پہنچانے کو بھی حرام بتایا ہے، بہ کثرت احادیث میں ظلم وتعدی اور لوگوں کے جسم وروح کو کسی طرح کا صدمہ پہنچانے یا انہیں کسی بہانے ستانے اور دکھ دینے سے منع کیا گیا ہے، بہ قول خواجہ حافظ مردم آزاری بہت بڑا گناہ ہے:

مباش درپے آزار وہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

اسی لئے اسلام نے تمام لوگوں پر دوسرے لوگوں کے حقوق عائد کئے ہیں، ماں باپ، ازواج واولاد، بھائی، بہن، اعزہ واقرباء، مہمانوں، پڑوسیوں، چھوٹوں، بڑوں، برابر کے لوگوں اور دوست تو دوست دشمن کے حقوق بھی بتائے ہیں، اور سب کے ساتھ حسن سلوک اور خوش معاملہ گی سے پیش آنے کی تاکید کی ہے، اور ظلم وناانصافی، حق تلفی، زیادتی اور اذیت کا برتاؤ کرنے سے منع کیا ہے، اس بارے میں قرآن مجید اور حدیثوں میں اس کثرت سے ہدایات دی گئی ہیں کہ ان کو نقل کرنا موجب طوالت ہوگا۔

اسلام نے محض انسانی جان کی حفاظت پر ہی زور نہیں دیا ہے، بلکہ ہر شخص کو دنیا میں ترقی کرنے اور خوش حالی کی زندگی بسر کرنے کا موقع بھی دیا ہے، وہ ہر شخص کے لئے ایسے اسباب و وسائل مہیا کرتا ہے جن سے کام لے کر وہ اپنے کو آرام وراحت بھی پہنچا سکتا ہے، اور اپنی تعمیر و ترقی اور فلاح وکامرانی کے سامان بھی کرسکتا ہے۔

انسان کی جان، جسم اور روح ہی پر موقوف نہیں، اسلام نے دنیا کی تمام مخلوقات جانوروں، پرندوں اور حشرات الارض وغیرہ کے بارے میں ایسی تعلیم دی ہے جو ان کی حفاظت اور نگہداشت کی پورے طور سے ضامن ہے۔

مال کا تحفظ

انسان کی جان کے بعد اس کے مال کا درجہ ہے، اسلام جس طرح انسان کی جان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معزز و محترم اور بیش قیمت سمجھتا ہے، اسی طرح مال کو بھی محترم قرار دیتا ہے، وہ کسی شخص کو بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسرے کی جان کی طرح اس کے مال پر حملہ آور ہو یا زبردستی، زیادتی اور ناجائز طور سے کسی کے مال پر قبضہ کرلے، اس نے ان تمام طریقوں کا سد باب کیا ہے جن سے لوگ دوسروں کا مال ہضم کر لیتے ہیں، چوری کی یہ سزا مقرر کی ہے: "**السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما**" (المائدۃ:۴۱) (چوری کرنے والے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ دو)۔

چوری کے علاوہ ناجائز طریقے سے دوسروں کے مال لے لینے کے مختلف طریقے ہیں، جیسے خیانت، بددیانتی، ڈاکہ، رہزنی، غصب، بے ایمانی، دھوکہ، فریب، رشوت، ناپ تول میں کمی بیشی اور سود وغیرہ ان سب کو اسلام نے نہایت قبیح اور مذموم فعل قرار دیا ہے، قرآن مجید نے ایک مختصر سی آیت میں حرام خوری کی تمام شکلوں کی ممانعت و مذمت کردی ہے۔ فرمایا: "**يأيها الذين امنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم**" (نساء:۲۹) (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور سے مت کھاؤ، الا یہ کہ وہ باہمی رضامندی سے لین دین کا معاملہ ہو)۔

یتیم بچوں کے مال کو ہڑپ کرنے پر قرآن مجید میں سخت وعید آئی ہے: "**إن الذين يأكلون أموال اليتامىٰ ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً**" (نساء:۱۰) (جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ ڈالتے ہیں، اور وہ عنقریب جہنم کی آگ میں جائیں گے)۔

سودی کاروبار بھی ایک طرح کا ڈاکہ ہے جس کے ذریعہ سرمایہ دار غریبوں کا لہو پیتے ہیں، قرآن مجید نے اس ظالمانہ اور وحشیانہ رسم اور لعنت سے یہ کہہ کر دنیا کو نجات دلائی: "**يأيها الذين امنوا لا تأكلوا الربوٰا أضعافا مضاعفة**" (آل عمران:۱۳۰) (اے ایمان والو! دوگنا چوگنا کر کے سود نہ کھاؤ!)۔

یہ ایسا جرم ہے جو خدا اور رسول سے جنگ و بغاوت کرنے کے مترادف ہے: "**يأيها**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا إن کنتم مؤمنین فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وإن تبتم فلکم رؤس أموالکم لا تظلمون ولا تظلمون" (البقرۃ:۲۷۸) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہوا سے چھوڑ دو اگر تم واقعی مؤمن ہو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو (تمہارا رویہ خدا اور رسول سے لڑائی لڑنے کا ہے سو) اعلان کردو خدا اور رسول سے جنگ کا (اور اس اعلان جنگ کے نتیجے کے لئے تیار رہو) اور اگر تم (سود سے) باز آجاؤ تو تمہارے لئے اصل سرمایہ ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے)۔

احادیث میں سود خوری کی تمام جزئیات کی تشریح کر کے ان کی ممانعت کی گئی ہے۔

رشوت جیسی گھناؤنی چیز کی ممانعت اس طرح کی گئی ہے: "ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا إلی الحکام لتأکلوا فریقا من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون" (البقرۃ:۱۸۸) (آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں تک پہنچاؤ، تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جانتے بوجھتے حق تلفی کر کے کھا جاؤ)۔

آنحضرت ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے دونوں کی مذمت کی اور حاکموں کو خاص طور سے اس سلسلے میں ہدایات دیں یہاں تک کہ رعایا اور ماتحتوں سے تحفہ تحائف لینے کی بھی اجازت نہیں دی، شریعت اسلامی نے کسی کا مال ہتھیا لینے اور اس میں خیانت کرنے سے منع کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہدایات اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعہ ہر قسم کی خیانت اور بددیانتی سے روکا، آپ نے منافق کی تین علامتوں میں سے ایک علامت یہ بتائی ہے: جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

خیانت کی ایک خاص قسم "غلول" ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں کئی آدمیوں کی مشترکہ ملکیت میں ہوں اور تقسیم نہ ہوئی ہوں، ان میں سے کوئی حصہ دار دوسرے حصہ داروں سے چھپا کر کچھ لے لے، چنانچہ مال غنیمت میں سے جو سب مسلمانوں کا حصہ ہوتا تھا، عموماً امرائے لشکر تقسیم سے پہلے ہی تصرف کرنے لگتے تھے یا کوئی منتخب اور بہتر چیز اپنے لئے مخصوص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیتے تھے، اسی لئے قرآن مجید نے اس کی ممانعت کی: "ومن يغلل يأت بما غل يوم القيامة" (آل عمران:۱۶۱) (اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ قیامت کے دن اپنی خیانت لے کر آئے گا)۔

ناپ تول میں کمی بیشی بھی دوسروں کا مال ہڑپ لینے کی ایک صورت ہے، دوکانداروں اور بیوپاریوں کی عام ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ خود کوئی چیز فروخت کرتے ہیں تو وزن میں کمی کرتے ہیں، اور جب دوسروں سے چیزیں خریدتے ہیں تو زیادہ تول کر لیتے ہیں۔ قرآن پاک نے اس ناجائز کاروبار کی جس کے ذریعہ عام طور سے غریبوں کی حق تلفی ہوتی ہے، بڑی شدت سے ممانعت کی ہے۔ فرمایا: "أوفوا الكيل ولا تكونوا من المخسرين وزنوا بالقسطاس المستقيم، ولا تبخسوا الناس أشياءهم ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (شعراء:۱۸۱-۱۸۳) (ناپ پوری کرو اور (اس میں) کم کرنے والے نہ بنو اور تولو سیدھی ترازو سے اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو)۔

غرض کہ ناجائز طور سے جو بھی دوسروں کا مال لیا جائے یا جس کسی کے مال کو نقصان پہنچایا جائے اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے، وہ مال کی حفاظت کو حکومت، عام لوگوں اور خود صاحب مال کی ذمہ داری بتاتا ہے اور انسان کے اس بنیادی حق میں جس سے بھی کمی اور کوتاہی ہو اسے لائق سرزنش خیال کرتا ہے، اگر کوئی آدمی اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے تو اسے شہید کا درجہ حاصل ہوتا ہے (مسند احمد ۲/۲۲۱)۔

عزت و آبرو کی حفاظت

جان و مال ہی کی طرح انسان کو اس کی عزت و آبرو بھی نہایت عزیز اور محبوب ہوتی ہے، بلکہ ایک خوددار اور غیرت مند شخص جان و مال کا ضیاع برداشت کر سکتا ہے، لیکن اپنی عزت و ناموس پر کسی قسم کا داغ دھبا لگنا گوارا نہیں کرتا، اسلام کو انسان کے اس جذبہ اور احساس کا پورا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازہ ہے، اس لئے اس نے عزت ووقار پر بٹہ لگانے والی تمام چیزوں بلکہ ان کے شائبوں تک کی روک تھام کی ہے۔ زنا، بدکاری، بہتان، الزام تراشی اور انسانی عزت وحرمت کو پامال کرنے والی ہر چیز اس کے نزدیک بہت سنگین ہے۔

انسانی عزت ووقار کے لئے سب سے بڑا اور کھلا ہوا چیلنج اور معاشرت اور سوسائٹی کے دامن پر سب سے بدنما داغ اور دھبا زنا ہے، اسلام اس کا ہی نہیں اس کے تمام اسباب ومحرکات کا بھی مخالف ہے تاکہ انسان کی عفت اور پاکدامنی پر کہیں سے کوئی آنچ بھی نہ آنے پائے، زنا کے متعلق فرمایا: "ولا تقربوا الزنیٰ إنه کان فاحشة وسآء سبیلاً" (بنی اسرائیل:۳۲) (زنا کے قریب بھی نہ بھٹکو، بے شک وہ بدکاری اور غلط راستہ ہے)۔

بے گناہ کو جان بوجھ کر مجرم بنانے کی کوشش کرنا اور اس پر غلط الزام عائد کرنا یا بہتان لگانا بھی بڑی معصیت ہے، اور اس کا مقصد بھی کسی کو بدنام اور اس کی عزت وآبرو پر حملہ کرنا ہے، اس لئے قرآن پاک میں اس کی شدید ممانعت کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے: "والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبیناً" (الأحزاب:۵۸) (جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ان کے بن کئے (الزام لگا کر) تکلیف پہنچاتے ہیں وہ بہتان اور کھلی ہوئی حق تلفی کا بوجھ اٹھاتے ہیں)۔

بعض لوگ خود مجرم ہوتے ہیں مگر وہ اپنا جرم دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں، اس قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا: "ومن یکسب خطیئة أو إثما ثم یرم به بریئاً فقد احتمل بهتانا وإثما مبیناً" (نساء:۱۱۲) (اور جس نے خطا یا گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر اس نے اس کی تہمت بے قصور پر لگائی تو اس نے بہتان اور واضح حق تلفی کا بار اپنے اوپر لادا)۔

بعض لوگ دوسروں کو متہم اور بدنام کرنے کے لئے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، مثلاً کسی کا مذاق اڑانا، اسے برے القاب دینا، اس کی غیبت کرنا، چغلی کھانا وغیرہ اور ان سب کا مقصد جہاں اس کی روح اور دل کو صدمہ پہنچانا ہوتا ہے وہیں اسے بدنام اور بے عزت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا بھی ہوتا ہے، اس لئے قرآن نے ہدایت کی ہے: "يأيها الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم عسىٰ أن يكونوا خيرا منهم ولا نسآء من نسآء عسىٰ أن يكن خيرا منهن ولا تلمزوا أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب" (حجرات:۱۱) (اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے مذاق اڑانے والوں سے وہ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جاتا ہے، نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ مذاق اڑانے والیوں سے بہتر ہوں، اور اپنے بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو)۔

دراصل ان تین چیزوں، یعنی جان، مال اور عزت وناموس کا معاملہ نہایت اہم ہے اور کسی انسان کو اس کے ان حقوق سے محروم کردینا اس کی سب سے بڑی حق تلفی ہے، اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہوا ہوگا کہ اسلام نے ان تینوں کی حفاظت کی پوری ضمانت دی ہے، اور ایک مسلمان کی اصل شان یہ بتلائی گئی ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو دکھ نہیں پہنچتا (صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ۶/۱)۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"لوگوں کا خون، مال، عزت وآبرو اسی طرح محترم ہے جس طرح آج کا دن اور خانہ کعبہ محترم ہے" (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع ۱۶/۱)۔

آزادی فکر وخیال

یہ بھی بڑی اہم اور بنیادی چیز ہے، انسان اپنے جان ومال کی قربانی بے تکلف دے دیتا ہے، لیکن نہ اپنے عقیدہ وخیال اور فکر ورائے کی آزادی کے حق کا چھینا جانا گوارا کرتا ہے اور نہ اس پر کسی قسم کی قید وبندش کو پسند کرتا ہے، کیونکہ دراصل یہی چیز ایک انسان اور حیوان کے درمیان مابہ الامتیاز ہوتی ہے، اسلام نے بھی ہر ہر شخص کو آزادی اور اختیار کی نعمت بخشی ہے، فکر وخیال، عقیدہ ونظریہ، قول وعمل اور رائے واجتہاد میں کوئی قدغن نہیں لگائی ہے، اسی طرح ہر فرد کو اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال و دولت اور اسباب و جائداد میں مالکانہ حقوق عطا کئے ہیں، اسے آزادی ہے کہ وہ اپنے مال و جائداد میں جس طرح کا چاہے تصرف کرے، اس سلسلے میں اگر کوئی پابندی لگائی ہے تو وہ اسی طرح کی ہے جیسے ایک مخلص اور ناصح طبیب مریض کو مضر اشیاء کے استعمال پر لگاتا ہے یا کوئی شفیق اور مہربان باپ اپنے بچے کو آگ میں ہاتھ ڈالنے یا بری عادتوں اور غلط حرکتوں سے باز رکھنے کے لئے لگاتا ہے۔ اس لئے اگر اسلام میں کچھ پابندیاں نظر آتی ہیں تو اولاتو وہ نامناسب نہیں ہیں، دوسرے ان کا مقصد نہ تو کسی کی آزادی و اختیار میں رکاوٹ ڈالنا ہوتا ہے اور نہ ہی اسے اس کی ملکیت سے دستبردار کرنا۔

اسلام عقل وفطرت کا دین ہے، اس کی بنیاد جہالت کے بجائے علم وبصیرت پر ہے، اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو سوچنے سمجھنے کی پوری آزادی دیتا ہے، خدا نے ہر شخص کو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ وہ ان سے دیکھے، کان اس لئے دئے ہیں کہ وہ ان سے سنے اور دل و دماغ اس لئے عطا کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی سمجھ بوجھ پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنی عقل اور دماغ سے کام لے۔

اسلام نہ صرف سوچنے سمجھنے کی پوری آزادی دیتا ہے، بلکہ بار بار فکر وتدبر کی دعوت وتلقین کرتا ہے تاکہ آدمی حق وناحق، صحیح وغلط اور خیر وشر میں پورے شعور اور بصیرت کے ساتھ تمیز کر سکے، اگر کوئی شخص بلا سوچ بوجھ کے محض دوسروں کے کہنے سے یا ان کو دیکھ کر کسی راہ پر گامزن ہوجاتا ہے تو اس میں نہ کبھی پختگی اور استحکام ہوسکتا ہے اور نہ ہی خود اسے اس پر پورا اطمینان اور شرح صدر ہوتا ہے، اسی لئے اسلام کسی بات کو بغیر حجت ودلیل کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا، یہاں تک کہ دین حق کو بھی زبردستی اختیار وقبول کرنے کی دعوت نہیں دیتا، اس کے برعکس وہ آدمی کی عقل، شعور، وجدان، فیصلہ، تجربہ اور بصیرت سے اپیل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دین حق کو بھی اختیار کیا جائے تو سوچ بچار اور سمجھ بوجھ کر پورے شعور اور ادراک کے ساتھ اختیار کیا جائے، اس کا صاف اعلان یہ ہے: "لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي" (البقرة:۲۵۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(دین (کے قبول واختیار) میں کوئی جبر نہیں، ہدایت خود گمراہی سے واضح اور نمایاں ہے)۔

آنحضرت ﷺ کو فطری طور پر اس کی خواہش تھی کہ سارے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ یہ ممکن نہیں کہ سب لوگ تمہاری بات مان لیں، اور اگر نہ مانیں تو اس میں تمہارا کیا بگڑتا ہے جو تم اس قدر پریشان ہو رہے ہو، کسی کے ساتھ زبردستی تو نہیں کی جا سکتی۔

"أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين" (یونس:۹۹) (کیا تم لوگوں کو مجبور کردو گے کہ وہ ایمان لائیں)۔

اسلام انسان کو سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کی پوری آزادی دیتا ہے، قرآن مجید کا کوئی ورق بھی دعوت فکر ونظر سے خالی نہیں، وہ بار بار انسانی ذہن ودماغ کو غور وخوض کی تلقین کرتا ہے، قیاس واستنباط سے مسلمات ونتائج اخذ کرنے کی تعلیم دیتا ہے، توحید ورسالت اور جزا وسزا جیسے مسلم حقائق کو بھی بر بنائے بصیرت تسلیم کرانا چاہتا ہے، آسمان وزمین اور ان کے مابین کی چیزوں کی تخلیق، خدا کی قدرت وحکمت کے عام آثار ومظاہر اور خود اس کے اپنے وجود خلقت کے اندر غور وفکر کی اہمیت بیان کرتا ہے، تاکہ اس کی عقل وبصیرت اور شعور ووجدان اسے اصل حقیقت اور درست نتیجہ تک پہنچا دے، اس طرح کی آیات بے شمار ہیں جن میں انسان کو غور وفکر کرنے اور عقل ودانائی سے کام لینے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں جن میں انسان کو فکر ونظر اور غور واستدلال کی دعوت دی گئی ہے اور تفقہ وبصیرت سے کام نہ لینے پر ملامت کی گئی ہے جس کا منشا انسان کو سوچنے سمجھنے اور غور وفکر پر آمادہ کرنا ہوتا ہے اور غور وفکر، نظر وتدبر کی تلقین، حکمت ودانائی اور ہوش وحواس سے کام لینے کی ترغیب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو انسانی ذہن وفکر کی آزادی کا کس قدر خیال ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

مختلف طبقات کے حقوق اسلام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنین کے حقوق میں کتاب وسنت کی تعلیمات

مفتی انور علی اعظمی ☆

فقہاء کرام کے یہاں جنین کے کچھ حقوق کے اثبات پر اتفاق ہے جیسے وصیت، وراثت، ثبوت نسب اور وقف۔

ہر ایک کی تفصیل مذاہب اربعہ میں کچھ اس طرح ملتی ہے:

۱- وصیت: حمل کے لئے وصیت کرنا بھی درست ہے، اسی طرح کسی اور کو حمل کی وصیت کرنا بھی درست ہے، لیکن حمل کی وصیت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حمل مملوک ہو (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/۳۰) اور حمل کے لئے وصیت بھی بلا اختلاف درست ہے، کیونکہ وصیت میراث کی طرح ہے اور حمل وارث بھی ہوتا ہے، لہٰذا اس کے لئے وصیت بھی ہو سکتی ہے، ہاں البتہ صحتِ وصیت کے لئے ضروری ہے کہ حمل والی عورت حمل کو زندہ جنے اور اگر مردہ حالت میں تولد ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی (تفصیل کے لئے دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/۳۱)۔

یعنی اگر وصیت حمل کے لئے ہے اور حامل کا شوہر زندہ ہے تو صحتِ وصیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اقل مدتِ حمل یعنی چھ ماہ میں بچہ جن دے، اور اگر شوہر مر چکا ہے تو ضروری ہے کہ موت کے وقت سے دو سال کے اندر جنے۔

شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں بھی ذات زوج کے لئے ضروری ہے کہ چھ ماہ سے کم میں بچہ جن دے، فقہاء کے نزدیک اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ وصیت کے وقت موصیٰ لہ کا موجود رہنا

☆ مفتی دار العلوم مئو یوپی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/ ۳۲)۔

شروط توریث الحمل: حمل کے لئے وراثت کا ایک معین حصہ جمہور کے نزدیک روک لیا جائے گا دو شرطوں کے ساتھ:

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت اس کا وجود ثابت ہو۔

۲- دوسرے یہ کہ وہ زندہ پیدا ہو، اگرچہ چند منٹ کے بعد ہی مرجائے تا کہ اہلیت تملیک ثابت ہو جائے۔

بہرحال مورث کی موت کے وقت حمل ہونے نہ ہونے کا معیار یہ ہے کہ بچہ اتنی مدت میں پیدا ہو جائے کہ مورث کی وفات کے وقت اس کے ماں کے پیٹ میں ہونے کا یقین یا گمان غالب ہو جائے، اور اس کے زندہ پیدا ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ زندگی کی حالت میں ماں کے پیٹ سے باہر آجائے، کیونکہ اکثر پر کل کا حکم لگایا جاتا ہے، یہ حنفیہ کے نزدیک ہے۔

اور جمہور کے نزدیک ثبوت حیات کے لئے ضروری ہے کہ مکمل بچہ زندگی کی حالت میں جنا جائے اور زندگی کی بعض علامات سے اس کے زندہ ہونے کو جان لیا جائے، جیسے چلاہٹ اور چھینک وغیرہ، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إذا استهل المولود ورث" (ابوداؤد عن ابی ہریرۃؓ)۔

"اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو یا اس کی زندگی اور موت میں اختلاف ہو جائے تو قاضی، اطباء اور پیدائش کے وقت حاضر ہونے والوں سے مدد لے سکتا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/ ۴۱۰)۔

ثبوت نسب کے بارے میں "الموسوعۃ الفقہیہ ۷/ ۲۰۰" پر حاشیہ ابن عابدین کے حوالہ سے مرقوم ہے:

"فأما حقه في النسب من أبيه فإنه لو تزوج رجل و أتت امرأته بولد ثبت نسبه منه إذا توافرت شروط ثبوت النسب المبينة في موضعها" (یعنی شادی شدہ عورت اگر کوئی بچہ لاتی ہے تو ثبوت نسب کی شرائط کے پائے جانے کے بعد اس کا نسب اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرد سے ثابت ہوگا جس کے نکاح میں وہ عورت ہے)۔

ثبوت نسب کے لئے ضروری شرائط

باپ سے نسب ثابت ہونے کے تین اسباب ہیں:

(۱) الزواج الصحیح۔ (۲) الزواج الفاسد۔ (۳) الوطی بشبهة۔

اگر کوئی صحیح نکاح والی عورت کوئی بچہ لاتی ہے تو "الولد للفراش" والی حدیث کی بناپر وہ بچہ اس شوہر کی جانب منسوب ہوگا، مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ:

پہلی شرط: یہ ہے کہ شوہر ایسا ہو جس سے حمل کا تصور کیا جاسکتا ہو، مالکیہ اور شافعیہ کے یہاں بالغ ہونا ضروری ہے اور حنفیہ وحنابلہ کے یہاں کم از کم مراہق ہونا ضروری ہے، حنفیہ کے یہاں اس کی کم از کم عمر بارہ سال ہونی چاہئے اور حنابلہ کے یہاں دس سال، لہٰذا دس سال سے کم عمر والے شوہر سے نسب کسی کے یہاں ثابت نہیں ہوگا۔

دوسری شرط: دوسری شرط یہ ہے کہ بچہ شادی کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہو، یہ حنفیہ کے یہاں ہے، جمہور بھی چھ ماہ کی مدت کا اعتبار کرتے ہیں، لیکن ابتداء وقت نکاح سے ماننے کے بجائے امکان وطی کے وقت مانتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی عورت شادی کے بعد حمل کی اقل مدت سے کم میں کوئی بچہ لاتی ہے تو اس کا نسب اس کے شوہر سے اس نکاح کی بنیاد پر بالاتفاق ثابت نہیں ہوگا۔

تیسری شرط: عقد کے بعد زوجین کی ملاقات کا امکان ہونا ہے۔

حنفیہ کی رائے میں تصور اور عقلی لقاء کا امکان شرط ہے، جبکہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں انسانی عادت اور فطرت کا اعتبار ہے، محض عقلی لقاء ثبوتِ نسب کے لئے کافی نہیں ہے، حنفیہ ثبوتِ نسب کے معاملہ میں کرامت کا اعتبار کرکے یہ کہتے ہیں کہ شوہر مشرق میں اور عورت مغرب میں ہو اور چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو تو بغیر لعان کے لڑکے کی اس سے نفی نہیں کی جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ جمہور کے یہاں زوجین کے درمیان عادی امکان لقاء نہ ہونے کی صورت میں بغیر لعان کے بچہ کے نسب کی نفی کردی جائے گی: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" والی حدیث کا مقتضی یہی ہے کہ ثبوت نسب کے معاملہ میں حتی الامکان احتیاط برتی جائے، ایسا کرنے میں عورت کی آبرو کی حفاظت بھی ہے اور بچہ کو ضائع ہونے سے بچانا بھی ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ)۔

البتہ وقف کے بارے میں مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اختلاف ہے:

حنفیہ اور مالکیہ نے حمل پر وقف کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ بچہ زندہ ہوا ہو، ان فقہاء کے یہاں جواز وقف کی بنیاد جواز وصیت ہے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں حمل کے لئے وقف درست نہیں ہے۔

جنین کی حفاظت اور حاملہ عورت کے حقوق واحکام

اگر کوئی شخص (چاہے وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں) کسی حاملہ عورت کو اس کے پیٹ، پیٹھ، پہلو اور سر یا اس کے کسی عضو پر مارا یا قتل کرنے یا مارنے کی دھمکی دی اور اس کے نتیجہ میں حاملہ کا حمل مردہ حالت میں باہر آجائے تو جانی کی سزا جنین کی دیت ہے، اور جنین مذکر ہو یا مؤنث، اس کی دیت ایک غرہ یعنی ایک غلام یا باندی ہے جس کی قیمت پانچ اونٹ ہوگی، یعنی دیت کا بیسواں یا اس کے مساوی رقم یعنی پچاس دینار یا اس کے مساوی دراہم ہوں گے جن کی مقدار حنفیہ کے نزدیک پانچ سو درہم اور جمہور کے نزدیک چھ سو درہم۔

"علی الخلاف فی تقویم الدینار بالدراھم"۔

اور اس کی دلیل متعدد صحیح احادیث ہیں، ان میں سے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

"ہذیل کی دو عورتوں نے قتال کیا، ان میں سے ایک نے دوسرے کو پتھر سے مارا، اس کو بھی قتل کردیا اور اس کے پیٹ کے بچہ کو بھی، مقتولہ کے ورثہ نے اپنا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس پیش کیا تو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے جنین کی دیت غرہ ہے یعنی ایک غلام یا ایک باندی" (متفق علیہ بین احمد والشیخین)۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے اصح قول میں جنین پر عمداً جنایت کا تصور نہیں ہے، یا تو یہ جنایت شبہ عمد ہوگی یا خطا ہوگی، کیونکہ جنین کا وجود اور اس کی زندگی غیر متحقق ہے، اس لئے اس کا قصد کرنا انتہائی بعید ہے، البتہ مالکیہ کے یہاں "جناية على الجنين" میں عمد کا تصور ہے، اس بنا پر مالکیہ نے کہا کہ جنین کی دیت علی الفور واجب ہوگی اور نقدین یعنی سونے اور چاندی کے قبیل سے ہوگی اور جانی کے مال میں ہوگی، جبکہ جمہور نے اس جنایت کو خطا اور شبہ عمد ماننے کی بنا پر کہا کہ جنین کی دیت عاقلہ پر ہوگی اور جانی بھی عاقلہ کا ایک فرد ہے، (البتہ حنابلہ جانی کو عاقلہ میں شمار نہیں کرتے)۔ جمہور کی دلیل حضرت مغیرہؓ کی حدیث ہے:

"ایک عورت نے اپنی سوکن کو عمود فسطاط سے مارا اور اُسے قتل کر دیا، اسے اللہ کے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، اس مسئلہ میں آپ ﷺ نے جنین کی دیت میں عاقلہ کے عصبہ پر ایک غرہ کا فیصلہ کیا تو اس کے عصبہ نے کہا:

" أندى مالا طعم ولا شرب ولا صام ولا استهل و مثل ذلك يطل، فقال: سجع مثل سجع الأعراب" (رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد والنسائی)۔

اگر جنین حاملہ کے بطن سے بحالت حیات باہر آجائے پھر عمداً جنایت کی بنا پر مر جائے تو ضارب پر قصاص بھی واجب ہو سکتا ہے، مالکیہ کے نزدیک بشرطیکہ جانی کی جنایت اس قسم کی ہو جو عام حالات میں موت تک پہنچا سکتی ہو، لیکن حنابلہ اور حنفیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے اصح قول میں چونکہ جنین میں عمداً جنایت کا تصور نہیں ہے، اس لئے اس صورت میں دیت کاملہ واجب ہوگی اور ضارب اس میں سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔

جنین غیر المسلمة

اگر ذمیہ حاملہ کے ساتھ جنایت کا معاملہ پیش آجائے اور اس کے پیٹ کا بچہ مردہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال میں باہر آجائے تو اس صورت میں ایک غرہ واجب ہوگا، البتہ غرہ کی تقدیر اس صورت میں مختلف فیہ ہے۔

حنفیہ کے یہاں اس صورت میں بھی وہی غرہ ہے جو مسلم جنین کے عوض میں واجب ہوتا ہے اگرچہ ذمیہ کا یہ جنین کافر باپ سے کیوں نہ ہو، کیونکہ حنفیہ کے یہاں کافر کی دیت مسلم کی دیت کی طرح ہے۔

حنابلہ کے نزدیک بھی دونوں ایک ہی ہیں، کیونکہ دارالاسلام میں یہ فیصلہ صادر کیا جارہا ہے لہٰذا ذمیہ کی تقدیر مسلمہ سے ہوگی، البتہ مالکیہ کے نزدیک ذمیہ کے جنین کا غرہ اس کی ماں کی دیت کا دسواں ہوگا، اور شافعیہ کے نزدیک یہودی اور نصرانی کے جنین کا غرہ مسلم کے غرہ کے ایک ثلث کے برابر ہوگا (الفقہ الاسلامی ۶/۳۶۷)۔

جنین کے مختلف مراحل میں اسقاط کا حکم

اسقاطِ حمل یعنی اجہاض کے احکام میں نفخ روح سے قبل اور نفخ روح کے بعد قدرے فرق ہے، نفخ روح ایک سو بیس دن کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما نطفة ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يرسل الملك فينفخ الروح"۔

نفخ روح کے بعد اسقاطِ حمل کی حرمت میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نظر نہیں آتا، بلکہ فقہاء کرام کے یہاں اس کے حرمت کی صراحت موجود ہے۔

"فقد نصوا على أنه إذا نفخت في الجنين الروح حرم الإجهاض إجماعاً وقالوا: إنه قتل بلا خلاف" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲/۵۷)۔

نفخ روح کے بعد اسقاط کی حرمت کے سلسلہ میں فقہاء کی مطلق عبارات سے یہ مفہوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ یہ حرمت اس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ ماں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین نے اس کی صراحت بھی کر دی ہے:

"لو كان الجنين حيّا و يخشى على حياة الأم من بقائه فإنه لا يجوز تقطيعه"۔

پھر علامہ شامی نے اس کی وجہ بھی تحریر فرمائی:

"لأن موت الأم به موهوم فلا يجوز قتل آدمي لأمر موهوم" (الدر و حاشیہ ابن عابدین ۱/۶۰۲) (ماں کی موت موہوم ہے، لہٰذا ایک امر موہوم کی وجہ سے کسی آدمی کا قتل جائز نہیں ہو سکتا)۔

نفخ روح سے قبل اجہاض کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، ہر ایک فقہی مسلک میں بھی دونوں قسم کی آراء موجود ہیں۔

"الموسوعۃ الفقہیہ ۲/۵۸" میں الفروع کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے:

"وهو ما ذكره بعض الحنفية فقد ذكروا أنه يباح الإسقاط بعد الحمل ما لم يتخلق شئ منه" (یعنی جبکہ حمل کی خلقت نہ ہو اس وقت تک اسقاط جائز ہے)۔

اور فقہاء کے یہاں تخلق کی تحدید نفخ روح ہے، مالکیہ میں لخمی اور شافعیہ میں ابو اسحاق مروزی نے تخلق کی تحدید چالیس دنوں سے کی ہے، ورنہ عام فقہاء کے نزدیک اس کے لئے چار ماہ کا عرصہ ہے۔

رملی نے زنا کے نطفہ کو چالیس دن سے پہلے پہلے گرانے کو جائز قرار دیا ہے، اگرچہ بعض علماء کی عبارات نفخ روح سے قبل اسقاط کے جواز پر دال ہیں، لیکن عام حالات میں مطلق جواز کا قول بہت سے مفاسد پیدا کرے گا۔ احادیث میں عزل کی اجازت بھی ہے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اسے "الواد الخفي" بھی کہا ہے اور اسقاط یقیناً عزل سے آگے کی چیز ہے۔

معاشرتی بگاڑ کی بنا پر مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ بھی لڑکیوں کی پیدائش کو اپنے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زحمت سمجھنے لگا ہے، یہ بھی بعید نہیں کہ کچھ لوگ بچیوں کی ولادت اپنے لئے باعث عار سمجھتے ہوں اور دور جاہلیت کے احساسات "وإذا بشر أحدهم بالأنثی ظل وجهه مسوداً وهو كظيم" کی صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا ان حالات میں اسقاط کا تعلق ننانوے فیصد لڑکیوں کے ساتھ ہوگا، نتیجۃً انسانی آبادی عدم تناسب کا شکار ہو جائے گی، اس لئے نفخ روح سے قبل بھی اجہاض کا جواز بعض ناگزیر حالات تک محدود رہے گا جس کا فیصلہ مستفتی کی صورت حال جاننے کے بعد کوئی مفتی کر سکتا ہے۔

مثلاً عورت مستقلاً بیمار رہتی ہو، اس کے لئے حمل کی مشقتیں ناقابل برداشت ہوں، یا اس کی دماغی صحت اور جان کو خطرہ لاحق ہو یا حمل زنا بالجبر کا ہو یا اس جیسی اور کچھ استثنائی صورتیں ہوسکتی ہیں جس میں اجازت دی جاسکتی ہے، عمومی اجازت کسی طرح نہیں دی جاسکتی، یہ قرآن وحدیث کے منشا کے خلاف بھی ہے اور انسانی حقوق کی پامالی بھی ہے۔

رحم مادر کے باہر جنین کی نشو ونما

رحم مادر کے باہر جنین کی نشو ونما عبارت ہے کرایہ پر حاصل کردہ رحم سے، البتہ اس کی بعض شکلوں میں دوسری عورت یہ کام رضا کارانہ کرتی ہے، اپنی رحم کے استعمال کا معاوضہ نہیں لیتی، لیکن عام مروجہ صورتوں میں چونکہ یہ کام پیسے کی خاطر ہوتا ہے، اس لئے اس پر "الأم المستاجره" یا "الرحم المستاجر" کی اصطلاح کا استعمال تغلیباً کیا جاتا ہے۔

رحم مادر کے باہر جنین کی نشو ونما کی صورت یہ ہے کہ شوہر کے نطفہ اور بیوی کے بویضہ کو حاصل کرنے کے بعد لقیحہ تیار کیا جائے اور پھر اس کی کاشت کے لئے دوسری عورت کا رحم استعمال کیا جائے، وہ عورت میاں بیوی کے ساتھ کسی معاہدہ کی بنا پر اپنے رحم میں ان کے بچہ کی پرورش کرے اور پیدائش کے بعد معاہدہ کے مطابق بچہ ان کے حوالہ کر دے، یہ بچہ قانون کے مطابق معاوضہ ادا کرنے والے میاں بیوی کا ہوگا اور یہ عورت اس سے کنارہ کش ہو جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنین کے نشو ونما کی یہ شکل عصر حاضر کی پیداوار ہے، اب تک انسان اسی ماں سے آشنا تھا جو اپنے پیٹ میں اپنا بچہ پالتی تھی، لیکن میڈیکل سائنس اور ٹیکنالوجی کے ارتقاء نے انسان کو ایک ایسی ماں سے ملا دیا جو اپنے پیٹ میں دوسری عورت کا بچہ بھی پال سکتی ہے۔

طب کے میدان کی یہ تحقیقات عورت کے بانجھ پن کے علاج میں مدومعاون ہونے کے ساتھ اس کے اندر کی مامتا کی تسکین کا ذریعہ بھی ہیں جو ایک فطری اور پاکیزہ جذبہ ہے، لیکن ایک مسلمان کی زندگی میں طب شریعت کے تابع ہے، لہٰذا ان ترقیات سے فائدہ اٹھانے سے پہلے ان کے عواقب کا جائزہ لینا اور شرعی احکام کی روشنی میں ان کو پرکھنا انتہائی ضروری ہے۔

چنانچہ اس انداز پر جنین کی نشو ونما کا جو کاروبار مغربی ممالک میں فروغ پا رہا ہے اس کا جائزہ لینے کے بعد متعدد خرابیاں سامنے آ رہی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱- رحم مادر جو انتہائی مقدس چیز ہے انسانوں کا ہر طبقہ بلا اختلاف مذہب وملت اس کے تقدس کا قائل ہے اور اسی تقدس کا مظہر ماں بیٹے کا رشتہ ہے، وہی رحم ایک تجارتی سامان بنتا جا رہا ہے۔

۲- نسب اسلامی شریعت میں بہت اہم چیز ہے اور اس صورت میں جبکہ نطفہ باپ کے عضو سے الگ کر دیا گیا تو اس کو بیوی کے بویضہ کے ساتھ ملانے اور دوسری عورت کے رحم تک منتقل کرنے کے عمل میں نسب کے خلط ملط ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

۳- اس عمل کے نتیجہ میں بیضہ والی ماں اور جننے والی ماں دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اگرچہ اس نومولود کی اصل ماں وہ عورت ہے جس کا بیضہ ہے لیکن نو ماہ تک اپنے پیٹ میں پرورش کرنے والی ماں کا اس بچہ کو دوسرے کے حوالہ کرنا ایک مشکل مسئلہ ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

شکم مادر کے باہر جنین کے نشو ونما کی شکلیں

شکم مادر کے باہر جنین کے نشو ونما کی پانچ معروف شکلیں ہمارے پیش نظر ہیں، چار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکلوں کی حرمت پر علماء عصر متفق ہیں اور پانچویں شکل میں بھی عدم جواز ہی راجح ہے اگر چہ اس میں جواز کا قول بھی موجود ہے۔

پہلی شکل: اس کی صورت یہ ہے کہ بیوی کے انڈے کو شوہر کے مادہ منویہ سے بارآور کر کے کسی دوسری عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔

دوسری شکل: اس کی صورت بھی یہی ہے یعنی میاں بیوی کے نطفہ اور بویضہ کو بارآور کر کے کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈال کر اس کی پرورش کی جائے، لیکن یہ عمل زوجین کی وفات کے بعد کیا جائے، گویا ان کا مادہ منی بینک اور بویضہ بینک سے حاصل کیا جائے۔

تیسری شکل: اس کی صورت یہ ہے کہ بیوی کے بویضہ کو اجنبی مرد کے نطفہ کے ساتھ بارآور کیا جائے، یہ صورت اس وقت اختیار کی جاتی ہے جبکہ شوہر بانجھ ہو اور عورت یعنی بیوی کے رحم میں کوئی خلل ہو لیکن بیضہ دانی صحیح ہو۔

چوتھی شکل: اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر کا نطفہ اس کی بیوی کے علاوہ کسی اجنبی عورت کے بیضہ کے ساتھ بارآور کیا جائے اور پھر اسے دوسری اجنبی عورت کے رحم میں ڈال کر اس کی پرورش کی جائے یہ صورت اس وقت اپنائی جاتی ہے، جب بیوی کا رحم اور بیضہ دانی دونوں خراب ہوں یا وہ عورت مایوسی کی عمر کو پہنچ چکی ہو۔

رحم مادر کے باہر جنین کے نشوونما کی یہ چاروں شکلیں حرام ہیں، کیونکہ ان سب میں ایک ناجائز چیز مشترک ہے اور وہ یہ کہ ایک مرد کے نطفہ کی پرورش ایک ایسی عورت کے رحم میں ہو رہی ہے جو نہ اس کی بیوی ہے اور نہ ہی باندی، گویا نطفہ کی پرورش کے جواز کی کوئی صورت موجود نہیں ہے، جبکہ تیسری اور چوتھی شکل میں ایک خرابی بلکہ ایک شرعی رکاوٹ کا اضافہ مزید ہے، وہ یہ کہ شوہر کے نطفہ کو اجنبی عورت کے بیضہ کے ساتھ بارآور کیا گیا یا بیوی کے بیضہ کو اجنبی مرد کے نطفہ کے ساتھ۔ اجنبی عورت کے رحم کا استعمال ناجائز اور غلط تو تھا ہی مزید برآں حمل کے وجود میں لانے اور جنین کا مادہ تیار کرنے کا طریقہ بھی بالکل غیر شرعی اور ناپسندیدہ ہے، اس لئے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں صورتوں کی حرمت پہلی دوشکلوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے، مسلمانوں کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ حصول اولاد کے لئے ان ناجائز شکلوں کا استعمال کریں مذکورہ چاروں صورتوں سے بچنا ضروری ہے۔

پانچویں شکل: اس کی شکل یہ ہے کہ بیوی کے بویضہ کو شوہر کے نطفہ سے بارآور کر کے اسی مرد کی دوسری بیوی کے رحم میں اس کی پرورش کی جائے، یہ پانچویں صورت اس وقت اختیار کی جاتی ہے جبکہ کسی مرد کی ایک بیوی کی بیضہ دانی صحیح سالم ہو، لیکن رحم میں کوئی خرابی ہو جبکہ دوسری بیوی کا رحم صحیح سالم ہو اور بیضہ دانی میں کوئی خرابی ہو، گویا اس صورت میں ایک سوکن دوسری سوکن کے بچہ کی پرورش کے لیئے اپنا رحم رضا کارانہ طور پر دے رہی ہے، اگرچہ بعض ناگزیر حالات میں جملہ احتیاطی تدابیر کے ساتھ اس شکل کے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن موجودہ عہد کے بگاڑ اور فساد کو دیکھتے ہوئے اس شکل کو ممنوع قرار دینا ہی زیادہ راجح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں بچوں کے حقوق

مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی ☆

اسلام نے نسل انسانی کی بقا و افزائش کے لئے اور کائنات انسانی کو شاد و آباد رکھنے کے لئے نکاح کی ترغیب دی، اس کی ہمت افزائی کی، نکاح کو سنت اور عبادت قرار دیا، بعض دوسرے مذاہب کی طرح اس نے رہبانیت اور تجرد کی تعلیم نہیں دی، بلکہ نکاح کے ذریعہ جنسی خواہش کو پورا کرنے اور ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ترغیب اور تاکید فرمائی، رسول اکرم ﷺ نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "**یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء**"۔

اللہ تعالی نے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرنے کا حکم دیا اور اس حقیقت کی جانب اشارہ فرمایا کہ اگر معاشی کمزوری اس راہ میں رکاوٹ ہے تو کیا بعید ہے کہ نکاح کی برکت سے اس کا ازالہ ہو جائے۔

"**وانکحوا الأیامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وإمائکم، إن یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله**" (سورہ نور: ۳۲) (اور تم اپنے بے نکاحوں کا نکاح کرو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں جو اس کے (یعنی نکاح کے) لائق ہوں ان کا بھی، اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا)۔

☆ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و سکریٹری برائے علمی امور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی نظر میں نکاح کا ایک بڑا مقصد حصول اولاد اور نسل انسانی کی افزائش ہے، لہذا اسلام نے رشتہ کا انتخاب کرتے ہوئے ایسی عورت کو پسند کرنے کی ہدایت کی ہے جس سے زیادہ بچے پیدا ہونے کی امید ہو۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **"تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة"**۔

عام حالات میں شوہر دیدہ عورت کے بجائے کنواری عورت سے شادی کو اس لئے بھی ترجیح دی گئی ہے کہ کنواری عورت میں عموماً تولیدی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے، اس سے زیادہ بچے ہونے کی امید ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"عليكم بالإبكار فإنهن أعذب أفواها وأنتق أرحاما وأرضى باليسير"**۔

اولاد کی خواہش انسان کی ایک فطری خواہش ہے، اسلام نے اس خواہش کو دبانے اور مٹانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اس کی تائید اور ہمت افزائی کی اور جائز طریقہ پر اس خواہش کو پورا کرنے کی تحسین کی۔

اللہ تعالی نے اس کو بھی اپنی بڑی نعمت اور احسان قرار دیا کہ اس نے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور اس ازدواجی رشتہ سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے، ارشاد باری تعالی ہے: **"والله جعل لكم من أنفسكم أزواجا وجعل لكم من أزواجكم بنين وحفدة"** (نحل: ۷۲) (اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: **"يا أيها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها، وبث منهما رجالا كثيرا ونساء"** (نساء: ۱) (اے لوگو! اپنے پروردگار سے تقوی اختیار کرو، جس نے تم (سب) کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہ کثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیئے)۔

اسلام نے بچے کی پیدائش کو انتہائی مسرت بخش واقعہ قرار دیا، کسی گھر میں کسی نومولود کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمد کو اور انسانیت کے چمن میں نیا پھول کھلنے کو اسلام نے بڑا فرحت بخش موقع قرار دیا اور بچہ یا بچی کی پیدائش پر خوش خبری دینے اور تہنیت کو مستحب اور مستحسن قرار دیا، خود قرآن کریم میں ولادت کی بشارت کے متعدد واقعات بڑی اہمیت سے ذکر کئے گئے ہیں، مثلاً سورہ ہود: ۶۹ تا ۷۱، سورہ مریم: ۷، سورہ فرقان: ۷۴۔

لڑکے کی پیدائش کی طرح لڑکی کی پیدائش بھی انتہائی فرحت و مسرت کا مقام ہے، لڑکی بھی اللہ تعالی کا تخلیقی شاہکار ہے، بچی کی پیدائش پر بھی بشارت اور تہنیت کا وہی اہتمام ہونا چاہئے جو بچے کی پیدائش پر کیا جاتا ہے۔

لڑکی کی پیدائش پر خوش ہونے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے افسردہ و غمگین ہونا، لڑکی کی پیدائش کو عار اور نحوست تصور کرنا خالص جاہلی طریقہ ہے جسے اسلام نے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، دور جاہلیت کی اس غیر اسلامی اور غیر انسانی رسم کا ذکر قرآن کریم نے بڑی باریک بینی اور بلاغت سے کیا ہے اور اس کی سنگینی و شناعت واشگاف کی ہے، ارشاد باری ہے: "وإذا بشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم، يتوارى من القوم من سوء ما بشر به، أيمسكه على هون أم يدسه في التراب، ألا ساء ما يحكمون" (نحل: ۸۵ تا ۹۵) (اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ (دل میں) گھٹتا رہتا ہے، اس بری خبر پر وہ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے آیا اس (مولود) کو زحمت کی حالت میں لئے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، ہائے کیسی بری تجویز یہ کرتے رہتے ہیں)۔

زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کی پیدائش کو عار اور نحوست سمجھنا ایک عام بات تھی، لڑکی پیدا ہونے کی خبر کو عموماً چھپانے کی کوشش کی جاتی، بعض قبائل کی سنگ دلی اور درندگی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ لوگ لڑکیوں کی ذلت اور عار سے بچنے کے لئے اور بسا اوقات تنگ دستی کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ دفن کردیتے، اور معصوم بچیوں کی چیخ پکار، آہ و فریاد ان سنگدلوں کے جذبات انسانیت و محبت میں کوئی تموج پیدا نہیں کر پاتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، اسے سنگین ترین جرائم اور بڑے گناہوں میں شمار کیا، اور قرآن نے یہ بھیانک منظر یاد دلایا کے قیامت کے روز وہ لوگ تمام خلائق کے سامنے حد درجہ رسوا ہوں گے جنہوں نے لڑکیوں کو زندہ دفن کیا ہوگا، ارشاد ربانی ہے: "وإذا الموؤدة سئلت بأى ذنب قتلت" (تکویر:۸تا۹) (اور جب زندہ دفن کی ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی)۔

اسلام نے عقیدہ وعمل، فکر ونظر کا جو عظیم انقلاب برپا کیا تھا اسی کا ثمرہ تھا کہ وہی لوگ جو دور جاہلیت میں لڑکیاں زندہ درگور کر چکے تھے، وہ قبول اسلام کے بعد حد درجہ پریشان اور پشیمان تھے اور اپنی سنگدلی کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔

قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین عرب بعض اوقات تنگ دستی اور فقر وفاقہ کے ڈر سے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے، اس میں لڑکیوں ہی کی تخصیص نہیں تھی، بلکہ اس خوف سے لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں، سورۂ انعام میں فرمایا گیا ہے: "قل تعالوا أتل ماحرم ربکم علیکم ألا تشرکوا به شیئا وبالوالدین إحسانا ولا تقتلوا أولادکم من إملاق نحن نرزقکم وإیاهم" (انعام:۱۵۱) (آپ کہئے کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو تم پر تمہارے پروردگار نے حرام کی ہیں (یعنی یہ کہ) اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو اور اپنی اولاد کو افلاس (کے خیال) سے قتل مت کر دیا کرو، ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی)۔

سورہ اسراء میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولاتقتلوا أولادکم خشیة إملاق نحن نرزقهم وإیاکم، إن قتلهم کان خطأ کبیرا" (اسراء/۳۱) (اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کر دیا کرو، ہم ہی ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بیشک ان کا قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے)۔

صحیحین میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت ہے: "قلت یا رسول الله أی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذنب أعظم؟ قال: "أن تجعل لله ندا وهو خلقک، قلت: ثم أی؟ قال: أن تقتل ولدک خشية أن يطعم معک، قلت: ثم أی؟ قال: أن تزانی بحليلة جارک"۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ لڑکیوں کے بارے میں دور جاہلیت کے تصور نحوست کو اکھاڑ پھینکا بلکہ بچیوں کی پرورش و تربیت اور ان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کو بڑا کار ثواب شمار کیا، اور ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی جو بچیاں پیدا ہونے پر ملول اور افسردہ ہونے کے بجائے انہیں اللہ جل شانہ کی عظیم نعمت تصور کرتے ہیں، اور بچوں کی طرح ان کی پرورش و تربیت کا پورا دھیان کرتے ہیں۔

دور جاہلیت میں لڑکیوں کو منحوس اور نا مسعود سمجھنے نیز انہیں قتل اور زندہ دفن کرنے کی جو رسمیں تھیں وہ ماڈرن جاہلیت کے دور میں بھی نئے رنگ وروپ میں موجود ہیں، لڑکی پیدا ہونے کی خبر آج بھی فرحت بخش ہونے کے بجائے ماں باپ اور گھر والوں پر بجلی بن کر گرتی ہے، اس خبر سے چہرے افسردہ اور مضمحل ہو جاتے ہیں، بسا اوقات پیدا ہونے والی بچی کی ماں کو بڑے طعنے سننے پڑتے ہیں، ساس، نندوں وغیرہ کے طعنوں سے اس کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے، کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ لڑکی پیدا ہونے کی نوبت ہی نہ آئے، ایام حمل میں طبی جانچ کرا کے یہ معلوم کر لیا جاتا ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، اگر یہ رپورٹ ملتی ہے کہ لڑکی ہے تو ماہر ڈاکٹروں کی مدد سے اسقاط حمل کرا لیا جاتا ہے تاکہ وہ ننھی سی معصوم جان زندہ حالت میں اس کائنات میں آنکھ نہ کھول سکے اور اس کے زندہ پیدا ہو جانے سے گھر والوں کی زندگی اجیرن نہ بن جائے۔

اسلام نے بچوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی ہے، بچوں کے ساتھ بلاوجہ بے رخی، شدت کا برتاؤ کرنا، انہیں جھڑکنا، پھٹکارنا، اسلامی آداب واخلاق کے خلاف ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **"ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف حق كبيرنا"** (وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور ہمارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے کا حق نہیں پہچانا)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "أتي النبي ﷺ رجل و معه صبي فجعل يضمه إليه، فقال النبي ﷺ أترحمه؟ قال نعم قال: فالله ارحم بک منک به وهو أرحم الراحمين"۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک دوسری روایت ہے: "قبل رسول الله ﷺ الحسن بن علي و عنده الأقرع بن حابس التميمي جالس، فقال الأقرع: إن لي عشرة من الولد ما قبلت منهم أحدا، فنظر رسول الله ﷺ ثم قال "من لا يرحم لا يرحم"۔

صحیح بخاری میں حضرت اسامہؓ بن زید کی روایت ہے: "كان رسول الله ﷺ يأخذني فيقعدني على فخذه ويقعد الحسن بن علي فخذه الآخر ثم يضمهما ثم يقول: اللهم أرحمهما فإني أرحمهما"

حضرت عائشہؓ کی یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے: "جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال: "تقبلون الصبيان فما نقبلهم، فقال النبي ﷺ: أو أملک لک أن نزع الله من قلبک الرحمة"۔

ماں، باپ اور اہل خانہ کی شفقت و محبت، رحمت و مودت کے گھنے سایے میں بچوں کی جسمانی اور ذہنی نشو نما بھرپور طریقہ پر ہوتی ہے، ان کی جسمانی اور دماغی صلاحیتوں میں بالیدگی ہوتی ہے، اچھی عادات و اطوار پروان چڑھتے ہیں، ماں باپ اور خاندان و سماج کی شفقت ورحمت سے محروم بچے عموماً بہت سی نفسیاتی الجھنوں کے شکار ہو جاتے ہیں، ان کی جسمانی و ذہنی نشوونما صحیح طور پر نہیں ہو پاتی، اخلاقی انحراف اور کج روی کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔

اسلام کا قانونی اور اخلاقی نظام عدل و احسان پر مبنی ہے، اسلام نے تمام طبقات کے حقوق و فرائض میں ایسا توازن پیدا کیا ہے جو فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہے، اسلامی شریعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ہر طبقہ اور فرد کے حقوق و فرائض کی واضح حد بندی کر کے ہر طبقہ اور فرد کو ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے، پوری چوکسی برتے اور اپنے حقوق حاصل کرنے میں زیادہ کشاکش کا رویہ اختیار نہ کرے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو مسامحت اور معافی کا برتاؤ کرے۔

اسلامی شریعت کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے سماج کے کمزور افراد اور طبقات کے حقوق کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے اور کمزوروں کو ان کے حقوق دلوانے کے لئے بڑا مستحکم سماجی اور قانونی نظام قائم کیا ہے۔

بچے بھی انسانی سماج کے کمزور ترین طبقات میں سے ہیں، نابالغ بچے جسمانی اور ذہنی طور پر اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنے حقوق و مصالح کو پہچان کر ان کے لئے جدوجہد کریں اور اپنے حقوق کی لڑائی لڑیں، اس لئے کتاب وسنت میں ان کے حقوق بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے اور ان کے حقوق کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے بڑا محکم اور دقیق اخلاقی وقانونی نظام تیار کیا گیا۔

فقہاء اسلام نے نابالغ بچوں کے حقوق اور ان کے مخصوص احکام کی اہمیت کے پیش نظر بچوں کے مسائل واحکام پر ''احکام الصغار'' وغیرہ کے نام سے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ذیل کے صفحات میں بچوں کے اہم حقوق پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

بچوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت اور سانحہ ماں، باپ کے سایہ سے محرومی ہے، ماں کی شفقت ومحبت بچوں کے لئے بہترین سہارا اور تربیت گاہ ہے، اور باپ اولاد کے حقوق کے لئے زبردست ڈھال ہے، کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا باپ داغ مفارقت دے جائے تو اس لڑکے اور لڑکی کو یتیم کہا جاتا ہے، باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد بچہ گھنیرے سایے سے چلچلاتی دھوپ میں آجاتا ہے، اس کا پورا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ دوسرے ہی نہیں اس کے اعزا واقارب ہی اس پر ظلم وستم کریں، اس کا مال وجائداد ہڑپ کرلیں اور اس کے حقوق پر ڈاکہ ڈالیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے نابالغ یتیم بچے بچیوں کو ظالموں کی دست برد سے محفوظ رکھنے، ان کے حقوق کی حفاظت کرنے اور سماج میں ان کو باعزت مقام دلانے کے لئے بڑی واضح اور قطعی ہدایات دیں۔

اس سلسلے میں قرآن پاک کی چند آیات اور احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں:

"إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا" (نساء:۱۰) (بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھالیتے ہیں وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے)۔

"وآتوا اليتامى أموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب ولاتأكلوا أموالهم إلى أموالكم إنه كان حوبا كبيرا" (نساء:۲) (اور یتیموں کو ان کا مال پہنچا دو اور پاکیزہ کو گندی چیز سے مت تبدیل کرو اور ان کا مال مت کھاؤ اپنے مال کے ساتھ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے)۔

یتیموں کا مال ناجائز طریقے پر کھانے کے بارے میں اس طرح کی شدید آیات نازل ہونے کا اثر یہ ہوا کہ جن لوگوں کی کفالت میں یتیم بچے تھے، انہوں نے حد درجہ احتیاط شروع کردی، گھروں میں یتیموں کا کھانا الگ سے پکایا جانے لگا تاکہ یتیموں کا کھانا گھر والوں کے استعمال میں بالکل نہ آئے، یتیم کے لئے اس کے مال سے تیار کیا ہوا کھانا خواہ خراب ہی ہوجائے گھر والے اس کو استعمال نہیں کرتے تھے، اس سے یتیم بچوں کو تنہائی اور اجنبیت کا احساس ہونے لگا، یتیموں کے یہ احساسات نبی اکرم ﷺ تک پہنچے، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

"ويسئلونك عن اليتمىٰ قل إصلاح لهم خير وإن تخالطوهم فإخوانكم والله يعلم المفسد من المصلح ولو شاء لأعنتكم إن الله عزيز حكيم" (البقرۃ:۲۲۰) (اور (لوگ) آپ سے یتیموں کے باب میں دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اس کی مصلحت کی رعایت رکھنا بہتر ہے، اور اگر تم ان کے ساتھ (خرچ) شامل رکھو تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ تمہارے بھائی (ہی) ہیں، اللہ کو علم ہے کہ مفسد (کون) ہے اور مصلح (کون)، اور اللہ اگر چاہتا تو تم کو پریشانی میں ڈال دیتا اللہ یقیناً زبردست ہے حکمت والا ہے)۔

یتیموں پر خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تعلیم و تلقین تو بہت ساری آیات میں کی گئی ہے اور مختلف آیات میں بتایا گیا ہے کہ یتیموں کو دھوکہ دینا، ان کے حقوق غصب کرنا، انہیں کھانا نہ کھلانا، انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنا اہل جہنم کی صفات وافعال ہیں، چند آیات ملاحظہ ہو:

”وإذ أخذنا ميثاق بني إسرائيل لا تعبدون إلا الله وبالوالدين إحسانا وذی القربى واليتمى والمساكين وقولوا للناس حسنا وأقيموا الصلوة وآتوا الزكوة ثم توليتم إلا قليلا منكم وأنتم معرضون“ (بقرہ:۸۳) (اور (وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ عبادت نہ کرنا (کسی کی) بجز اللہ کے، اور حسن سلوک سے پیش آنا (اپنے) ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے بھی) اور لوگوں سے (بالعموم) بھلی بات کہنا اور نماز قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا، پھر تم (سب ان احکام سے) پھر گئے بجز تم میں سے (معدودے) چند کے اور تم ہی ہو گردن کش)۔

یتیم بچے بچیوں کی کفالت، اور ان کے اموال و مصالح کی نگہداشت کرنے کے بڑے فضائل احادیث نبویہ میں آئے ہیں۔

حضرت مرۃ فہری روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”أنا و كافل اليتيم فی الجنة كهاتين“۔

حضرت سہلؓ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”أنا و كافل اليتيم فی الجنة هكذا وقال بإصبعيه السبابة والوسطى“۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”خير بيت فی المسلمين بيت فيه يتيم يحسن إليه وشر بيت فی المسلمين بيت فيه يتيم يساء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إليه أنا و كافل اليتيم في الجنة كهاتين يشير بإصبعيه"۔

قرآن وسنت کی اسی طرح کی تعلیمات کا اثر تھا کہ یتیم بچوں کی کفالت اور تربیت مسلم سماج کے لئے کوئی مسئلہ نہیں بنی، بہت سے اہل خیر نے اس کی پابندی کرلی تھی کہ اپنے ساتھ کسی یتیم کو کھانے میں ضرور شریک کریں، صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی یتیم کو ضرور شریک دسترخوان کرتے۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں یہ روایت درج کی ہے:

"عن الحسن أن يتيما كان يحضر طعام ابن عمر فدعا بطعام ذات يوم فطلب يتيمه فلم يجده فجاء بعد ما فرغ ابن عمر فدعا له ابن عمر بطعام فلم يكن عندهم فجاءه بسويق وعسل فقال دونک هذا فو الله ما غبنت يقول الحسن: وابن عمر والله ما غبن"۔

اسلام عام حالات میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مرد یا عورت تجرد کی زندگی گذاریں بلکہ نکاح کی ترغیب دیتا ہے لیکن اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور اس کے چھوٹے بچے ہیں تو اگر وہ بیوہ عورت یتیم بچوں کی کفالت اور تربیت کی خاطر اپنا نکاح نہیں کرتی اور بیوگی پر صبر کرتی ہے، یتیم بچوں کا مستقبل سنوارنے کے لئے مشکلات جھیلتی ہے تو اس کے اس رویہ کی تحسین کی گئی ہے، اور بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے، حضرت عوفؓ بن مالک نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "أنا و امرأة سفعاء الخدين امرأة أيمت من زوجها فصبرت على ولدها كهاتين في الجنة"۔

اسلام نے یتیموں کے اموال اور ان کے حقوق و مصالح کی حفاظت کے سلسلے میں صرف اخلاقی تعلیمات دینے اور ایمانی جذبات کو ابھارنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسی کے ساتھ ساتھ اس مقصد کے لئے مستحکم قانونی اور انتظامی نظام بھی قائم کیا۔

قاضی پر یہ بھی ذمہ داری عائد کی گئی کہ وہ اپنے علاقۂ قضا کے یتیموں کی فہرست تیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائے جن یتیموں کے اموال وحقوق کی نگہداشت کے لئے پہلے سے ''وصی'' مقرر نہ ہوں، ان کے لئے امانت دار اور سمجھدار وصی مقرر کرے، یتیموں کے اوصیاء کی کارگزاریوں پر گہری نظر رکھے، ضرورت سمجھے تو تفصیلی حسابات بھی چیک کرے اور جس وصی کے بارے میں یتیم کے مال میں خیانت یا بے جا تصرف کی بات سامنے آئے، اسے نہ صرف معزول کردے بلکہ اس نے یتیم کے مال میں خود خرد برد کی ہے یا نقصان پہنچایا ہے اسے اس سے وصول کرے اور کسی دوسرے شخص کو جو امانت دار اور خدا ترس ہو وصی مقرر کردے، قاضی یتیموں کے اموال کی حفاظت اور ان کے حقوق ومصالح کی نگہداشت کس طرح کرے گا اور اوصیاء کے تصرفات پر کس طرح نظر رکھے گا، اس کے بارے میں ادب القاضی کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں بڑی تفصیلی بحثیں ہیں اور ہمارے فقہاء نے مقاصد شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے بڑی باریک بینی اور گہرائی کے ساتھ ان تمام دروازوں کو بند کردیا ہے جن کی راہ سے یتیموں کے اموال کو ہڑپ کرنے اور ان کے حقوق غصب کرنے کا اندیشہ تھا۔

دنیا میں پیدا ہونے والا نازک ونحیف اور ناتواں بچہ ننھے پودے کی طرح ہے جس نے ابھی اس کائنات میں آنکھ کھولی ہے، اس ننھے پودے کی نمو وافزائش کا اگر مناسب انتظام نہ کیا گیا تو باد وباراں کی یورش یا حرارت وبرودت کی شدت سے وہ پودا فنا کے گھاٹ اتر جائے گا اور اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔

اس سے کہیں نازک مسئلہ نومولود بچے کا ہے، اس کی حفاظت وبقا، جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی نشو ونما اور مفید تعلیم وتربیت کے لئے بڑی نگہداشت اور مستحکم اخلاقی اور قانونی حصار کی ضرورت ہے، بچہ بے شعور ہوتا ہے، اسے بھلے برے، نفع نقصان کی تمیز نہیں ہوتی، انتہائی کمزور وناتواں ہے، اپنے مال ودولت اور حقوق ومصالح کی حفاظت نہیں کرسکتا، اس لئے خالق کائنات اللہ جل شانہ نے اسلامی شریعت کے تفصیلی احکام کے ذریعہ بچے کے مادی اور معنوی حقوق کی مکمل حفاظت کا بندوبست کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے پیدائش کے بعد ہی بچوں کے حقوق و مصالح کی نگہداشت نہیں کی۔ بلکہ بچہ جب رحم مادر میں رہتا ہے اور اس سے پہلے جب جسم پدر میں مادہ منویہ کی شکل میں ہوتا ہے ان تمام مراحل میں شریعت نے بچے کے وجود و بقا کی حفاظت کی ہے، عزل کرنا دور قدیم میں برتھ کنٹرول کی ایک سادہ شکل تھی، اسے رسول اکرم ﷺ نے صاف اور صریح انداز میں منع فرمایا، اور بعض احادیث میں اسے ''واد خفی'' (خفیہ طور پر زندہ درگور کرنا) قرار دیا، عام حالات میں برتھ کنٹرول خواہ دور قدیم کے عزل کی صورت میں ہو یا دور جدید کے آپریشن یا مانع حمل ادویہ کی شکل میں ہو، اس مادۂ منویہ کو ضائع کرنا اور فنا کے گھاٹ اتارنا ہے جس میں یہ صلاحیت تھی کہ عورت کی بچہ دانی میں پہنچ کر انسانی بچہ کی شکل اختیار کر سکے، اسی طرح مادۂ منویہ ضائع کرنے کی دوسری شکلوں مثلاً "استمناء بالید" (مشت زنی) کی اسلام نے شدت سے ممانعت کی تا کہ تخم انسانی ضائع نہ ہو۔

مرد کا نطفہ جب عورت کے رحم (بچہ دانی) میں پہنچ جاتا ہے اس کے بعد تخلیق انسانی کے مختلف مراحل بہت تیزی سے گذرتے ہیں اور ایک مرحلہ وہ آتا ہے جب بچے میں جان ڈال دی جاتی ہے، ان تمام مراحل کا ذکر قرآن کریم میں مختلف آیات میں کیا گیا ہے اور انہیں بتلا کر اور یاد دلا کر اللہ تعالی نے بنی نوع انسان پر اپنا انعام واحسان جتلایا ہے، مثلاً ایک مقام پر ارشاد ہے:

بچہ جب رحم مادر میں ہوتا ہے خواہ روح پڑنے سے پہلے ہو یا اس کے بعد شریعت نے اسے تحفظ فراہم کیا ہے اور اسقاط حمل کی شدت سے ممانعت کی ہے، نہ ماں باپ کو حق ہے اور نہ کسی تیسرے شخص کو عورت کے رحم میں پلنے والے بچے کو کسی طرح گزند پہنچائے، کسی شخص نے اگر حاملہ عورت کو زدوکوب کیا جس سے بچہ مردہ حالت میں ساقط ہو گیا تو شریعت نے اس پر ایک قسم کا خون بہا لازم قرار دیا، حاملہ عورت اور حمل کے احکام و مسائل اور ان دونوں کے حقوق پر فقہاء نے مفصل بحثیں کی ہیں۔

دور حاضر میں اسقاط حمل نے ایک فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے، اور اسقاط حمل کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کا حق تصور کیا جانے لگا ہے، حمل ٹھہر جانے کے بعد بڑی بے دردی اور قساوت کے ساتھ ماہر ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرکے اس ننھی جان کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، اسلام نے عام حالات میں اسقاط حمل کو ممنوع قرار دے کر اور اسے سنگین جرم قرار دے کر بچوں کے حقوق کا زبردست تحفظ کیا ہے، یہ تحفظ صرف جائز حمل کو فراہم نہیں کیا گیا بلکہ ناجائز حمل کو بھی یہ تحفظ فراہم کیا گیا، خصوصا جان پڑنے کے بعد کے مراحل میں۔

حمل اور جنین کے بارے میں چند اشارات کرتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں، کیونکہ اصل موضوع ان بچوں کے حقوق ہیں جنہوں نے رحم مادر سے زندہ حالت میں نکل کر اس کائنات آب وگل میں قدم رکھ دیا ہو۔

چنانچہ بچوں کے حقوق میں سے ایک اہم اور بنیادی حق تعلیم ہے، باپ، دادا یا جو شخص بھی بچے یا بچی کا ولی اور سرپرست ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم کا مرحلہ آنے پر بچے بچیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرے۔

تعلیم و تعلم انسانوں کی ایک اہم خصوصیت ہے، فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت علم کی بنا پر حاصل ہوئی، قرآن پاک کی متعدد آیات اور بے شمار احادیث نبویہ سے علم کی غیر معمولی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون" (الزمر:۹) (کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہوسکتے ہیں)، "إنما يخشى الله من عباده العلماء" (الفاطر:۸۲) (خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں)، "شهد الله أنه لا إله إلا هو والملئكة وأولوا العلم قائما بالقسط" (آل عمران:۸۱) (خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں)۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔

ایک اور حدیث نبوی ہے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کا ایک ٹکڑا ہے: "ومن سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له طریقا إلی الجنة"۔

طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تعلیم وتعلم کی کس قدر اہمیت ہے اور رسول اکرم ﷺ نے کس قدر تاکید سے حکم فرمایا ہے کہ ناواقف لوگ علماء سے علم حاصل کریں اور اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ جاہلوں کو علم سکھانے کی پوری کوشش کریں۔

باپ، دادا اور دوسرے سرپرستوں کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ اولاد کی خوراک و غذا اور ان کی صحت اور نشو ونما کا خیال رکھیں، بلکہ ان کی ذہنی اور نفسیاتی تربیت، انہیں ضروری دینی اور دنیوی علوم سے آراستہ کرنا، اور ان کی کردار سازی بھی ان لوگوں کے ذمہ ہے۔

سورۂ تحریم کی آیت ہے:

"یا أیها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة" (التحریم:٦) (مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں)۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالی نے فرمایا: "قوا أنفسکم" تو اس میں اولاد بھی داخل ہوگئی، کیونکہ انسان کی اولاد اس کا ایک حصہ ہی ہے، لہذا انسان کی ذمہ داری ہے کہ بچے کو حلال وحرام کی تعلیم دے اور اسے معاصی وآثام سے بچائے، اس کے علاوہ دوسرے احکام، قشیری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اپنے آپ کو آگ سے بچائیں، لیکن اپنے اہل وعیال کو کس طرح بچا سکتے ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان لوگوں کو ان چیزوں سے روکتے ہو جن سے تم کو اللہ نے روکا ہے اور انہیں ان باتوں کا حکم دیتے ہو جن کا اللہ نے حکم دیا ہے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بعض اہل علم نے فرمایا: ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو دین، بھلائی کی باتیں اور ضروری ادب سکھائیں۔

بہت سے مفسرین نے اس آیت سے اولاد کی تعلیم کا وجوب ثابت کیا ہے، کیونکہ اس آیت کے مطابق اہل وعیال کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی ذمہ داری انسان پر عائد ہوتی ہے اور اولاد وغیرہ کو جہنم سے بچانے کی صورت یہی ہے کہ انہیں دین کے عقائد اور ضروری احکام کی تعلیم دی جائے، صحیح اسلامی تربیت کی جائے، طاعات کرنے اور معاصی کو چھوڑنے کی تلقین کی جائے۔

ایک مشہور حدیث جو صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے، اولاد کی تعلیم وتربیت کے بارے میں والدین کی عظیم ذمہ داری اور مسئولیت کو اجاگر کرتی ہے۔

"عن أبی هریرةؓ أنه قال قال رسول الله ﷺ: کل مولود یولد علی الفطرة فأبواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه کمثل البهیمة تنتج البهیمة هل تری فیها جدعاء"۔

اس حدیث میں عام طور پر محدثین نے "فطرت" سے دین حق یعنی اسلام مراد لیا ہے، فرمان نبوی کے مطابق دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اسے دین فطرت سے پھیرنے والے والدین ہوتے ہیں، ماں باپ کی تعلیم وتربیت ہی سے وہ یہودی، نصرانی یا مجوسی بنتا ہے، اس حدیث سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ دین فطرت جس پر بچہ پیدا ہوا ہے اس پر بچے کو باقی رکھنا اور تعلیم وتربیت کے ذریعہ اس کو استحکام بخشنا والدین کی اہم ترین ذمہ داری اور فریضہ ہے۔

اس حدیث نبوی سے بھی اولاد کی تعلیم وتربیت کے بارے میں والدین کی عظیم ذمہ داری کا ثبوت بڑی وضاحت وصراحت سے ملتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته فالإمام الأعظم الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیته والرجل راع علی أهل بیته وهو مسئول عن رعیته والمرأة راعیة علی أهل بیت زوجها وولده وهی مسئولة عنهم و عبد الرجل راع علی مال سیده وهو مسئول عنه، ألا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته"۔

ماں باپ کی صرف یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ اولاد کو احکام اسلام سکھا دیں، ضروری دینی تعلیم کا بندوبست کردیں، بلکہ ان کا یہ بھی فرض ہے کہ بچوں سے ان احکام پر عمل کرائیں بالغ ہونے سے پہلے ہی سے انہیں ان احکام پر عمل درآمد کا عادی بنائیں اور ضرورت پڑنے پر انہیں تنبیہ بھی کریں، ارشاد نبوی ہے:

"مروا أولادکم بالصلاة وهم أبناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم أبناء عشر سنین وفرقوا بینهم فی المضاجع"۔

صرف دین ہی کی تعلیم نہیں، دنیا کی ضروری تعلیم بھی اولاد کو دی جائے گی، والدین خصوصاً باپ کی ذمہ داری ہے کہ بچے بچیوں کو ان کے مستقبل کی زندگی مدنظر رکھتے ہوئے دنیاوی امور کی ایسی تعلیم دلائے جن سے انہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے اور معاش کا ضروری و جائز انتظام کرنے میں سہولت ہو۔

تعلیم کو انسان کی اہم ضروریات میں شامل کرتے ہوئے فقہاء نے یہاں تک صراحت کی ہے کہ اگر اولاد صاحب مال ہو تو ان کے والدین اور اولیاء جس طرح ان کی خوراک اور پوشاک کا انتظام ان کے اموال سے کرسکتے ہیں اسی طرح ان کی تعلیم کا بندوبست بھی ان کے اموال سے کرسکتے ہیں۔ اس بارے میں فقہاء اسلام کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

فقہ حنبلی کی کتاب کشاف القناع میں ہے: "وإذا أختار الغلام أمه کان عندها لیلا ویکون عند أبیه نهارا لیعلمه الصناعة والکتابة ویؤدبه"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ شافعی کی مشہور کتاب مغنی المحتاج میں ہے: "وإن اختارها أی الأم ذكر فعندها ليلا وعند الأب نهارا يعلمه الأمور الدينية والدنيوية علی ما يليق به ويؤدبه ويسلمه للمكتب وهو اسم للموضع الذی يتعلم فيه، وذی حرفة، يتعلم من الأول الكتابة ومن الثانی الحرفة علی ما يليق بحال الولد" (مغنی المحتاج ۳/۴۵۸)۔

فقہ مالکی کی کتاب "التاج والاکلیل" میں ہے:

"إذا كان الابن فی حضانة أمه لم يمنع من الاختلاف لأبيه يعلمه، لأن للأب تعليمه وتأديبه وإسلامه فی المكتب والصنائع" (التاج والاکلیل لمختصر خلیل ۴/۲۱۵)۔

ابن عابدین شامی حنفی نے صراحت کی ہے کہ باپ اپنی لڑکی کو جو اس کی کفالت میں ہے کسی عورت کے حوالہ اس مقصد سے کرسکتا ہے کہ وہ عورت اسے کوئی پیشہ سکھا دے مثلاً کڑھائی اور سلائی۔

"فله دفعها أی للأب دفع ابنته التی فی كفالته۔ لامرأة تعلمها حرفة كتطريز و خياطة مثلا" (ردالمحتار لابن عابدین ۳/۶۱۲)۔

"کشاف القناع" میں اولاد کے مال سے تعلیم کی اجرت دیئے جانے کی صراحت اس طرح ہے: "ويجوز للولی تركه أی ترك اليتيم الذی تحت ولايته فی المكتب ليتعلم ما ينفعه وله أداء الأجرة عنه من ماله۔ مال المولی عليه۔ لأن ذلك من مصالحه أشبه ثمن ماكول له" (کشاف القناع ۲/۲۲۵)۔

اسلام میں تعلیم وتربیت کی غیر معمولی اہمیت کے بارے میں حافظ ابن تیمیہؒ کی درج ذیل صراحت حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

"وإذا ترك أحد الأبوين تعليم الصبی وأمره الذی أوجبه الله عليه فهو عاص ولا ولاية له عليه، بل كل من لم يقم بالواجب فی ولايته فلا ولاية له،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بل أما أن يرفع يده عن الولاية ويقام مقامه من يفعل بالواجب وأما أن يضم إليه من يقوم معه بالواجب إذا المقصود طاعة الله ورسوله بحسب الإمكان، وليس هذا الحق. حق الحضانة و الكفالة. من جنس الميراث الذى يحصل بالرحم والنكاح والولاء سواء كان الوارث فاسقا أوصالحا، بل هذا من جنس الولاية التى لابد فيها من القدرة على الواجب والعلم به بحسب الإمكان" (زاد المعاد ۴/ ۱۳۸)۔

اسلام میں تعلیم وتربیت ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں، جو تعلیم تربیت سے عاری ہو بسا اوقات اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے، دور حاضر میں تعلیم سے تربیت کا رشتہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے تعلیم تعمیر کے بجائے تخریب کا ذریعہ بنتی جارہی ہے۔

تربیت کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے عربی زبان میں "تادیب" کا لفظ بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے، احادیث نبویہ میں بھی یہ لفظ بہ کثرت استعمال ہوا ہے، تادیب کا مفہوم ہے اچھے اخلاق وعادات سے آراستہ کرنا، مختلف ذرائع اختیار کرکے بچوں کے دل ودماغ میں اوران کے کردار وعمل میں اچھائیوں، نیکیوں اور اخلاق حسنہ کو رچا بسا دینا کہ وہ ان چیزوں کا عادی اور پابند ہوجائے۔

اسلام نے بچوں اور اپنے ماتحتوں کی تربیت وتادیب پر بہت زور دیا ہے اور اسے والدین اور بالادستوں کی اولین ذمہ داری قرار دیا ہے، چند احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں:

"عن أيوب بن موسى عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: ما نحل والد ولدا من نحل أفضل من أدب حسن" (جامع ترمذی)۔

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم" (سنن ابن ماجہ)۔

عام طور پر لڑکیوں کی تعلیم وتربیت میں زیادہ لاپروائی برتی جاتی ہے، روزمرہ کے برتاؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں جیسا حسن سلوک نہیں کیا جاتا، دور جاہلیت میں لڑکیوں کے ساتھ یہ بے انصافی اور حق تلفی آخری حدود کو پہنچی ہوتی تھی، اس لئے اسلام نے خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم وتادیب اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور برابری کا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی، رسول اکرم ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

"من بلي من هذه البنات شيئا فأحسن إليهن كن له سترا من النار" (صحیح بخاری)۔

صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: "من ابتلي من البنات بشيء فأحسن إليهن كن له سترا"۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث میں لڑکی دیئے جانے کو ابتلاء کا نام اس لئے دیا گیا کہ عموماً لوگ لڑکیوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔

ابوداؤد کی روایت ہے: "من عال ثلاث بنات فأدبهن وعلمهن وأحسن إليهن فله الجنة"۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لأن يؤدب الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع" (جامع ترمذی)۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بعض شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے بچے کو ایک بار تادیب کرنا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے، تادیب میں کوئی اچھی بات سکھا دینا، کسی غلط کام پر ٹوک دینا، فہمائش کرنا اور اس طرح کے تمام کام شامل ہیں۔

بچے کے اس دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اس کا ایک اہم ترین حق یہ بھی ہے کہ اس کے ماں باپ سے اس کا نسب ثابت ہو، اس کے ناتواں وجود کو ماں باپ کا گھنیرا سایہ ملے، دونوں کی شفقت ومحبت، لاڈ پیار میں اس کی جسمانی نشوونما اور دماغی تربیت ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی شریعت نے نسب کے مسئلہ کو بڑی اہمیت دی ہے۔ثبوت نسب کے بارے میں بڑے واضح اور محکم احکام دیئے ہیں، تاکہ بچوں کے حق نسب کی پوری طور پر حفاظت ہو سکے اور ہر بچہ ان حقوق اور فوائد سے بہرور ہو جو ثبوت نسب سے حاصل ہوتے ہیں۔

اسلام کا قانون نسب اسلامی شریعت کی نمایاں ترین خصوصیات اور امتیازات میں سے ہے، کسی مذہب اور کسی قوم کے پاس ایسا جامع اور مکمل قانون نسب نہیں ہے جیسا اسلام کے پاس ہے، اس قانون میں متعلقہ افراد اور سماج کے حقوق وفرائض کے درمیان انتہائی حسین اور عادلانہ امتزاج قائم کیا گیا ہے۔

نسب نہ صرف بچے کا بلکہ ماں باپ کا بھی حق ہے اور حق اللہ بھی ہے، قانون نسب میں کسی ادنی ترمیم و تنسیخ کا حق نہ ماں باپ کو ہے، نہ قاضی اور حاکم کو، نہ ہی بچوں کو، ان سب کی باہمی رضامندی سے بھی نسب میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

نسب ہی وہ ریڑھ کی ہڈی ہے جس سے خاندان تشکیل پاتا ہے، افراد خاندان کے درمیان ایک دوسرے کے تئیں حقوق وفرائض کی حدبندی ہوتی ہے، اللہ تعالی نے نسبی رشتہ کو اپنے عظیم احسانات میں شمار فرمایا ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

نسب کو محفوظ کرنے کے مقصد سے اسلام نے زنا کو بدترین گناہوں میں شمار کیا اور جرم زنا کی سزا انتہائی سخت اور عبرت ناک رکھی، ایک ایک کر کے زنا کے تمام اسباب و محرکات پر پابندی عائد کی۔ان کا قلع قمع کیا، مردوزن کے آزادانہ اختلاط، بے پردگی، بے حیائی وغیرہ پر بندشیں عائد کیں، تاکہ زنا اور ناجائز جنسی تعلقات کا ناسور سماج سے ختم ہو جس کے نتیجہ میں ناجائز اور غیر ثابت النسب بچوں کی فوج سماج کے لئے سوہان روح بنتی ہے۔

ثبوت نسب کے اسلامی احکام بہت مفصل ہیں، چند صفحات میں ان کا اجمالی تعارف بھی نہیں کرایا جاسکتا، انتہائی اختصار کے ساتھ اس سلسلے کے چند اہم نکات کی طرف قارئین اور سامعین کو متوجہ کیا جاتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- اسلام نے حفاظت نسب کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور احکام نسب کی باگ ڈور شارع اسلام نے اپنے ہاتھوں میں رکھی ہے، کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ کسی دوسرے کے بچے کے نسب کو اپنے سے ثابت کر لے۔ خواہ بچے کے والدین بہ خوشی اس کی اجازت دے رہے ہوں، اسی لئے اسلام نے تبنیت (لے پالک) کی جاہلی رسم ختم کر دی اور اس پر سختی سے بندش لگا دی۔

"ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه وما جعل أزواجكم التي تظهرون منهن أمهاتكم وما جعل أدعياءكم أبناءكم، ذلكم قولكم بأفواهكم والله يقول الحق وهو يهدى السبيل، ادعوهم لآباءهم هو أقسط عند الله فإن لم تعلموا آباءهم فإخوانكم في الدين ومواليكم وليس عليكم جناح فيما أخطأتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم وكان الله غفورا رحيما" (الأحزاب: ۴،۵)

(خدا نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنا دیا اور نہ تمہارے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا، یہ سب تمہارے منہوں کی باتیں ہیں اور خدا تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے، (مومنو) لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی درست بات ہے اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں، اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں، لیکن جو قصد دل سے کرو (اس پر مؤاخذہ ہے) اور خدا بخشنے والا مہربان ہے)۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک طرف اس مرد کی شدید مذمت کی ہے جس نے اپنے جائز بچے کا نسب اپنے سے لعان کر کے الگ کر دیا، دوسری طرف اس عورت کی شدید مذمت کی جس نے ناجائز تعلق قائم کر کے ناجائز نطفے کی پرورش کی اور اس کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے کو اپنے شوہر کی اولاد میں شامل کر دیا حالانکہ وہ بچہ درحقیقت اس شوہر کا نہیں ہے ان دونوں باتوں سے متعلق احادیث نبویہ درج ذیل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی قانون کے اعتبار سے جب نکاح کے بعد اتنا عرصہ گزرنے پر عورت کے یہاں بچہ یا بچی پیدا ہو جتنا عرصہ استقرار حمل اور ولادت کے لئے کافی ہو تو اس بچہ یا بچی کو شوہر سے ثابت النسب مانا جائے گا، خواہ اس نے دعویٰ نسب نہ کیا ہو بلکہ خاموشی اختیار کر رکھی ہو۔

جس عورت کے بطن سے کسی بچے یا بچی کی ولادت ہوئی اس عورت سے اس نومولود کا نسب ثابت ہوگا ہی لیکن اصل اہمیت مرد سے ثبوت نسب کی ہے، بچے عموماً باپ کے نسب سے معروف ہوتے ہیں اور بچوں کے تئیں مالی ذمہ داریاں یکسر باپ پر عائد ہوتی ہیں، اس لئے مرد سے ثبوت نسب کی ہر لحاظ سے بڑی اہمیت ہے۔

۲- اسلام کی پوری کوشش یہ ہے کہ بچے حتی الامکان باپ سے بھی ثابت النسب ہوں تا کہ ان کو وہ تمام مالی اور سماجی حقوق مل سکیں جو ثابت النسب بچوں کو حاصل ہوتے ہیں، باپ اور باپ کی عدم موجودگی میں نسبی رشتہ دار بچے کے مالی اخراجات اور تعلیم و تربیت وغیرہ کی ذمہ داری سنبھالیں، باپ سے بچے کے نسب کو ثابت کرنا بچے کو معنوی زندگی بخشنا ہے، اور اس کے نسب کی نفی کرنا اسے معنوی اور سماجی طور پر مار ڈالنا ہے۔

اسلامی قانون نسب کی روح کو سمجھتے ہوئے تمام فقہاء نے خصوصاً امام ابوحنیفہ نے یہ رجحان اختیار کیا ہے کہ شریعت کے احکام و قواعد کے اعتبار سے اگر ذرا بھی گنجائش ہو تو نومولود کو باپ سے ثابت النسب قرار دیا جائے اور اگر ثابت النسب نہ ہونے کے قوی امکانات کے ساتھ ثبوت نسب کا ایک ضعیف امکان ہی پایا جائے تو اسی ضعیف امکان کو ترجیح دی جائے گی، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

الف- نکاح صحیح کی صورت میں اگر عورت کے یہاں بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو حمل کی کم از کم مدت یعنی چھ ماہ گزرنے پر اگر پیدائش ہوتی ہے تو شوہر سے بچے کا نسب ثابت ہوگا، خواہ شوہر نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ یہ مولود بچہ میرا ہے، اس چھ ماہ کی مدت کا آغاز حنفیہ کے نزدیک عقد نکاح کے وقت ہی سے ہو جائے گا، اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک پہلی بار مجامعت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت سے اس کا شمار ہوگا، اور بعض فقہاء کے نزدیک امکان دخول کے وقت سے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو اس بات کی سرے سے تحقیق نہیں کی جائے گی کہ دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق حقیقۃً قائم ہوا کہ نہیں، اور امکان دخول ہے کہ نہیں، بلکہ اگر بہ ظاہر ایسا محسوس ہوتا ہو کہ دونوں میں تعلقات زن وشوئی قائم نہیں ہوئے، لیکن چھ ماہ کا عرصہ نکاح پر گزر چکا تو بھی نسب ثابت ہوگا۔ ہاں اگر شروع کے مرحلہ میں شوہر کہہ دے کہ بچہ میرا نہیں ہے تو لعان کی صورت پیش آئے گی۔

نکاح پر چھ ماہ کا عرصہ گزرنے سے پہلے اگر بچے کی پیدائش ہوتی ہے اور شوہر دعوی کرتا ہے کہ بچہ میرے نطفہ سے ہے، لیکن یہ صراحت نہیں کرتا ہے کہ میرے زنا کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوجائے گا اور تحقیق وجرح میں پڑے بغیر یہ سمجھا جائے گا کہ عورت اس نکاح سے پہلے بھی اس کی زوجیت میں رہی ہوگی یا اس نے اس عورت کو بیوی سمجھ کر غلط فہمی میں اس سے وطی کرلی ہوگی۔

ب- جب حمل کی ادنی مدت گزرنے کے بعد شادی شدہ عورت کے یہاں ولادت ہو تو صرف اس بنیاد پر بچہ کے نسب کا انکار کرنا کہ اس کا رنگ یا حلیہ شوہر اور اس کے خاندان کے رنگ یا حلیہ سے مختلف ہے سخت گناہ کی بات ہے، شریعت اس طرح کے کسی شبہ کی بنیاد پر انکار نسب کی اجازت نہیں دیتی، اس سلسلے میں یہ حدیث نبوی بڑی چشم کشا اور علم آموز ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے:

"إن رجلا أتى النبي ﷺ فقال: يا رسول الله، ولد لي غلام أسود، فقال ﷺ: هل لک من إبل؟ قال: نعم، قال: ما ألوانها؟ قال: حمر، قال هل فيها من أورق؟ قال: إن فيها لورقها: قال: فإني أتاها ذلک؟ قال: لعله نزعه عرق، قال: فلعل ابنک هذا نزعه عرق"۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ بچہ کا رنگ اور حلیہ ماں باپ کے رنگ اور حلیہ سے مختلف ہونے کی وجہ سے بچے کے نسب میں شبہ کرنا غیر اسلامی بات ہے، رسول اکرم ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس اعرابی کے دل میں چھپے ہوئے شبہ کے کانٹے کو اونٹ کی مثال دے کر بڑی حکمت سے نکالا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر ممکن حد تک بچوں کو ثابت النسب مانا جائے گا، اور شبہ پیدا کر کے ان کے نسب کو غیر ثابت نہیں قرار دیا جائے گا۔

ج- نکاح فاسد جس میں صحت نکاح کی کوئی ایک شرط یا کئی شرطیں نہ پائی جائیں مثلاً گواہوں کے بغیر نکاح فقہاء کے نزدیک یہ حقیقۃً نکاح نہیں ہے، اس پر نکاح کے احکام وآثار مرتب نہیں ہوتے، اس نکاح کو جلد سے جلد ختم کر دینا ضروری ہے، لیکن ثبوت نسب کے لئے نکاح فاسد کا اعتبار کیا گیا ہے، لہٰذا نکاح فاسد میں اگر حمل کی کم سے کم مدت گذرنے پر بچے کی پیدائش ہوئی تو نکاح فاسد کرنے والے مرد سے اس کا نسب ثابت ہوگا، خواہ نسب کا دعویٰ کرے یا خاموش رہے، چھ ماہ سے کم مدت میں ولادت ہونے پر وہی حکم ہوگا جو نکاح صحیح کی صورت میں گذر چکا، اکثر فقہاء نے نکاح فاسد سے ثبوت نسب کا حکم مطلق طور پر لگایا ہے، لیکن بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس نکاح کا فساد متفق علیہ نہ ہو اور بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ ان دونوں کو نکاح کے فاسد ہونے کا علم نہ ہو۔

د- جس عورت سے شبہ کی بنیاد پر وطی کر لی، مثلاً کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر زن وشوئی تعلقات قائم کر لئے یا اس طرح کی کوئی اور شکل پیش آئی، پھر اس وطی کی بنیاد پر عورت کو بچہ پیدا ہوا تو مرد کے دعویٰ نسب کرنے پر نسب ثابت ہو جائے گا "شبہ کی بنیاد پر وطی" کے مسئلہ میں فقہاء کے یہاں بہت کچھ اختلاف اور تفصیل ہے، جس کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا، مجموعی طور پر اتنی بات مسلم ہے کہ عام طور پر فقہاء نے "شبہ کی بنیاد پر وطی" کو بھی ثبوت نسب کی ایک بنیاد قرار دیا ہے۔

ہ- جو بچہ کہیں پڑا ہوا ملے، کوئی اس کا دعویدار نہ ہو کہ یہ میرا بچہ ہے اور اس کے ماں باپ کا پتہ نہ چل سکے، اس بچے کو کسی نے اپنی تحویل میں لے لیا تاکہ وہ ضائع اور ہلاک نہ ہو جائے، ایسے بچے کو "لقیط" کہا جاتا ہے، ایسے بچے (خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) ان کے تفصیلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام اسلامی شریعت میں موجود ہیں۔

لقیط کی چند تحریفات مختلف مسالک کے فقہاء سے نقل کی جاتی ہیں۔

امام سرخسی المبسوط میں لکھتے ہیں:

"اللقیط في الشریعة اسم لحي مولود طرحه أهله خوفا من الحیلة أو فرارا من تهمة الریبة أی الزنا" (المبسوط ۲۰۹/۱۰)۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب کشاف القناع میں ہے:

"اللقیط طفل لا یعرف نسبه ولایعرف رقه، نبذ - أی طرح- في شارع أو باب مسجد ونحوه أو ضل الطریق ما بین ولادته إلی سن التمییز، وقیل والممیز لقیط أیضا و علیه الأکثر" (۲۳۱/۲)۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب مغنی المحتاج میں ہے:

"اللقیط صغیر (منبوذ) في شارع أو في مسجد أو نحو ذلک لا کافل له معلوم ولو ممیزا لحاجته إلی التعهد" (۲۱۸/۲)۔

دردیر کی "الشرح الصغیر" میں ابن عرفہ مالکی کے حوالہ سے یہ تعریف منقول ہے:

"اللقیط صغیر آدمي لم یعلم أبوه ولارقه" (الشرح الصغیر ۳۲۶/۲)۔

مختلف تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے یہ تعریف کی ہے:

"اللقیط ولد حدیث الولادة نبذه أهله او صغیر لم یبلغ نبذه أهله أو ضاع منهم، سواء کان ذکرا أو انثی" (المفصل فی احکام المرأة ۴۱۷/۹، فقرہ ۱۰۰۱)۔

"لقیط" کے بارے میں شریعت کے احکام یہ جاننے کے لئے کافی ہیں کہ اسلام نے بچوں کے حقوق ومفادات کا کس حد تک خیال رکھا ہے، اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ جس نے بچے کو اٹھایا ہے اور اس کو پالنا چاہتا ہے وہ اگر چاہے کہ بچے کو کہیں اور منتقل کرے تو اس کے بارے میں فقہاء نے بچے کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے تفصیلی احکام دیئے ہیں، ان میں سے ایک یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اگر بچہ شہری علاقہ میں پایا گیا ہے، اور اٹھانے والا یہ چاہتا ہے کہ اس کو دیہی علاقہ میں لے جا کر رکھے تو قاضی اسے اس کی اجازت نہیں دے گا، کیونکہ شہری علاقہ قیام تعلیم و تربیت اور ادب و تہذیب سکھانے کے اعتبار سے زیادہ مفید اور کارگر ہے، شہر سے دیہات لے جا کر رکھنے میں بچے کا نقصان ہے۔

لقیط کے نسب کے بارے میں اسلامی شریعت نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ بھی سراسر اس کے مفاد میں ہے، جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ "لقیط" کے نسب کا دعوی جو شخص بھی کرے اس شخص سے لقیط کا نسب ثابت ہو جائے گا، صرف اتنی بات دیکھی جائے گی کہ دونوں کی عمروں میں اتنا تفاوت ہو کہ لقیط اس دعوی کرنے والے کا بچہ ہو سکتا ہو، دعوی کرنے والے سے گواہ اور ثبوت نہیں طلب کیا جائے گا۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"وثبت نسبه بنفس الدعوة استحسانا والقياس أن لا يثبت (وجه القياس أنه ادعى أمرا جائز الوجود والعدم فلابد لترجيح أحد الجانبين من مرجح ولم يوجد فلم تصح الدعوة" (بدائع الصنائع ۶/ ۲۵۲)۔

ان چند اشارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بچوں کے نسب کے حق کو شریعت نے ہر طرح محفوظ کرنا چاہا، زنا اور محرکات زنا کو حرام قرار دے کر اور ان پر پابندی لگا کر بچوں کے نسب کو محفوظ کیا، ثبوت نسب کا ادنی امکان ہونے پر نسب ثابت کیا، اس کے باوجود بھی اگر کچھ بچے غیر ثابت النسب رہ جاتے ہیں تو ان کے نفقہ و کفالت، تعلیم و تربیت اور انہیں سماج میں باعزت مقام دلانے کے لئے کامل نظام ترتیب دیا۔

ہم نسب لقیط کی اس ضمنی بحث کا خاتمہ ابن سعد کی "الطبقات الکبری" کی اس روایت پر کرتے ہیں:

"وكان عمرؓ إذا أتي باللقيط فرض له مائة درهم وفرض له رزقا يأخذه وليه كل شهر ما يصلحه، ثم ينقله من سنة إلى سنة أى يغير عطاءه من سنة إلى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنة نظرا إلى سنه، وكان عمرؓ يوصي بهم خيرا ويجعل رضاعتهم ونفقتهم من بيت المال" (الطبقات الکبری ۳؍ ۲۱۴)۔

پیدا ہونے کے بعد نسب کے علاوہ بچے کا ایک دوسرا بنیادی حق رضاعت (دودھ پینے) کا ہے، یہ نومولود بچے کی غذائی ضرورت ہے، نومولود بچے کا معدہ اس قابل نہیں ہوتا کہ دودھ کے علاوہ دوسری غذائی اشیاء ہضم کر سکے، دوسرے جانوروں کے دودھ کے بجائے عورت کا دودھ اسے زیادہ موافق آتا ہے، انسانی دودھ سے اس کی نشو ونما زیادہ بہتر سے بہتر طریقہ پر ہوسکتی ہے، اس لئے ہر بچہ کا حق ہے کہ پیدائش کے بعد اس کی رضاعت کا بندوبست کیا جائے، بچے کا یہ حق کس پر یا کن کن لوگوں پر عائد ہوتا ہے؟ اس بارے میں ماں کی کیا ذمہ داری ہے اور باپ کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور باپ کی عدم موجودگی میں کن ورثہ کی ذمہ داری ہے؟ ان سوالات پر اور اس طرح کے دوسرے بہت سے سوالات پر اسلامی قانون میں بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

رضاعت کی اہمیت کی بنا پر خود قرآن پاک میں اس کے بارے میں متعدد آیات موجود ہیں، ماں کے علاوہ جو عورتیں بھی کسی بچے یا بچی کو دودھ پلاتی ہیں ان سب کو اللہ کے قانون نے ایک طرح سے ماں کا درجہ دیا ہے، خواہ دودھ پلانے کی مدت کتنی ہی مختصر ہو، نسبی ماں کی طرح رضاعی ماں (دایہ) سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، حدیث نبوی کے مطابق رضاعت سے بھی حرمت کے وہ تمام رشتے پیدا ہوتے ہیں، جو نسب سے پیدا ہوتے، رضاعت کے بارے میں چند آیات قرآنی ملاحظہ ہو:

"حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم ...... وأمهاتكم التي أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة" (النساء: ۲۳)۔

"والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس إلا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسعها، لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلى الوارث مثل ذلك، فإن أرادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما وإن أردتم أن تسترضعوا أولادكم فلاجناح عليكم إذا سلمتم ماآتيتم بالمعروف واتقوا الله واعلموا أن الله بما تعملون بصير" (البقرہ:۲۳۳)۔

"فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن وأتمروا بينكم بمعروف وإن تعاسرتم فسترضع له أخرىٰ" (الطلاق:٦)۔

چند سال قبل ڈاکٹرس پورے زور وشور سے اس بات کی دعوت دیتے تھے کہ بچوں کو ماں کا دودھ نہ دیا جائے بلکہ مصنوعی دودھ جو نومولود بچوں کے لئے کمپنیاں تیار کرتی ہیں وہ استعمال کرایا جائے، لیکن اب میڈیکل سائنس کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ بچے کے لئے سب سے بہتر غذا اس کی ماں کا دودھ ہے، ماں کا دودھ پلانا نہ صرف بچے کے لئے اکسیر ہے بلکہ ماں کے لئے امراض کش اور شفا بخش ہے، جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں ان کے مختلف امراض میں خصوصا پستان کے کینسر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

قرآن کی آیات سے بچے کے لئے ماں کے دودھ کی اہمیت انتہائی واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے، قرآن کی رو سے یہ ماں کا وظیفہ ہے کہ اپنے نومولود بچے کو دودھ پلائے، کسی دوسری عورت کے دودھ پلانے کا نمبر درجۂ مجبوری میں ہے، کیونکہ بچہ اپنی ماں کا جزء ہے، اس کی نشو ونما اور ابتدائی غذا کے لئے اس کی ماں کا دودھ ہی اس کے لئے سب سے زیادہ موافق اور صحت بخش ہوسکتا ہے۔

آیات واحادیث کی روشنی میں فقہاء نے بار بار اس کی صراحت کی ہے کہ رضاعت بچے کا ایک بنیادی حق ہے، محض تبرع اور احسان نہیں ہے۔

اسلام نے قدم قدم پر بچوں کے حقوق اور مفادات کی کس طرح حفاظت کی ہے اس کی ایک واضح مثال سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۳ ہے جس میں رضاعت کا کچھ تفصیلی حکم بیان کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کا یہ ٹکڑا: "فإن أرادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما" خاص طور سے غور وفکر کا تقاضا کرتا ہے۔

عام طور پر دو سال تک دودھ پینے کے بعد بچے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ عورت کا دودھ پینا چھوڑ کر دوسری غذاؤں پر اکتفا کر سکیں، لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ ہر بچے کو مکمل دو سال تک دودھ پلایا جائے، بعض بچے اس سے پہلے ہی دودھ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، اس آیت میں دو سال مکمل ہونے سے پہلے بچے کا دودھ چھڑانے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ ماں باپ دونوں باہمی مشورہ اور رضامندی سے اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں، تنہا باپ یا تنہا ماں کو یہ اختیار نہیں کہ دو سال سے قبل بچے کا دودھ چھڑا دیں۔

ماں باپ دونوں کی باہمی رضامندی اور مشورے کی شرط بچے کے مفاد کو مدنظر رکھ کر لگائی گئی ہے، کیونکہ دونوں دو سال سے قبل دودھ چھڑانے پر اسی وقت راضی اور متفق ہو سکتے ہیں جب کہ واقعۃً بچہ دودھ سے مستغنی ہو چکا ہوگا، اور دودھ چھڑانے سے اسے کوئی ضرر لاحق ہونے کا خطرہ نہ ہوگا، تنہا ایک کی رضامندی اس کے بغیر بھی ہو سکتی ہے، اگر تنہا باپ کو یہ اختیار دیدیا گیا ہوتا تو اس بات کا اندیشہ ہوتا کہ دودھ پلانے والی عورت کی اجرت وغیرہ سے نجات پانے کے لئے وہ جلد بازی میں دودھ چھڑانے کا فیصلہ کر بیٹھے، حالانکہ بچہ ابھی دودھ چھڑانے کے لائق نہ ہوا ہو، اور اگر تنہا ماں کو یہ اختیار دیدیا گیا ہوتا تو اس کا اندیشہ تھا کہ ماں دودھ پلانے کی زحمت سے بچنے کے لئے قبل از وقت دودھ چھڑانے کا فیصلہ کر بیٹھے اور بچے کو ضرر لاحق ہو جائے۔

فقہاء نے دو سال سے پہلے بچے کا دودھ چھڑانے کے لئے دو شرطیں لگائی ہیں:

(۱) ماں باپ دونوں کے مشورہ اور رضامندی سے دودھ چھڑایا جائے (۲) بچے کو دودھ پینے کی مدت کم کرنے سے کوئی ضرر لاحق نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچوں کے حقوق اسلام کی نظر میں

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام الاعظمی ☆

مبدأ ولادت سے ہی بچوں کی تربیت میں جو چیزیں ازروئے شرع ضروری ہیں، وہ یہ ہیں:

۱- مولود کے داہنے کان پر اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا: "عن أبی رافعؓ أنه قال رأیت رسول الله ﷺ أذن فی أذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة وروی البیهقی وابن السنی عن الحسن بن علی عن النبی ﷺ قال من ولد له مولود فأذن فی أذنه الیمنیٰ وأقام فی أذنه الیسریٰ لم تضره أم الصبیان"۔

حدیث مبارک میں اس عمل کی وجہ اور اس کی حکمت بیان کی گئی ہے، علامہ ابن القیم جوزیؒ نے تو اس عمل کی بہت ساری حکمتوں کو اپنی ایک کتاب "تحفة المودود" میں جمع فرمایا ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

الف- بچے کے اس دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے اللہ کی ربوبیت اور اس کی عظمت کا کلمہ کانوں میں جانا۔

ب- شیطان کا کلمات اذان سن کر بھاگنا، جو بچے کی پیدائش کا منتظر تھا۔

۲- تحنیک یعنی کھجور یا چھوارا منہ میں لے کر لعاب بنا کر بچے کے مسوڑوں پر

☆ شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ دار العلوم مئو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلیوں سے ملنا۔

۳- بچے کا سر ساتویں دن مونڈنا اور اس بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات کرنا، ان دونوں کے دلائل علی الترتیب صحیحین اور موطا امام مالک میں موجود ہیں۔

۴- مولود کا ایسا نام رکھنا جو معنی کے اعتبار سے درست اور بہتر ہو۔

۵- بچے کا عقیقہ اس کی ولادت کے ساتویں دن کرنا، حدیث میں ہے: "قال رسول الله ﷺ مع الغلام عقيقة فاهرقوا عنه دما وأميطوا عنه الأذىٰ"، دوسری حدیث میں ہے: "وروى أصحاب السنن عن سمرة قال قال رسول الله ﷺ كل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه يسمىٰ فيه ويحلق رأسه" (ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے، ساتویں دن جانور اس کی طرف سے ذبح کیا جائے، نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے) یعنی بچہ امکن خیر سے رکا رہتا ہے، جب تک اس کی طرف سے عقیقہ نہ کر دیا جائے۔

عقیقہ کے بہت سارے دنیاوی و اخروی فائدے ہیں، جو "تربية الأولاد في الإسلام" للشيخ عبد الله ناصح، میں موجود ہیں۔

۶- ختنہ کرنا، رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أربع من سنن المرسلين: الختان والتعطر والسواك والنكاح" (ترمذی شریف)۔

بچہ میں جس وقت تمیز کے آثار ہوں، اسی وقت سے اس کی دیکھ بھال رکھنی چاہئے، بچہ میں سب سے پہلے غذا کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اس لئے تعلیم کی ابتداء یہیں سے ہونی چاہئے۔ اس کو سکھلانا چاہئے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھولیا کرے، بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا کرے، دسترخوان پر جو کھانا قریب ہو، اسی کی طرف ہاتھ بڑھایا کرے، کسی کھانے پر عیب نہ لگائے، داہنے ہاتھ سے کھانا کھایا کرے، بڑوں کی موجودگی میں کھانے میں پہل خود نہ کرے، سونے چاندی کے برتن میں کھانا نہ کھائے، پانی تین سانس میں پیئے (الغزالی وتربیت الأولاد فی الإسلام)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچے جب ڈھائی تین سال کے ہو جائیں تو ان کی بسم اللہ کسی نیک اور صالح شخص سے کرا دینی چاہیے اور گھر کے اندر اس طرح کا ماحول پیدا ہونا چاہیے، جس میں متانت، سنجیدگی سکون ووقار ہو۔ بچے کی طہارت ونظافت، صفائی وستھرائی کی تلقین کرتے رہنا چاہیے اور ان کے ترک پر جو طبی نقصانات ہیں، اس سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے۔ شروع سے ہی قرآن پڑھنے، بزرگوں اور صلحاء کے واقعات پر کتابچے اور رسائل دیکھنے پر زور، نماز وطہارت کے موٹے موٹے مسائل معلوم کرنے کی تاکید کرنا چاہیے: "أوصى الإمام الغزالي في إحياء علوم الدين بتعليم الطفل القرآن الكريم وأحاديث الأخبار ومكانات الأبرار"۔

جب بچہ ازخود استنجا وغیرہ لینے لگے تو اس کو گاہے گاہے مسجد لے جایا کریں اور اس کی تاکید کرتے رہیں کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، اس میں شور وشغب نہ کرنا چاہیے، اللہ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور سات سال کی عمر تک لازمی طور پر نماز پنجگانہ کی تاکید اور دس سال کی عمر تک ہلکی زجر وتوبیخ کے ساتھ نماز کا عادی بنانا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع" (حاکم وابوداؤد)۔

اسی کے ساتھ ریاضت بدنیہ کی جانب بھی متوجہ کرتے رہیں اور ایسے کھیل کھیلنے کی تلقین کرتے رہیں، جن میں ستر عورت کے ساتھ ساتھ کوئی شرعی قباحت بھی نہ ہو۔ کھیل جس کی ہمارے نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے۔ وہ تیراکی، سواری، کشتی لڑنا، چھلانگ لگانا وغیرہ ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ بچہ میں توانائی وقوت حاصل ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المؤمن القوى خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف" (رواہ مسلم)۔

بچے کی چوبیس گھنٹہ کی زندگی میں مکمل نگہداشت ہونی چاہیے۔ بچہ کہاں رہتا ہے، کس طرح کے لوگ اس کے ساتھی ہیں، وہ کب کیا کرتا ہے۔ ترمذی شریف میں ایک روایت ہے: "ما نحل والد ولدا أفضل من أدب حسن" (کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر ہدیہ نہیں دیا)۔

آیات مبارکہ واحادیث صحیحہ میں اچھی صحبت اختیار کرنے اور بری صحبت سے گریز کے متعلق مختلف مقامات پر ارشادات ہیں: "الأخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو إلا المتقين"، "المرء على دين خليله فلنظر أحدكم من يخالل" (ترمذی)۔

تربیت کے سلسلہ میں ایک بات ملحوظ ہونی چاہئے کہ سخت تحریر یہ، بے انتہا سختی اور قساوت آمیز جملوں سے شدت سے پرہیز کریں، کیوں کہ اس صورت میں فائدہ کے بجائے نقصانات کے امکانات قوی ہیں۔ لہٰذا زیادہ تر افہام وتفہیم اور اعتدال سے کام لیں۔ ایسا باپ جس نے تربیت میں رحم وکرم کا انداز اپنایا ہو، اللہ اس پر رحم کرتا ہے: "رحم الله والداً أعان ولده على بره" (الحدیث)۔

سینما بینی، فحش لٹریچر اور مخرب اخلاق کتابوں، ڈائجسٹ اور مجلات سے بچوں کو از حد دور رکھنا چاہئے۔ اس طرح کی کتابوں کے مطالعہ سے بچے بداخلاقی کی اعلیٰ حدوں کو چھو لیتے ہیں۔ نتیجۃً اپنی زندگی کے اعلیٰ عنصر اور جوہر کو کھو بیٹھتے ہیں۔ عنّہ، عدم قدرت علی الزواج، ذہول و نسیان اور اعصابی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس دور میں ایڈز کی مہلک بیماری سے کون واقف نہیں ہے، اس کے اسباب ووسائل تو یہی سب ہیں۔

تربیت میں ماں بھی باپ کے شانہ بشانہ ہے، دونوں کی ذمہ داری یکساں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الأم راعية في بيت زوجها و مسئولة عن رعيتها"۔

شیخ عبداللہ ناصح علوان تحریر فرماتے ہیں: "قال الفيلسوف الألماني (فيخته) الأخلاق من غير دين عبث" (یعنی دین کے بغیر اخلاق بیکار ہیں)۔

ہندوستانی لیڈر کرم چند گاندھی کہتے ہیں: "إن الدين ومكارم الأخلاق هما شئي واحد لا يقبلان الانفصال ولا يفترق بعضهما عن بعض فهما واحدة لا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تتجزأ" (دین ومکارم اخلاق ایک ہی چیز ہے، ایک کے بغیر دوسرا کبھی نہ پایا جائے گا، دونوں میں اتصال تام ہے)۔

اسی طرح شیخ علوان برطانیہ کے ایک قاضی کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"قال القاضي البرطانوي (دنيج) بدون الدين لا يمكن ان تكون هناك أخلاق و بدون الأخلاق لا يمكن أن يكون هناك قانون" (دین کے بغیر اخلاق ممکن نہیں اور اخلاق کے بغیر قانون ممکن نہیں)۔

اگر بچوں کو بنیادی طور پر تین چیزوں کا استحضار کراتے رہا جائے، تو انشاء اللہ معاشرہ اور سماج میں کافی حد تک کنٹرول ممکن ہے۔

۱- خدا کے وجود والوہیت وربوبیت کا استحضار۔

۲- موت کا استحضار۔

۳- مابعد الموت حساب وکتاب کا استحضار۔

والدین کی مسئولیات میں سے یہ بھی ہے کہ بچوں میں اصلاح نفس، اخلاق کی درستگی اور حسن معاملہ وغیرہ کی طرف، نیز سچ بولنے، امانت، ایثار، مصیبت زدہ وستم رسیدہ کی مدد، بڑوں کے احترام، مہمان نوازی، پڑوسیوں پر احسان نیز دیگر لوگوں سے محبت کرنے کی تلقین کرتے رہیں۔ اسی طرح گالی گلوج، ناروا کلمات زبان سے نکالنے، غلیظ اور کریہہ حرکت کرنے اور ہر ایسے کام سے ان کو باز رکھنے کی کوشش کرتے رہیں، جس سے شرافت، عزت نفس اور عفت پر حرف آئے۔ یتیموں پر احسان کرنے، فقراء کی مدد کرنے، مسکینوں، بیواؤں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتے رہیں۔ بری صحبت اور بداخلاق ساتھیوں کے ساتھ نہ رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إياك وقرين السوء فإنك به تعرف" (اپنے آپ کو برے ساتھیوں سے بچاؤ، کیوں کہ تمہاری شناخت بھی انہی پہ منحصر ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال وطیب روزی کھانے اور اولاد کو کھلانے کی کوشش کریں۔ روزی کا اثر بچوں کی تربیت پر کافی حد تک پڑتا ہے۔ جو پیسہ والدین اولاد پر خرچ کرتے ہیں، وہ اہم ترین عبادت ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**دینار أنفقته في سبیل الله و دینار أنفقته في رقبة ودینار تصدقت به علیٰ مساکین ودینار أنفقته علیٰ أهلک......أعظمها أجر الذی أنفقته علیٰ أهلک**" (الحدیث)۔

بچوں کو کھلانے پلانے ،لباس و پوشاک وغیرہ میں اعتدال سے کام لینا چاہئے اور اس سلسلہ میں حدود اللہ کی بھرپور رعایت کرنی چاہئے۔ غیر معمولی ترفہ اسے خیر کے بجائے شر کی طرف لے جانے کا باعث بنے گا۔بچوں کو سگریٹ نوشی ،شراب نوشی ، ہیروئن و دیگر منشیات کے استعمال سے شدت کے ساتھ روکتے رہیں۔ان کے استعمال سے دنیوی واخروی لاتعداد نقصانات ہیں۔مہلک بیماریاں مثلاً کینسر آنتوں کا ، ہونٹوں کا اور رگوں کا ہو جاتا ہے۔معاشی بدحالی اور افلاس کا شکار ہو جاتا ہے،جسم شدہ شدہ کھوکھلا ہوتا جاتا ہے۔قوت دافعہ روز بروز رو بہ زوال ہوتی جاتی ہے،حتیٰ کہ آخری حد تک ہی پہنچا کر دم لیتی ہیں۔کثرت سے چائے نوشی بھی کچھ کم نقصان نہیں ، وہ معدہ میں خشکی لاتی ہے، بھوک دن بدن گھٹتی جاتی ہے، ہاضمہ کمزور ہوتا جاتا ہے،طبعی وفکری جولانی کم ہوتی جاتی ہے اور سل اور تپ دق جیسی خطرناک بیماری وجود میں آجاتی ہے۔

شیخ علوان فرماتے ہیں:"**مفسدة تناول الخمور بشتی أشكالها وأنواعها فإنها تقتل الصحة وتورث الجنون، أیضاً مفسدة التدخین فإن من تأثیره علی العقل أن یهیج الأعصاب ویؤثر علی الذاكرة ویضعف ملكة إحضار الذهن والتفكیر**" (تربیۃ الأولاد فی الاسلام ۱/۲۹۸)۔

غیظ وغضب کی حالت میں وضو کر لینے،سکوت اختیار کرنے اور تعوذ پڑھ لینے کی تلقین کرتے رہنا چاہئے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"**الغضب من الشیطان وإن الشیطان**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلق من النار وإنما تطفأ النار بالماء فإذا غضب أحدكم فليتوضأ" (ابوداؤد)۔

گوکہ غضب حدود میں رہ کر مشروع ہے، کیونکہ جب کوئی اس کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو یہ قوت فوراً ہیجان میں آجاتی ہے اور دشمن کا مقابلہ کرتی ہے، اس لئے اس کا پایا جانا فطری امر ہے، مگر اعتدال کے ساتھ جس میں نہ تو افراط ہو اور نہ تفریط۔

بچوں کو خبردار کرتے رہیں کہ وہ والدین کے آگے آگے نہ چلا کریں، نام لے کر نہ بلائیں، ان کے بیٹھنے سے پہلے نہ بیٹھیں، جب وہ نصیحت کریں، تو غور سے سنیں اور شور نہ کریں (تربیت الاولاد ۱/۳۸۶)۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: "أتى رسول الله ﷺ رجل ومعه شيخ فقال له يا هذا من هذا الذي معك قال أبي قال فلا تمش أمامه ولا تجلس قبله ولا تدعه باسمه ولا تستسب له" (مجمع الزوائد)۔

بچوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمامی امور میں والدین سے مشورہ لیتے رہیں۔ ان کے لئے دعاء واستغفار کرتے رہیں۔ گھر سے بغیر ان کی اجازت کے نہ نکلیں، ان کے آرام کرتے وقت شور وشغب نہ کریں، والدین پر بیوی واولاد کو ترجیح نہ دیں، اگر والدین بیٹھے رہیں، تو ان سے پہلے آرام نہ کریں، إلا یہ کہ وہ خود ہی آرام کرنے کے لئے کہہ دیں، ان کے آگے آگے نہ چلیں، جب وہ بلائیں تو سنتے ہی جواب دیں اور حاضر ہو جائیں، ان کے جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی والدین کے دوستوں کا اکرام کرتے رہیں۔

بچوں کو گاہے گاہے خبردار کرتے رہیں کہ مقاصد شرع پانچ ہیں:

(۱) حفظ دین۔ (۲) حفظ عقل۔ (۳) حفظ نسب۔ (۴) حفظ نفس۔ (۵) اور حفظ مال۔

پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی، ان کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت پر دھیان دلاتے رہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد کو سختی سے تاکید کرتے رہیں کہ وہ اپنے اساتذہ کا احترام، کتابوں کا احترام اور حصول علم میں جو بھی معاون ہوں ان کا احترام کرتے رہیں۔ برہان الاسلام زرنوجی تلمیذ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں: ”ومن تعظیم العلم تعظیم المعلم، قال علی کرم الله وجهه: أنا عبد من علمنی حرفا واحدا إن شاء باع و إن شاء أعتق وإن شاء استرق“ (تعلیم المتعلم وطریق التعلم ر ۵۳)۔

اپنی اولاد کو قناعت، توکل، رضا بالقضاء، اوقات کو ضائع نہ کرنے، قوت حافظہ کی بقا، رزق حلال اور اکل حلال وغیرہ کے متعلق تفصیل سے آگاہ کرتا رہے، علامہ برہان الاسلام زرنوجی کی کتاب کا مطالعہ اس سلسلہ میں کافی کارآمد اور مفید ہوگا۔

جب بچے کا شعور بیدار ہونے لگے، تو اسے بتلانا چاہئے کہ محرم کون لوگ ہیں اور غیر محرم کون لوگ، کن عورتوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور کن کی طرف نہیں، کن کن خواتین سے اختلاط درست ہے اور کن سے نہیں، نیز عورت کا قابل ستر حصہ کتنا ہے اور مرد کا قابل ستر حصہ کتنا، قابل ستر حصہ کا دیکھنا کن کے لئے اور کن کن صورتوں میں جائز ہے اور کن کن صورتوں میں ناجائز۔ لڑکوں کو مرد کے اختلاط اور اس کی مصاحبت ومجالست سے سختی سے روکنا چاہئے: ”دخل سفیان الثوری الحمام فدخل علیه صبی حسن الوجه فقال اخرجوه عنی فإنی أری مع کل إمرأة شیطانا ومع کل أمرد سبعة عشر شیطانا“ (سفیان ثوریؒ حمام میں داخل ہوئے، تو ایک خوبصورت لڑکا بھی داخل ہوا، آپؒ نے فرمایا: اسے نکالو، اس لئے کہ ایک عورت کے ساتھ تو صرف ایک ہی شیطان رہتا ہے اور ایک امرد کے ساتھ سترہ شیاطین رہتے ہیں)۔

آج ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا وغیرہ سے بچوں میں جو اخلاقی، علمی وعملی انحطاط اور جسمانی وعقلی فتور ہو رہا ہے، شاید ہی اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز ہو، جس نے ارذل ترین سطح تک انہیں پہنچا دیا ہو اور ان کی سوچ اور فکر پر اتنی کاری ضرب لگائی ہو، والدین کو چاہئے کہ خود بھی غلیظ جنسی اور غیر صالح پروگرام سے کلیۃً احتراز کریں اور اپنے نونہالوں کو بھی اس سے باز رکھیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومتی سطح پر بھی یہ بات پہنچائی جائے کہ اس طرح کے پروگرام ڈائرکٹ یا انڈائرکٹ دکھلائے نہ جائیں۔

آج ہمارے ملک میں خصوصیت سے بچہ مزدوری کا رواج بڑھتا جارہا ہے، شعور سنبھالنے کے بعد سے بعض بچے یتیم ہوجانے کے باعث صالح ماحول نہیں پاتے، گندی صحبت اور غلیظ ماحول میں پڑجاتے ہیں اور طرح طرح کے مسکرات ومنشیات استعمال کرنے لگتے ہیں، ان میں پیسوں کی ضرورت ہے، پیسوں کی حصولیابی کے لئے اور کبھی معاشی مشکلات سے خلاصی پانے کی غرض سے، مزدوری کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور کبھی والدین خود معاشی مشکلات دور کرنے کی غرض سے معصوم بچوں کو مزدوری پہ لگادیتے ہیں، جس سے بچے کے اندر سدھار کے بجائے بگاڑ ہوتا چلا جاتا ہے اور ان کی فکری وطبعی جولانی داؤ پہ لگ جاتی ہے، خودی وخودداری اور استغناء جو ایک اعلیٰ عنصر ہے، اس سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ کاش کہ ایسے غریب اور مفلوک الحال بچوں کے لئے صاحب ثروت اور بیدار مغز لوگوں کی ایک تنظیم ہر ہر علاقہ میں کام کرتی اور اس طرح کے بچوں کو بہترین دینی ودنیاوی تعلیم دلاکر عالم، فاضل، تخصص، آئی اے ایس، پی سی ایس، ڈاکٹر وانجینئر وغیرہ کے کمپٹیشن میں بھرپور مالی تعاون دے کر شریک کراتی، اس طرح خود ان کا بھی بھلا ہوتا اور قوم وسماج کی بھی حالت بہتر سے بہتر ہوتی۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب دامت برکاتہم اور سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو صحت وتندرستی نصیب کرے (آمین) جن کا ہر قدم اور ان کی ہر سوچ اسی طرح کے اعلیٰ کردار کی حامل ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں بوڑھوں کے حقوق

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے کہ مذہب اسلام جہاں آفاقی ودائمی ہے، وہاں اس کے دستور وقانون میں ایک ایسی جامعیت بھی ہے، جس سے موجودہ دنیا کے سارے ادیان ومذاہب تقریباً خالی ہیں، تعصب وجانبداری کی عینک اتار کر بنظر حقیقت پسندی جو بھی غور ومطالعہ کرے گا وہ یقیناً محسوس کرے گا کہ بلاشبہ اسلام کے احکام وتعلیمات اور ہدایات وتشریعات انسانوں کے تمام ہی طبقات کی ضرورتوں اور فطرت سلیمہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اس کے احکام کی مشروعیت میں ہر ان حکم ومصالح کی بھرپور رعایت ہے جو کسی بھی عقل صحیح کے نزدیک لائق اعتناء ہوسکتی ہیں، اور وہ دیکھے گا کہ اس کے احکام مشروعہ کے مختلف مدارج ومراتب ہیں، اگر بعض احکام ازقبیل فرائض وواجبات ہیں، تو دیگر بعض بدرجہ سنن ومستحبات بھی ہیں۔ پھر کچھ ایسے احکام بھی ملیں گے، جس کی تعمیل دیانتاً وقضاءً بہرطور لازم ہوا کرتی ہے، جس کے ترک وتہاون پر عنداللہ آخرت میں مواخذہ تو ہوگا ہی، اس دنیا میں بھی حاکم وقاضی شریعت اس کی مناسب تعزیر کرسکتا ہے، جبکہ بعض احکام گو قضاءً بدرجہ سنن ومستحبات ہیں، مگر دیانتاً وہ بھی لازم ہی ہوا کرتے ہیں، جس کے ترک وتہاون پر صرف عنداللہ مواخذہ ہونے کا تصور ہوتا ہے، حاکم وقاضی کو عام حالات میں ایسے احکام کی عدم تعمیل پر اس دنیا میں تعزیر وسرزنش کی گنجائش نہیں رہتی۔

مگر جب اخلاقی معیار میں گراوٹ آجائے، دینی جذبہ کمزور پڑ جائے، باہمی محبت و

☆ ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم، کنہواں سیتامڑھی، بہار۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواسات کی حس مردہ ہونے لگے، ایثار وقربانی اور انسانی مروت کے تقاضوں کا احساس ختم یا کم ہو جائے اور محض دیانتاً واجب ولازم احکام کی تعمیل میں اتنی کوتاہیاں اور بے پرواہیاں برتی جانے لگے، جس کے نتیجے میں حقوق انسانی کی عموماً برملا پامالی ہونے لگے، معاشرہ وسماج کا ضعیف وکمزور اور معذور طبقہ اپنی بنیادی ضروریات کی بھی تکمیل نہ ہونے کے سبب سماج میں ایسی گھٹن محسوس کرنے لگے کہ گویا "لا یموت فیھا ولا یحیی" جیسی صورت حال پیدا ہو جائے، تو اب حاکم وقاضی کے لئے اس کی بھی گنجائش ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے احکام کو دیانتاً وجوب کے دائرہ سے نکال کر قانون سازی کر کے قضاءً وجوب کے دائرہ میں لے آئے، اور پھر اس کی خلاف ورزی پر اس دنیا میں بھی تعزیری سزائیں جاری کرے۔

حضرت عثمان غنیؓ سے منقول اثر اس کی واضح دلیل ہے فرماتے ہیں:"إن الله لیزع بالسلطان ما لا یزع بالقرآن" (البدایۃ والنھایۃ ۱۰/۲) (کبھی اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعہ ان چیزوں سے روکتا ہے جن سے بے ضمیر انسان محض قرآنی ہدایات وتعلیمات کی بنیاد پر نہیں رکتا)۔

آج کی دنیا میں خوش حالی وخوش عیشی اور بدحالی وتنگ معاشی کے توازن میں جو فرق اور افراط وتفریط نظر آرہی ہے، جس کے اثرات ونتائج کے طور پر سماج ومعاشرہ میں بسا اوقات ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، جسے دیکھ کر ہر باضمیر وحساس کا دل دردمند تڑپ اٹھتا ہے، اس کی بنیادی وجہ محض اسلامی احکام وہدایات کی کماحقہ عدم تعمیل ہی ہے۔

جب احکام کے مدارج ومراتب حالات کے بدلنے، اخلاق معیار کے بلند وپست ہونے اور دینی جذبہ کے کم وبیش ہونے، انسانیت ومروت کی حس کے مردہ یا زندہ رہنے سے بدل جایا کرتے ہیں، تو اس کی طرف خاص توجہ والتفات ہونی چاہئے تھی۔ مگر افسوس کہ آج کسی دل میں اس کی کوئی فکر وپرواہ نہیں اور اسکے تدارک کی طرف ادنی التفات نہیں۔

ہم عوام غلط طور پر مطمئن بنے رہتے ہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے بعد ہم فارغ الذمہ ہو چکے ہیں، اب کسی بھی انفاق مال، حسن سلوک اور صلہ رحمی وغیرہ سے متعلق قرآن و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی ہدایات وتعلیمات کی تعمیل محض بدرجہ سنن ومستحبات ہی ہے، کوئی فرض ولازم نہیں۔

جبکہ قرآن کہیں "آت ذا القربٰی حقه والمسکین وابن السبیل" کا اعلان کرتا ہے، تو کہیں "وفی أموالهم حق للسائل والمحروم" کہہ کر انفاق مال کو قرابت داروں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور باضمیر وباعزت خاموش حاجت مندوں کا حق قرار دیتا ہے۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ صراحت فرماتے ہیں: "إن فی المال لحقاً سوی الزکوٰة" (ترمذی ۱؍۸۳)۔

اور ہمارے خواص یعنی جہاں اسلامی حکومت واقتدار ہے، وہاں کے حاکم اور جہاں حاکمانہ اقتدار وقوت نہیں وہاں حاکیت نہ صحیح ایک اجتماعیت سے وہ اثر ورسوخ تو پیدا کیا جاسکتا تھا، جس سے وزن ودباؤ کا کام لیا جاتا، مگر یہاں کے علماء، مفتیان کرام اور ارباب حل وعقد نہ اسکی کبھی کوئی ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ کوئی ذمہ داری، جبکہ اس بے ضمیر و بے حس صاحب استطاعت افراد کو قانون سازی کے ذریعہ دیانتاً واجب احکام کی تعمیل پر آمادہ و تیار کرنا ان حضرات کی شرعی ذمہ داری تھی۔

ان تمہیدی سطور کے بعد مرسلہ سوالنامہ کے محور پنجم بعنوان "بوڑھوں کے حقوق" سے متعلق جوابات لکھے جاتے ہیں۔

۱-اس عنوان کے تحت جو پہلا سوال ہے، وہ یہی کہ کیا اسلام میں کمزور اور حاجت مند لوگوں کے سماجی تحفظ کی ضمانت کا کوئی تصور موجود ہے؟۔

ظاہر ہے کہ مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اور سارے ہی طبقات انسانی کے لئے ایک پورے نظام عمل پر مشتمل ہے۔ وہ کمزور وحاجت مند طبقہ کے سماجی تحفظ کی ضمانت کے تصور سے کیسے خالی ہوسکتی ہے۔

غور کیا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اولاً یہ اعلان وہدایت فرمائی: "لیس لابن آدم حق فی سوی هذه الخصال: بیت یسکنه، ثوب یواری به عورته

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجلف الخبز والماء" (رواہ الترمذی، مشکوۃ ر ۴۴۲) (دیکھو کسی بھی ابن آدم کو من جانب اللہ عطا شدہ حق صرف یہی تین امور ہیں: (۱) رہنے کا مکان، (۲) سترعورت کے لئے ضروری کپڑا، (۳) اور رشتہ حیات باقی رکھنے کے لئے بغیر سالن کی خشک روٹیاں اور سادہ پانی)۔

اس کا تقاضہ یہی ہے کہ اگر کوئی صاحب مال صرف ان بنیادی ضرورتوں کی تکمیل پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، جن پر گویا اسکی حفاظت نفس موقوف ہے، تو یہ اس کا شرعی حق ہے، جس پر نہ اس دنیا میں شکر گزاری کا کوئی مطالبہ ہے، نہ اس دنیا میں عنداللہ کوئی جوابدہی ہی ہوگی۔

لیکن اس سے بڑھ کر محض عیش وعشرت، خوش عیشی کی تکمیل کے مدوں میں اپنے مال کو خرچ کرنا اس کا حق نہیں ہے، اب اگر شریعت کی مقرر کردہ حدوں میں رہتے ہوئے مال کی وسعت سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی عیش وتنعم کا سامان کرے گا، تو یہ سب اللہ کی ایک نعمت ہوگی، اس کا حق نہیں، اس لئے "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" نص قرآنی کے تحت ان تمام نعمتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا، اور وہ عنداللہ جوابدہ قرار پائے گا۔

بہر حال ایک طرف تو اسلام کی تعلیم وہدایت یہ ہوئی۔

اور دوسری طرف اللہ کے رسول ﷺ یوں فرماتے ہیں: "لیس المؤمن بالذی یشبع وجارہ جائع إلی جنبہ" (مشکوۃ ر ۴۲۴) (مومن کی یہ شان نہیں کہ خود آسودہ ہوجائے، اور اس کا پڑوسی اس کی غفلت کا شکار ہو کر اپنے پہلو پر بھوکا پڑا رہے)۔

اور کہیں یہ فرماتے ہیں: "الساعی علی الأرملة والمسکین کالساعی فی سبیل اللہ" (مشکوۃ ر ۴۲۲) (گویا بیوہ ومسکین جو معاشرہ وسماج کا عموما کمزور وضرورت مند طبقہ ہوتا ہے اس کی ضرورت کی تکمیل میں کوشش کرنے والا درحقیقت اللہ کی راہ میں کوشش کررہا ہوتا ہے)۔

پھر آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: "من قضی لأحد من أمتی حاجة یرید أن یسرہ بھا فقد سرنی و من سرنی فقد سر اللہ ومن سر اللہ أدخلہ الجنة" (مشکوۃ ر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۲۵) (جو شخص میری امت میں سے کسی ضرورتمند کو خوش کرنے کے لئے اس کی ضرورت کو پوری کرے گا اس نے مجھے مسرور کیا، اور جو مجھے مسرت بخشے گا، اس نے اللہ کو راضی وخوش کیا اور اللہ کو راضی وخوش کرنے والا جنتی ہوگا)۔

اسی طرح فرمایا گیا: "من كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة" (مشکوۃ ر۴۲۲) (یعنی جو اپنے ضرورت مند بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں ہوگا، تو اللہ اسکی ضرورت کی تکمیل میں رہے گا، اور جو کسی مسلمان سے اس کے حزن وملال کے اسباب کو دور کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی یوم قیامت کے حزن وملال کو اس سے دور رکھے گا)۔

اور کہیں یہ ہدایت دی گئی: "الخلق عيال الله فاحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله" (مشکوۃ ر۴۲۵) (گویا تمام ہی خلائق جو اللہ تعالیٰ کا ہی ایک کنبہ ہے، اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ ہوتا ہے)۔

ان احادیث اور اس طرح کے ان گنت دیگر نصوص کا واضح تقاضہ یہ ہے کہ معاشرہ کے ہر مستطیع، صاحب وسعت افراد پر اسلام نے دیناً اور اخلاقی طور پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ معاشرہ میں رہنے والے کمزور وحاجت مند لوگوں کی کفالت کرے، اور اس کے بنیادی حقوق کی تکمیل کرتے ہوئے اس کے سماجی تحفظ کا ضامن بنے، اب اگر معاشرہ کے باوسعت و مستطیع افراد ایسا نہیں کرتے ہیں، تو قانون سازی کے ذریعہ ان غفلتوں، کوتاہیوں اور بے مروتیوں کو لائق سرزنش قرار دے کر اس کا سدِ باب کیا جانا چاہئے، جیسا کہ میں نے تمہیدی سطور میں تفصیل سے لکھا ہے۔

۲- یہ تو ظاہر ہے کہ انسانوں میں کمزوریاں اور دوسروں کے امداد وتعاون کی محتاجیاں کبھی تو اس لئے ہوتی ہیں کہ وہ خلقی طور پر ہی ناقص وناتمام ہوتے ہیں، مثلاً اندھا، لنگڑا، لولہا وغیرہ، کبھی بعد میں حادث امراض یا حادثہ کے نتیجے میں ضعف واحتیاج کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، اور کبھی عمر کی زیادتی یعنی بوڑھاپن سے محتاجی ہوا کرتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے مطلقاً ہر ضعیف و کمزور حاجت مندوں کی حاجت روائی اور ان کے بنیادی حقوق و سہولیات کی فراہمی کو درجہ بدرجہ یکے بعد دیگر ہر صاحب استطاعت افراد کا اخلاقی فریضہ اور اس فریضہ کی ادائیگی کو دیانتاً لازم قرار دیا ہے۔ اگر معاشرہ کے مالک نصاب ارباب مال کی زکوٰۃ وصدقات واجبہ سے ان ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہو پاتیں اور معاشرہ کے یہ معذور و مجبور افراد اپنے بنیادی حقوق: روٹی، کپڑا، مکان اور دیگر ضرورتوں کی تکمیل مثلاً علاج ومعالجہ سے محروم نظر آتے ہیں، تو اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا کہ شرعی نقطۂ نظر اور اس کی بیان کردہ ترتیب کے مطابق اگر کوئی مستطیع ان ضرورت مندوں کی حاجت روائی کا ذمہ دار بن چکا ہے، تو وہ اس ذمہ داری سے صرف نظر کر کے اپنے عیش و تنعم کے سامان فرج، ائر کنڈیشن اور موٹر کار کی فکر کرے، اور اپنے معاشرہ وسماج کے ان مجبوروں، معذوروں اور بوڑھوں کے بنیادی حقوق اور لازمی ضرورتوں کی تکمیل سے پہلوتہی اور بے فکری کی راہ اپنائے۔

تاریخ اسلام کا مشہور "عقد مواخاۃ" اور جناب رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرات سلف صالحین کے ایثار وقربانی اور بذل وانفاق کے متعدد واقعات اس کے شاہد عدل ہیں۔

اور پھر قرآن پاک کی آیت: "**يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة**" کی روشنی میں جب ایک مسلمان کا یہ طرز عمل قابل تحسین اور لائق مدح کہلا سکتا ہے، تو ظاہر ہے کہ اپنی وسعت وفراخی کی حالت میں ان معذوروں اور بوڑھوں کی ضرورت وحاجت سے بے التفاتی اور اپنی ضرورت نہیں بلکہ محض عیش و تنعم کی فکر کرنے کو یقیناً قابل مذمت اور لائق سرزنش طرز عمل ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

۳- جہاں تک بوڑھوں اور کمزوروں پر دست درازی کے جرم وظلم ہونے کا مسئلہ ہے، تو اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ناحق دست درازی اور بلا وجہ زبان سے، ہاتھ سے یا اشارہ کنایہ سے کسی کو بھی ستانا، اذیت پہنچانا اور ذہنی طور پر ہراساں کرنا شریعت اسلام میں مطلقاً ممنوع ہے، حدود و قصاص کی مشروعیت سے متعلقہ نصوص قرآنی، غیبت وبہتان کی حرمت پر وارد شدہ آیتیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظالموں اور شرعی حدوں سے تجاوز کرنے والوں کے لئے وعیدوں پر مشتمل روایتیں اور ان سبھوں کے ساتھ ساتھ "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" "كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه بحسب إمرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم" (ترمذی ۲/۱۵) اور ان جیسی دوسری بے شمار روایتیں ہیں۔ بلاشبہ معذوروں، کمزوروں پر دست درازی کے ظلم و جرم ہونے اور اس کی ممانعت و حرمت پر واضح دلائل ہیں، اس لئے اس کی شناعت پر سارے مذاہب و ادیان تقریباً متفق ہیں، اور ہر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کا یہی فیصلہ ہے، اور یقیناً اس جرم و تعدی کی قباحت و شناعت مزید بڑھ جائے گی، جب اس ناروا دست درازی کا شکار وہ کمزور فرد بن جائے جو اپنی مخصوص حیثیت کی بنا پر خاص اکرام و تعظیم کا مستحق بن چکا ہو، مثلاً بوڑھے افراد اپنی کبر سنی اور زیادتی عمر کے سبب احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں خاص اکرام و برتاؤ کا حق رکھتے ہیں، بوڑھے والدین کے متعلق قرآن میں کہا گیا ہے: "إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما" (بنی اسرائیل: ۲۴)۔

اور دیگر عام بوڑھوں کے حق میں کہیں فرمایا گیا: "ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا" (رواہ الترمذی، مشکوۃ/ ۴۲۳)۔

اور کہیں کہا گیا: "إن من إجلال الله إكرام ذى الشيبة المسلم" (رواہ أبوداود، مشکوۃ/ ۴۲۳)۔

اور کہیں یہ تنبیہ کی گئی: "ما أكرم شاب شيخا من أجل سنه إلا قيض الله له عند سنه من يكرمه" (مشکوۃ/ ۴۲۳)۔

گویا بوڑھوں کی تعظیم و تکریم نہ کرنے والا جماعت مسلمین سے خارج ہے، کیونکہ بوڑھوں کا اکرام دراصل اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے اعتراف کی ایک صورت ہے، اس لئے جو جوان کبر سنی کی بنیاد پر بوڑھے کا اکرام و لحاظ نہیں کرے گا، وہ خود اپنے بڑھاپے میں اپنے اکرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولحاظ کرنے والوں سے محروم رہے گا۔

۴-معاشرہ کے جو افراد اپنی زندگی کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے بقدر بھی از خود مال کے کسب و اکتساب پر قادر نہ ہوں، خواہ خلقی طور پر ناقص و نا تمام ہونے کے سبب یا طویل المدت امراض یا کسی حادثہ کے شکار ہونے کی بنا پر، یا پھر کبرسنی اور انتہائی معمر ہو جانے کی وجہ سے، اسباب کچھ بھی ہوں مگر ان کی حالت و پوزیشن بہر حال ایسی ہو چکی ہے کہ وہ نہ تو کسب مال کی سکت رکھتے ہیں، نہ ان کی ملکیت میں کچھ پسماندہ یا کوئی محفوظ سرمایہ ہی ہے، اور نتیجتاً وہ ایسے بد حال، امداد و تعاون کے محتاج ہو گئے ہیں کہ اگر ان کی خبر گیری و کفالت نہ کی جائے تو وہ زندگی کے حق سے بھی محروم ہو سکتے ہیں۔

ایسے محتاج و مفلوک الحال افراد کا ایک طبقہ تو وہ ہوگا، جس کے قرابت دار خویش و رشتہ دار اور شرعی ورثاء ان کی خبر گیری و کفالت کے لائق موجود ہوں گے، تو ظاہر ہے کہ اسلام کے قانون نفقات کی روشنی میں ان کی کفالت انہیں کی ذمہ داری ہوگی۔

"وعلی الوارث مثل ذلک"۔

اور دوسرا طبقہ وہ ہوگا جس کے یا تو کوئی ایسے رشتہ دار اور وارث ہی نہ ہوں گے، یا ہوں گے بھی تو وہ خود ہی واقعتاً اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہوں گے، بہر صورت ایسے ضرورت مند طبقہ کی کفالت بقدر استطاعت سماج کے ہر مستطیع افراد کی شرعی ذمہ داری ہوگی، جیسا کہ اوپر مذکورہ نصوص اور اسلامی ہدایت و تعلیم سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ خصوصاً وہاں جہاں کسی بیت المال اور اجتماعی ادارہ کا کوئی نظم بھی نہ ہو۔

اب اگر انفرادی طور پر پوری ایمانداری کے ساتھ خبر گیری و کفالت کی کوششوں اور فکر کے باوجود معاشرہ کے سارے محتاجوں کی کفالت کا مسئلہ حل نہیں ہو پائے تو اس کے لئے اجتماعی نظم کرنا بھی ایک دینی فریضہ قرار پائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوڑھوں کے حقوق اسلام کی نظر میں

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی ☆

بوڑھوں کے حقوق

دنیا کے معاملے میں اسلام کا بنیادی تصور ''امانت'' کا ہے، یعنی اس دنیا میں انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے، اس کی جان، مال، اولاد یہ سب اللہ کا عطیہ اور اس کی امانت ہے، اس تصور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر چیز کا استعمال اصل مالک کی منشا کے مطابق کیا جائے، اس بنیادی تصور کے ذریعے جہاں اسلام انسان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کے ساتھ قائم کرتا ہے، وہاں اس تصور کے ذریعے اس زمین پر بھی ایک ایسا انسانی معاشرہ قائم کرتا ہے، جہاں ایک انسان میں دوسرے انسان کے لئے محبت، ہمدردی، خیر خواہی، دوسروں کے دکھ درد کا احساس اور یہ جذبہ پیدا ہو کہ انسان کے ساتھ مخلصانہ ہمدردی، اس کے رب کی رضا اور خوشنودی کو متوجہ کرتی ہے، اسلام ایک ایسا معاشرہ اس زمین پر قائم کرتا ہے، جہاں اللہ کے بندے اللہ کے دیئے ہوئے مال میں صرف اپنے اور اپنے بال بچوں کا ہی حق نہ سمجھیں بلکہ ان کو یہ احساس ہو کہ ہمارے اس مال میں ہر اس بندۂ خدا کا حق ہے جو ہماری مدد کا محتاج ہے، وہ بندے کی مدد اس طور پر نہ کرے کہ اس پر ان سے شکریے کا طلب گار ہو، اور ان کو اپنا زیر بار احسان ٹھہرائے بلکہ وہ اسے ان کا حق سمجھے، اور اپنا فرض سمجھ کر ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وفی أموالھم حق للسائل والمحروم" (الذاریات:۱۹)

☆ دارالسلام اسلامی مرکز، مالیر کوٹلہ (پنجاب)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے)۔

محروم میں بوڑھے، ضعیف، کمزور، حاجت مند، محتاج، معذور ہر طرح کے لوگ شامل ہیں اور یہ آیت اسلام میں کمزور اور حاجت مند لوگوں کے سماجی تحفظ کی ضمانت ہے۔

اس آیت کا منشا یہ ہے جیسا کہ لفظ سائل کے بعد محروم لا کر اشارہ کیا گیا ہے کہ مخلوق خدا کی یہ خدمت صرف ان ہی لوگوں تک محدود نہیں ہے جو خود سائل بن کر تمہارے پاس آئیں بلکہ جس کے متعلق بھی یہ بات علم میں آ جائے کہ وہ روزی پانے سے محروم رہ گیا ہے یا وہ مدد کا محتاج ہے، تو اس کی مدد کے لئے انسان خود بے چین ہو جائے.....کوئی یتیم بچہ جو بے سہارا رہ گیا ہو، کوئی بیوہ جس کے سر سے شوہر کا سایہ اٹھ گیا ہو، کوئی معذور جو اپنی روزی کے لئے ہاتھ پاؤں نہ مار سکتا ہو، کوئی شخص جس کا روزگار چھوٹ گیا ہو یا کوئی ایسا شخص جس کی کمائی اس کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو، کوئی شخص جو کسی آفت کا شکار ہو گیا ہو اور اپنے نقصان کی تلافی خود نہ کر سکتا ہو، کوئی ضعیف اور کمزور، کوئی بوڑھا معذور غرض کوئی حاجت مند جس کی حالت ہمارے علم میں آئے، اور ہم اس کی دست گیری کر سکتے ہوں تو اس کا حق مان کر اس کی مدد کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ متقی اور محسن انسان اپنے مال میں اللہ کے بندوں کا حق سمجھے، اور ہر ننگے بھوکے مصیبت زدہ آدمی کی مدد کے لئے تیار رہے، یہی طرز فکر ہے جو اسلام کو مطلوب ہے، اور جگہ جگہ قرآن مجید میں اس کی ہدایات ملتی ہیں۔ مثلاً:

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و لا يحض على طعام المسكين" (سورہ حاقہ: ۳۴)

(اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا)۔

آیت مذکورہ میں عذاب خداوندی کا ایک سبب یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ شخص خود تو کیا کسی غریب کو کھانا کھلاتا اور اس کے کام آتا کسی دوسرے سے بھی یہ کہنا پسند نہ کرتا تھا کہ اللہ کے بھوکے بندوں کو روٹی دے دو۔

☆ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولم نک نطعم المسکین" (سورہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدثر: ۴۴)(اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے)۔

مذکورہ آیت میں اس دوزخی انسان کا بیان ہے جو کسی انسان کو بھوک میں مبتلا دیکھ کر قدرت رکھنے کے باوجود اس کو کھانا نہیں کھلاتا تھا۔ اسلام کی نظر میں یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ آدمی کے دوزخی ہونے کے اسباب میں خاص طور پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆ ''سورۃ الدھر'' آیت ۸ تا ۱۱ میں ان بندوں کی تعریف کی گئی ہے جو لوجہ اللہ خدمت خلق میں مصروف ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے:''ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً ویتیماً وأسیراً إنما نطعمکم لوجه اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً إنا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطریراً فوقٰهم اللہ شر ذلک الیوم ولقّٰهم نضرةً وسروراً'' (اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں، نہ شکریہ، ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا، بس اللہ انہیں اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تازگی اور سرور بخشے گا)۔

مذکورہ آیت میں نیکی کی ایک خاص صورت کو اہمیت کے لحاظ سے بطور مثال پیش کیا گیا ہے، اس کا مقصود یہ ہے کہ کسی بھی شکل میں ہر حاجت مند، کمزور وضعیف اور بوڑھے کی مدد کی جائے۔

☆ ''سورۃ القلم'' کی آیت/ ۲۴ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان باغ اور کھیت والوں کے عبرتناک انجام کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ کل جب ہم اپنے باغ کے پھل توڑنے کے لئے جائیں گے، تو کسی مسکین اور حاجت مند کو باغ کے اندر آنے نہیں دیں گے: ''ان لا یدخلنها الیوم علیکم مسکین'' (کہتے جاتے تھے کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں آنے نہ پائے)۔

جب وہ کچھ نہ دینے کا فیصلہ کئے ہوئے صبح سویرے جلدی جلدی باغ میں گئے، تو دیکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سب کچھ تباہ ہو چکا ہے۔

☆ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یتیموں، مسکینوں، رشتہ داروں اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے، اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اسلامی شریعت کے احکام کے ایک حصے حقوق اللہ میں ایک اللہ کی عبادت، اس کی بندگی اور اطاعت وفرمانبرداری ہے، اسی طرح احکام شریعت کے دوسرے حصے حقوق العباد میں اہل حاجت کی مدد اور ان کے ساتھ حسن سلوک ہے: "وإذ أخذنا ميثاق بني إسرائيل لا تعبدون إلا الله وبالوالدين إحسانا وذى القربىٰ واليتمىٰ والمسكين" (سورہ بقرہ: ۸۳) (یاد کرو! اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا)۔

☆ "سورۂ بقرہ" میں ہی دوسری جگہ اللہ کی محبت کا معیار جہاں ایمان کو قرار دیا گیا ہے، وہیں اہل حاجت کی حاجت کو پورا کرنا جس میں ہر طرح کے ضعیف اور کمزور لوگ بھی شامل ہیں، اللہ کی محبت کی کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: "ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والنبيّين واتى المال على حبه ذوى القربىٰ واليتمىٰ والمسٰكين وابن السبيل والسائلين وفي الرقاب" (سورۂ بقرہ: ۱۷۷) (بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے، اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں اور یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے)۔

☆ اور حضور اکرم ﷺ کا درج ذیل ارشاد تمام ضرورت مندوں اور معذوروں کے لئے بشارت سے کم نہیں ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء" (لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا)۔

قرآن وحدیث کے مندرجہ بالا ارشاد سے اسلام میں کمزور اور حاجت مند لوگوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماجی تحفظ کی ضمانت کا بڑا واضح اور مکمل تصور ابھرتا ہے، اور اسی سے بوڑھے اور ضعیف لوگوں کے حقوق اور ان کو زندگی کی سہولیات کی فراہمی، ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور دست درازی سے باز رہنے کی ہدایت اور اس کی اخلاقی و دستوری حیثیت کے اشارات ملتے ہیں، جن کی بنیاد پر مناسب قانون سازی کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے، اور حالات اور ضرورت کے مطابق معمر افراد کی کفالت کا اجتماعی نظم بھی کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی حکومت میں اگر چہ یہ فریضہ خود حکومت کا ہے، اور بیت المال کی مختلف مدیں اسی طرح کے اخراجات کے لئے ہیں، لیکن اسلام نے سماج اور معاشرے کو بھی اس میں حصے دار بنایا ہے، اور اس سے خود سماج کے افراد کی اخلاقی تربیت کے علاوہ یہ بھی مقصود ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو الگ نہ سمجھیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اس زمین پر انسانی حالات کی رنگا رنگی اور کہیں تنگ دستی اور کہیں خوش حالی، کہیں رزق کی فراوانی اور وسائل حیات کی کثرت، کہیں فقر وفاقہ اور نانِ شبینہ تک کی محتاجی، یہ تمام ہی مناظر انسان کی آزمائش، اس کے جذبۂ شکر اور احساسِ صبر کا امتحان اور اس کی اخلاقی اور روحانی تربیت اور انسانی جذبات کو ہمدردی اور خیر خواہی اور دردمندی کی طرف موڑنے کا سامان ہیں، اور اسی میں انسان کی روحانی اور اخلاقی ترقی کا راز پوشیدہ ہے، ورنہ اللہ زمین پر ہر چیز کا مالک ہے، اور انسان اس کا صرف ایک ذریعہ ہے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشۂ اہل کرم دیکھتے ہیں

اور آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک جو کہ ایک نفیس اور پاکیزہ اور جڑے ہوئے سماج کی عکاسی کرتا ہے: "من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا" (جس نے بڑوں کی توقیر وعزت نہ کی اور چھوٹوں پر شفقت نہ کی وہ ہمارے معاشرے کا حصہ نہیں بن سکتا)۔

جس سماج کے لوگوں کا نقطۂ نظر خالص مادی ہو اور جن کی سوچ یہ ہو کہ بوڑھا آدمی جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمانے کے لائق نہیں رہا، وہ گھر اور سماج کے اوپر ایک بوجھ بن گیا ہے، ایسے سماج میں بوڑھوں کو وہ احترام اور وہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا جو ایسے سماج میں ملے گا جو بوڑھوں اور ضعیفوں کو اللہ کی رحمت کا سبب اور ان کی خدمت کو اپنی سعادت اور اپنی آخرت کا ذریعہ سمجھتا ہو، ایک حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہے، اور اسی طرح کی حدیث کو حدیث قدسی کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جب سفید بالوں والا بوڑھا آدمی میرے سامنے دعاء کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے، تو مجھے شرم آتی ہے کہ اس کی دعاء کو رد کروں''، گویا بوڑھا اور ضعیف آدمی اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم میں بھی ایک خاص درجہ رکھتا ہے، اس لئے بوڑھوں کو ان کا حقیقی مقام دلانے کے لئے سماج کو روحانی اور اخروی بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

ایک دوسرا پہلو بھی غور وفکر کی دعوت دیتا ہے کہ جس معاشرے میں نکاح کے رشتے ڈھیلے ہوگئے ہیں، اور عورت ومرد کے تعلق کو صرف ہوس رانی کا ایک ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے، اور جہاں وہ گھر ہی نہیں رہے جو نکاح کے مقدس تعلق کے نتیجے میں قائم ہوتے ہیں، اور جس کے ذریعے رشتوں کی کڑیاں جڑتی ہیں، اور جس کے لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''واتقوا اللہ الذی تساءلون به والأرحام'' (اور ڈرو اس رب سے کہ جس کا نام لے کر تم رشتہ داریوں کے حقوق مانگا کرتے ہو)۔

ایسے سماج میں بوڑھوں کا قابل احترام مقام آج بھی الحمد اللہ موجود ہے۔

یہ بوڑھوں کے لئے اولڈ ہوم یا ایسی کوئی مستقل جگہ بنانا کہ جہاں بوڑھے ہی رہا کریں یہ اس سماج کی ایک ضرورت ہے، جہاں مکان تو ہیں گھر نہیں ہیں، اور جہاں رشتوں کے ان لطیف تقاضوں کا کوئی تصور نہیں ہے جو انسانی جذبۂ مودت کو سکون وراحت کی دولت عطا کرتے ہیں۔

البتہ وہ لوگ جو ایسے بے کس اور بے سہارا ہیں کہ ان کے کوئی قریبی رشتے داران کی دیکھ بھال کے لئے موجود نہیں ہیں، ان کے لئے اس طرح کے مرکز قائم کرنے میں جہاں ان کی مناسب دیکھ بھال ہوسکتی ہو، کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس مصروف زندگی میں جہاں ہر شخص کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی زندگی کی ضروریات حاصل کرنے میں کافی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے، ایسا کوئی اولڈ ہوم ضرورت کا تقاضہ بھی ہے اور مفید بھی۔

لیکن کوشش یہی ہونی چاہئے کہ بوڑھے لوگ اپنے گھر اور خاندان میں ہی اس طرح رچ بس جائیں کہ وہاں سے انکو نکال کر الگ رکھنے کی ضرورت پیش نہ آئے، یہ خود سماج کے احساس کو اور اس کو صحیح بنیادوں (اور صحیح بنیاد آخرت کے سوا کیا ہوسکتی ہے) پر استوار کرنے کی بات ہے۔

ایک اچھے سماج کے لوگوں کی سوچ یہی ہونی چاہئے کہ بوڑھے لوگ ہمارے لئے اللہ کی رحمت کی علامت اور ان کا سایہ ہمارے لئے برکت کا باعث ہے، اور یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ہر نوجوان کو بہر حال بوڑھا ہونا ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ اسلام نے قانونی اور دستوری حیثیت سے زیادہ اخلاقی حیثیت کو اہمیت دی ہے، بلکہ خود قانون سازی کے لئے بھی اخلاقی تربیت کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے کھیت کی زمین کو تیار کیا جاتا ہے، اس لئے صرف دستور سازی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اگر اس میں اخلاقی تربیت اور قانون پر عمل کرنے کا جذبہ موجود نہ ہو، اسی لئے اسلام نے دنیا کو آخرت سے جوڑا ہے کہ ہر عمل کا بدلہ اور اس کے منافع اسی دنیا میں حاصل کرنا پیش نظر نہ رہے، بلکہ اصل مقصد آخرت کا اجر وثواب رہنا چاہئے کہ اچھے عمل کا بہترین بدلہ اور بھرپور جزاء اور نہ ختم ہونے والا ثواب اُسی دنیا میں مل سکتا ہے جو خود بھی ہمیشہ باقی رہنے والی ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں مریضوں کے حقوق

مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی☆

۱-صحت و مرض کے بارے میں اسلامی تصورات

مرض و بیماری کی نسبت سے انسانی معاشرہ کا جو عام تصور ہے، اسلام نے اس کے بارے میں ایک بالکل مختلف تصور پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ صرف صحت ہی نعمت نہیں، بلکہ جس طرح صحت ایک نعمت ہے اور خیر ہے، مرض بھی ایک نعمت ہی ہے۔ بلکہ بعض وجوہ سے مرض اس سے فائق ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے: "من یرد اللہ به خیراً یُصب منه" (رواہ البخاری۔ مشکاۃ ۱۳۴) (حق تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو مصیبتوں و پریشانیوں میں ڈالتے ہیں)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت ہو یا مرض سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور چونکہ مرض اپنی ظاہری صورت میں ایک پریشانی و مصیبت میں ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے یہ تصور دیا ہے کہ انسان، دیگر مصائب کی طرح اس کا سامنا بھی یا تو اپنی بدعملیوں کی سزا کے طور پر کرتا ہے یا یہ سب اس کے حق میں اس کے رفع درجات کے لئے ہوتا ہے۔

بیماری رفع درجات کے لئے اس وقت ہوتی ہے، جبکہ آدمی باعمل و باکردار ہو اور اس صورت میں اس کا نعمت ہونا ظاہر ہے، اور بدعمل اپنی حرکتوں کے صلہ و سزا میں جن بیماریوں کو جھیلتا ہے، وہ اس کی دھلائی و صفائی کرتی ہیں اور اس سے اس کی بدعملیوں کے ان اثرات کو دور

☆ سکریٹری برائے سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا و شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورہ باندہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں، جن سے موت کے بعد کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں ان کا سابقہ رکھا گیا ہے، اور اس طرح بیماریاں انسان کو دنیا ہی میں سزا کے مراحل سے گذار کر آخرت کی سزا سے محفوظ و دور کر دیتی ہیں، تو بیماریوں کا یہ پہلو بھی خیر کا ہوا اور اس طرح بیماری بہر صورت صرف عذاب نہ رہی، بلکہ نعمت قرار پائی۔ اس حقیقت کو نبی پاک ﷺ نے بار بار بیان فرمایا ہے، اور اسی لئے عیادت کی معروف دعاء یہ آتی ہے: "لا بأس طهور إن شاء الله" (رواہ البخاری۔ مشکاۃ/۱۳۴) (کوئی حرج نہیں پریشان نہ ہو، انشاءاللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کردے گی)۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

"ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذى ولا غم حتىٰ الشوكة يشاكها إلا كفر الله بها من خطاياه" (متفق علیہ۔ مشکاۃ/۱۳۴) (کسی مسلمان کو جو بھی دکھ و درد، بیماری، پریشانی، رنج و تکلیف یا غم و صدمہ پہنچتا ہے، حتی کہ کانٹا بھی اگر چبھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں)۔

ایک حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لا اذن أحداً من الدنيا أريد أغفرله حتىٰ استوفى كل خطيئة فى عنقه بسقم فى بدنه و اقتار فى رزقه" (مشکاۃ/۱۳۸ - رواہ رزین) (جس کو میں دنیا سے مغفرت کے ساتھ لیجانا چاہتا ہوں تو اس کی ایک ایک خطا کو بدن کی بیماری یا مالی تنگی کے ذریعہ حساب کر لیتا ہوں)۔

اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے: "لا تسبّوا الحمّى فإنها تذهب خطايا بنى آدم كما يذهب الكير خبث الحديد" (رواہ مسلم۔ مشکاۃ/۱۳۵) (بخار کو برا بھلا مت کہو، اس لئے کہ بخار انسانوں کے گناہوں کو ایسے ہی دور کرتا ہے، جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے)۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے: "إن العبد إذا سبقت له من الله منزلة لم يبلغها بعمله ابتلاه الله فى جسده أو فى ماله أو فى ولده ثم صبّره على ذلك حتىٰ يبلّغه المنزلة التى سبقت له من الله" (رواہ احمد و ابوداؤد و مشکاۃ ص ۱۳۷ ضعیف ولکن لہ شواھد کما جاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی حاشیہ جامع الاصول ۹/ ۵۸۴و ۵۸۵) (کسی بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی ایسا مرتبہ ودرجہ طے ہوتا ہے، جس تک وہ اپنے عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو جسم یا مال یا اولاد کی رو سے آزمائش میں ڈال کر صبر دیتے ہیں، حتی کہ اس مرتبے تک پہنچاتے ہیں، جو اس کے لئے طے کیا گیا ہے)۔

ایک حدیث میں آیا ہے: ''إن المؤمن إذا أصابه السقم ثم عافاه الله عزوجل منه كان كفارة لما مضى من ذنوبه وموعظة له فيما يستقبل'' (رواہ ابوداؤد ۔ مشکاۃ/ ۱۳۷ اسنادہ ضعیف (حاشیہ جامع الاصول ۹/ ۵۸۳) (مومن جب بیمار ہو کر شفا پاتا ہے، تو اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور آئندہ کے لئے اس کو نصیحت ہوتی ہے)۔

یہ جو ذکر کیا گیا کہ بیماری بعض وجوہ سے صحت سے بڑھکر ہے، تو اس کی یہ وجہ تو ہے ہی جو گذری، یعنی گناہوں کا ازالہ وغیرہ۔ مزید یہ کہ بیماری بندے کو حق تعالیٰ کی خصوصی عنایت اور الطاف رحمت کا مستحق وحقدار بنا دیتی ہے اور اس درجہ اس کو تقرب بنا دیتی ہے کہ فرمایا گیا ہے: ''إذا دخلت على مريض فمره يدعو لك فإن دعائه كدعاء الملائكة'' (رواہ ابن ماجہ، مشکاۃ/ ۱۳۸ رجالہ...انہ منقطع (زوائد ابن ماجہ ۱/ ۵۹) (جب کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعاء کرے، اس لئے کہ اس کی دعاء ملائکہ کی دعاء کے مانند ہوتی ہے)۔

اس محبوبیت ومقبولیت کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ رعایت کی جاتی ہے: ''إذا مرض العبد أو سافر كُتب له بمثل ما كان يعمل مقيما صحيحا'' (رواہ البخاری۔ مشکاۃ/ ۱۳۵) (جب بندہ بیماری یا سفر میں ہوتا ہے، تو صحت واقامت کے حال کے اعمال اس کے لئے لکھے جاتے ہیں)۔

نیز فرمایا گیا ہے: ''إن العبد إذا كان على طريقة حسنة من العبادة ثم مرض قيل للملك الموكل به اكتب له مثل عمله إذا كان طليقا حتىٰ أطلقه أو أكفته إلّي'' (رواہ فی شرح السنۃ، مشکاۃ ص ۱۳۶ (صححہ الحاکم ووافقہ الذھبی، مشکاۃ تحقیق الالبانی ۱/ ۴۹۲) (بندہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب عبادت کے اچھے حال پر ہوتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے، تو اس سے متعلق فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے صحت کے حال کا عمل لکھو، حتی کہ میں اس کو صحت دیدوں یا اپنے پاس بلالوں)۔

بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماریوں سے بچا رہنا، ایک مومن کے حق میں کچھ اچھی چیز نہیں ہے، ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ نے بیماری کے فضائل وفوائد بتائے، تو ایک شخص نے کہا کہ میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا۔ آپ نے اس کو اپنے پاس سے اٹھا دیا اور فرمایا:

"لست منا" (رواہ ابوداؤد۔ مشکاۃ ۱۳۷/۱ (ضعیف۔ مشکاۃ تحقیق الألبانی ۴۹۴/۱) (تمہارا ہم سے تعلق نہیں ہے)۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہونے پر ایک آدمی نے کہا: مبارک ہو کہ اس کو موت کسی بیماری کے بغیر آئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کو کیا پتہ کہ اگر وہ بیمار ہوتا، تو اللہ اس کی برائیوں کا کفارہ بنا دیتے" (رواہ مالک مرسلا۔ مشکاۃ ۱۳۷/۱ وھو مرسل صحیح الاسناد (حاشیہ جامع الاصول ۵۸۳/۹)۔

۲- علاج کی شرعی حیثیت

اسلام نے بیماری کے متعلق کیا تصور پیش کیا ہے، گزشتہ سطور میں آ گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیماری کو پالا جائے اور اس کے ازالہ کی تدبیر نہ کی جائے اور اس قسم کی تدبیر ناپسند ہے۔

بلکہ جیسے دیگر معاملات میں تقدیر پر راضی رہنے کے ساتھ تدبیر کی اجازت ہی نہیں بلکہ حسب موقع اس کو ضروری بتایا گیا ہے، اسی طرح بیماری کی فضیلت کے ذکر اور اس پر صبر وتحمل کی تلقین کے ساتھ- علاج ومعالجہ کی اجازت وہدایت بھی آئی ہے۔ کئی روایات میں متعدد صحابہؓ سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مروی ہے: "تداووا یا عباد الله" (فتح الباری ۱۳۵/۱۰) (اللہ کے بندو دوا کیا کرو)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کہ یہ مضمون متعدد روایات میں آیا ہے: "ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء" (رواہ البخاری ومسلم وغیرھا۔ مشکاۃ ر ۱۸۷ و ۱۸۸) (اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے، اس کی شفاودوا بھی رکھی ہے)۔

ایک حدیث میں آیا ہے: "قالوا یا رسول الله أفنتداوی؟ قال: نعم یا عباد الله تداووا فإن الله لم یصنع داء إلا وضع له شفاء" (رواہ أحمد و الترمذی و ابوداؤد۔ مشکاۃ ر ۱۸۸ وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح) (صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کیا ہم دوا کیا کریں؟ فرمایا: ہاں! اے اللہ کے بندو دوا کیا کرو، اس لئے کہ اللہ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے، اس کی دوا بھی رکھی ہے)۔

علاج ومعالجہ کو تقدیر کا معارض ومقابل نہیں بلکہ منجملہ مقدرات بتایا گیا ہے۔ آتا ہے کہ ایک شخص نے کہا: "أرأیت رقی نسترقیها، ودواء نتداوی به وتقة نتقیها، هل ترد من قدر الله شیئا؟ قال هی من قدر الله" (رواہ الترمذی۔ وقال ھذا حدیث حسن، باب ماجاء فی الرقی والادویہ، ابواب الطب) (اے نبی کریم ﷺ بتائیے کہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں یا دوا وعلاج، نیز بچاؤ وحفاظت کی تدبیریں، کیا یہ چیزیں تقدیر ومقدر کو ٹال سکتی ہیں، فرمایا: یہ سب مقدرات میں سے ہیں)۔

مزید برآں روایات کا ایک ذخیرہ ہے، جس میں خود حضور اکرم ﷺ کے علاج ومعالجہ کی تفصیلات آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنا خود علاج فرمایا یا کسی کے لئے کوئی تدبیر فرمائی یا یہ کہ کسی مرض کی دوا بتائی یا کسی چیز کی خاصیت وافادیت بتائی ہے (ملاحظہ ہو مشکاۃ "کتاب الطب والرقی" نیز "الطب النبوی" کے نام سے جو کتابیں لکھی گئیں ہیں مثلاً ابن القیم اور ذہبی کی کتابیں)۔

اگرچہ علماء کے درمیان یہ بات زیر بحث رہی ہے کہ علاج ومعالجہ کی شرعی حیثیت وجواز کا درجہ ومرتبہ کیا ہے؟ آیا یہ فرض وواجب ہے یا صرف مسنون ہے اور استحبابی چیز ہے؟

عام رجحان تو اس بابت عدم وجوب کا ہے، جیسا کہ عموماً فقہاء نے لکھا ہے اور کتابوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آیا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۴۹۴ و ۴۵۰ نیز احکام المرضی، کتاب الدواء / ۳۴۹) اور اس کی بنیادی وجہ یہ ذکر کی جاتی ہے کہ ہماری ہر ممکن سعی وکوشش کے باوجود شفاء وصحت کا حصول یقینی کیا معنی؟ بسا اوقات گمان غالب میں بھی نہیں کہا جا سکتا، اس لئے وجوبی طور پر اس کا مکلّف بنانا بے معنی ہے (احکام المرضی / ۳۵۵ و ۳۵۶ نیز ملاحظہ ہو عالمگیری وغیرہ)۔

لیکن ایک بات تو یہ کہ یہ معاملہ تو دیگر چیزوں میں بھی ہے کہ تقدیر کا اور واقعۃً کیا ہوگا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، فیصلہ تقدیر کے ہاتھ ہوتا ہے، مگر پھر بھی تدبیر کا حکم ہے جو وجوب وفرض تک پہنچ جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ احادیث میں علاج ومعالجہ کا جس کثرت ووسعت اور اہتمام سے قولاً وفعلاً ذکر کیا گیا ہے، اس کا مقتضی تو یہی ہے کہ اپنی وسعت بھر اس سلسلے میں صرف نظر اور کوتاہی درست نہیں اور یہ کہ علاج کا اہتمام کرنا چاہئے۔

تیسری بات یہ کہ علاج ومعالجہ کے سلسلے میں بعض ممنوعات ومحرمات کے استعمال اور محظورات کے ارتکاب کی وسعت واجازت معروف ہے۔ جس میں پردے وستر کے مسائل بھی آتے ہیں، اس قسم کی رخصت ووسعت انتہائی مجبوری وضرورت کے مواقع میں ہی ہوتی ہے۔

چوتھی بات یہ کہ احادیث کے ذخیرہ میں یہ بات کہیں نہیں آئی ہے کہ دوا وعلاج نہ کرو، بلکہ یہی آیا ہے اور بار بار کہ دوا کرو، دوا کرو، ہر بیماری کی دوا رکھی گئی ہے، البتہ یہ ضرور آیا ہے کہ فلاں تدبیر نہ کرو، فلاں قسم کی چیز کا استعمال نہ کرو مثلاً: "إن الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم" (رواہ البخاری، فتح الباری ۱/۷۸) اور "أنا أنهى أمتي عن الكي" (رواہ البخاری۔ مشکاۃ ص ۳۸۷) "لا تداووا بحرام" (رواہ ابوداؤد، مشکاۃ / ۳۸۸) "نهى رسول الله ﷺ عن الدواء الخبيث" (رواہ احمد وغیرہ مشکاۃ / ۳۸۸) "من اكتوى أو استرقى فقد برئ من التوكل" (رواہ احمد وغیرہ مشکاۃ / ۳۸۹)۔

اور بعض احادیث میں ایک جماعت کی مدح کے سیاق میں اس کا تذکرہ آیا ہے کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور جلانے کے ذریعہ علاج نہیں کرتے وغیرہ۔ لیکن اس سلسلہ میں علماء وشراح نے کافی تفصیل کی ہے اور کلام کیا ہے۔ یہ محض ایک توصیف ہے بس، مطلوب واہم نہیں کہ خود آپ علاج فرماتے رہے، پھر اس میں مطلق دوا و علاج کا تذکرہ نہیں، بلکہ ایک خاص صورت داغنے کے ذریعہ علاج کا ذکر ہے یا جھاڑ پھونک کا، جس میں اجازت کے باوجود توسیع پسند نہیں کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری ۱۱/ ۱۵۴ و مابعد و احکام المرضی / ۵۶ ۳و ۳۶۰ و ۳۶۱)۔

اس لئے ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں راجح وہ راہ ہے، جو ہمارے بعض اساتذہ اور اکابر عصر کی تحقیقات میں آئی ہے۔ استاذی مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ فرماتے ہیں:

رہ گیا تداوی کا مسئلہ تو اس کے فی نفسہ مباح ہونے میں کلام نہیں، باقی ہر شخص پر ہر حال میں کلیۃً وجوب (نہ ہو) یہ صحیح نہیں، بلکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر مرض شدید وخطرناک یا مہلک ہو اور تداوی پر استطاعت وقدرت میسرہ بھی موجود ہو، تو حسب حیثیت واستطاعت وقدرت میسرہ، عالم اسباب ہونے کی وجہ سے شفاء کے حصول کا اعتقاد فقط اللہ جل مجدہ پر رکھتے ہوئے حکم خدا و حکم شرع کے اندر اندر علاج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قدرت میسرہ موجود نہ ہو یا مرض شدید یا خطرناک ومہلک نہ ہو تو وجوب علاج کا حکم متوجہ نہیں ہوتا، یا حکم مؤکد رہے (گا) یا مستحب وافضل رہے، حسب حال مبتلی بہ وقیود مذکورہ بالا کے مطابق جو حکم ہو تو ہو سکتا ہے مگر واجب ہوگا۔

یہی حکم وتفصیل اس صورت کا ہے کہ ابھی علاج شروع نہیں کیا ہے اور اس صورت کا کہ علاج کر کے چھوڑ دیا ہے اور دونوں صورتوں کا حکم قریب قریب یکساں ہی ہوتا ہے (نظام الفتاوی جدید ۱/ ۳۵۱۰)۔

اس موقع سے میں استاذی قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ کا تبصرہ بھی نقل کرنا ضروری ومفید خیال کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

عام حالات میں تو دوا و علاج محض جائز ومباح ہے۔ لیکن جبکہ جسم انسانی مرض کی وجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شدید اذیت کا شکار ہو اور اللہ کی پیدا کی ہوئی جڑی بوٹی اور دواؤں کے ذریعہ اس کی تکلیف سے دور ہو جانے کا ظن غالب ہو یا بظاہر حال تحقیق و تجربہ کی روشنی میں اس مرض کے ہلاک ہونے کا ظن غالب ہو اور ان اسباب اور دواؤں تک علم انسانی کی رسائی ہو چکی ہو، جنھیں اللہ نے ان امراض سے نجات کے لئے پیدا کیا ہے اور ظن غالب ہو کہ ان دواؤں کے استعمال سے یہ مہلک مرض دور ہو جائے گا اور ہر دو صورت میں ان دواؤں کا استعمال بس میں ہو، تو ایسی صورت میں ایسی دواؤں کا استعمال نہ کرنا اور نفس کو تکلیف و ہلاکت میں یہ کہہ کر ڈالتے رہنا کہ علاج محض مباح ہے بڑی سخت بات ہے (بحث ونظر شمارہ ۲-ص ۴۲،۴۹و۴۴)۔

نیز فرماتے ہیں: دوا علاج جو عام حالات میں محض مباح ہے، ضروری نہیں کہ ہمیشہ یہی حکم رہے، بعض حالات میں دوا کا استعمال واجب بھی ہو جاتا ہے (بحث ونظر شمارہ ۲-ص ۴۲و۴۹)۔

علاج و معالجہ کے وجوب کی رائے ماضی کے بعض محققین و ممتاز علماء کی بھی رہی ہے۔

چنانچہ شوافع و حنابلہ کی ایک جماعت سے وجوب نقل کیا گیا ہے (فتاوی شیخ الاسلام ۲۴/۲۶۹)، اور بالخصوص شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"تحقیق یہ ہے کہ علاج بعض صورتوں میں حرام، بعض صورتوں میں مستحب اور بعض صورتوں میں واجب ہے۔ واجب اس صورت میں ہے، جب یہ معلوم ہو کہ اب جان اسی سے بچے گی (یعنی بظاہر) اس کے بغیر نہیں، (یہ وجوب ایسے ہی ہے) جیسے اضطرار کے حال میں (جان بچانے کے لئے) مردار کا کھانا واجب ہو جاتا ہے، ائمہ اربعہ اور جمہور علماء سب اس کو واجب کہتے ہیں۔ مسروق نے کہا ہے کہ جو آدمی (جان بچانے کے لئے) مردار کے کھانے پر مجبور ہو اور نہ کھائے، بھوکا مر جائے، تو جہنم میں جائے گا، تو کبھی انسان کو بیماری کی شدت کی وجہ سے بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ علاج نہ کرائے، تو مر جائے گا اور معروف و ممتاز علاج کی وجہ سے زندگی بچ جاتی ہے" (فتاوی ابن تیمیہ ۸/۱۲و۱۸/۱۳و۲۴/۲۷۵)، شیخ سے مذکورہ مضمون بحوالۂ بالا از فتاوی بعض اہل علم نے نقل کیا ہے اور فتاوی کی فہرست میں بھی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اصل میں کافی تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، فتاوی کی جلد ۲۴-از ۲۶۵ تا ۲۷۵-کافی لمبی گفتگو آئی ہے جو اصلاً محرمات سے علاج کی بابت ہے لیکن اس میں دوا و علاج کے وجوب کے بجائے جواز و استحباب کی تقویت و بحث ہے۔)

مشہور حنفی عالم ابن تاج الدین حنفی (۱۰۶۴ھ) اپنی مایہ ناز کتاب "أحکام المرضیٰ" میں ایک موقع سے فرماتے ہیں:

مسبب اور مسباب نے اپنی سنت یہ رکھی ہے کہ مسببات کو اسباب کے ساتھ جوڑا ہے، تا کہ اس کی حکمت کا اظہار ہو سکے۔ اور ادویہ بھی دیگر اسباب کی طرح اللہ کے حکم کی تابع ہیں، جیسے روٹی بھوک کی دوا ہے، پانی پیاس کی دوا ہے، سکنجبین صفراء کی دوا ہے، سقمونیا اسہال کی دوا ہے، ہاں فرق یہ ہے کہ روٹی و پانی سے بھوک و پیاس کے علاج کو سب جانتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ایک کھلی ہوئی چیز ہے اور سکنجبین سے صفراء کا علاج بعض ہی لوگ جانتے اور سمجھتے ہیں تو جس کو تجربہ سے اس کا (اور اس جیسی چیز کا) علم ہو جائے، تو وہ اس کے حق میں روٹی اور پانی کی طرح ہوگی (احکام المرضی ر ۳۵۹ و ۳۶۰)۔

بہر حال احقر یہ سمجھتا ہے کہ علاج و معالجہ اور دوا کے معاملہ کو اطلاقاً مباح یا صرف مستحب نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اطلاقاً اس کو واجب نہ کہا جائے اس میں کچھ نہ کچھ تفصیل کرنی ہوگی اور بعض صورتوں میں اس کے لئے تاکید کا اور بعض میں وجوب کا حکم ہوگا اور ترک وصرف نظر گناہ ہے۔

شریعت نے عیادت مریض کی فکر و خیال اور خدمت کی جو اہمیت و تاکید رکھی ہے خود یہ بھی ایک اہم قرینہ ہے کہ علاج کا معاملہ محض مباحات کا اور عام مستحبات کا نہیں ہے۔

۳-مریض کی خدمت و عیادت

مرض و بیماری اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے، اس لئے یہ واضح ہے کہ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا کہ مریض سے دور رہا جائے اور اس سے بھاگا جائے، بلکہ بیمار کی خبر گیری اور خدمت و فکر کو بڑی طاعت و عبادت قرار دیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس کو باہمی، آپسی و معاشرتی اور اہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضروری حقوق میں ذکر کیا ہے، جن سے صرف نظر ایک مسلمان کی آخرت کو تباہ کر سکتا ہے، اس لئے اسلام میں مریض کی خدمت وعیادت کی بڑی اہمیت ہے۔

متعدد حدیثوں میں اس قسم کے دوسرے معاشرتی حقوق کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کہیں "حق المسلم علی المسلم خمس" (متفق علیہ، مشکاۃ ۱۳۳/) ہے، تو کہیں "حق المسلم علی المسلم ست" (رواہ مسلم، مشکاۃ ۱۳۳/) ہے، ایک جگہ ہے: "أمرنا بسبع" (متفق علیہ، مشکاۃ ۱۳۳/) (پانچ، چھ، سات امور کے ساتھ عیادت کا تذکرہ وحکم آیا ہے) اور کہیں آیا ہے: "عودوا المریض" (رواہ البخاری، مشکاۃ ۱۳۳/) (مریض کی عیادت کیا کرو) اور کسی جگہ ہے: "إذا مرض فعده" (رواہ مسلم۔ مشکاۃ ۱۳۳/) (جب مسلمان بیمار ہو، تو عیادت کرو)۔

عیادت کو بڑا کار خیر بتایا گیا ہے اور بڑی کثرت ووسعت کے ساتھ اس کے اجر وصلہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً: "المسلم إذا عاد أخاه المسلم لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع" (رواہ مسلم، مشکاۃ ۱۳۳/) (مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے، تو جب تک واپس نہ ہو اس وقت تک وہ جنت کے باغ میں رہتا ہے)۔

اور ایک حدیث میں تو آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائیں گے: میں بیمار ہوا تھا، تم نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا: رب العالمین آپ کی عیادت میں کیسے کرتا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے کہ تم اس کی عیادت کرتے، اگر تم اس کی عیادت کو جاتے، تو مجھ کو اس کے پاس پاتے (رواہ مسلم، مشکاۃ ۱۳۳/)۔

عیادت کو عبادت کا درجہ یوں دیا گیا ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے: "من توضأ فأحسن الوضوء وعاد أخاه المسلم محتسباً بوعد من جهنم مسيرة ستين خريفاً" (رواہ ابوداؤد، مشکاۃ ۱۳۵/ (فیہ الفضل بن دلھم لین (حاشیہ جامع الاصول ۵۳۳/۹) (جو آدمی اچھی طرح وضو کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے اور ثواب کا ارادہ رکھے، تو وہ جہنم سے ساٹھ سال کی مسافت دور کر دیا جاتا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں عیادت کے لئے وضو کا تذکرہ ہے اور وضو کا اہتمام مخصوص اعمال وعبادات کے لئے ہوتا ہے۔ عیادت کی اہمیت کو بتلانے و جتلانے کے ساتھ اس کے حدود ومراتب متعین کیے ہیں اور آداب بتائے ہیں، جن میں مریض کی بھی راحت ہو اور تیمار دار کی بھی تسلّی۔

اور صحیح یہ ہے کہ نہ تو کسی مرض کی خصوصیت ہے اور نہ مریض کی مذہبی وطبقاتی حیثیت کی، ہاں ایک مسلمان کی عیادت کو ضرور اہمیت دی گئی ہے، جیسے کہ مرض کی نوعیت کے اعتبار سے بھی اس کی اہمیت وتاکید میں فرق ہوگا۔

آنکھ آئے یا دانت میں درد ہو یا کوئی بڑی تکلیف، جو آدمی کو نقل وحرکت سے مجبور کردے، سب میں عیادت ہے، اور جب تک آدمی مبتلا ہے تب تک حسب موقع روزانہ اور صبح وشام یا مسلسل ومستقل اس کا حکم ہے۔

اسی طرح مرد وعورت کی بھی تخصیص نہیں، بلکہ جیسے مرد وعورت اپنے اپنے ہم جنسوں کی عیادت کے مکلف ہیں۔ شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ مرد وعورت ایک دوسرے کی بھی عیادت کرسکتے ہیں (اس بابت تفصیلات، خصوصیت سے شروح حدیث میں مریض ومرض وعیادت سے متعلق روایات کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے، مثلاً فتح الباری ۱۰/ ۱۱۳، ۱۱۷ کتاب المرضی وغیرہ)۔

نبی پاک ﷺ نے حکم ہی نہیں دیا، خود عملاً مریض کی عیادت کا اہتمام فرمایا اور خدمت بھی فرمائے، برابر جاتے۔ جب کسی مریض کی عیادت کو جاتے، تو "**لا بأس طهوراً إن شاء الله**" کہا کرتے تھے (رواہ البخاری، مشکاۃ/ ۱۳۴) یا حسب موقع بدن پر ہاتھ رکھ کر اور پھیر کر دوسری دعائیں پڑھتے یا پڑھنے کو بتلاتے (مشکاۃ "باب عیادۃ المریض" میں اس مضمون کی بہت سی روایات آئی ہیں، مزید ملاحظہ ہو فتح الباری ۱۰/ ۱۲۰)۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی مریض کے پاس جاؤ، تو اچھی اچھی باتیں اور امید کی باتیں کرو، اس سے فیصلہ تو نہیں ٹلے گا، لیکن اس کا دل خوش ہوگا (رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکاۃ/ ۱۳۷ قال الترمذی ھذا حدیث غریب یعنی ضعیف (مشکاۃ تحقیق الالبانی ۱/ ۴۹۵)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زید بن ارقمؓ کی آنکھوں میں تکلیف کی بنا پر آپ ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے (رواہ الترمذی وابوداود، مشکاۃ ۵/۱۳۵، قال الحافظ صحیح الحکم، فتح الباری ۱۰/۱۱۳)، متعدد مریضوں کے لئے علاج کی تدبیر (داغنا وغیرہ) خود آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے فرمائی (رواہ مسلم، مشکاۃ ۷/۳۸۷)، حضرت سعد بن معاذؓ جو غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے صحن میں ان کا خیمہ لگوایا تھا۔ جس کا مقصد ان کی خبر گیری کرنا تھا (رواہ البخاری، فتح الباری ۷/۴۱۲)، حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی بیہوشی میں آپ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی اور علاج کی تدبیر بھی (رواہ البخاری، کتاب المرضی)۔

عیادت کے آداب میں حضور اکرم ﷺ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ عیادت تو بس اتنی دیر کی جتنے میں اونٹنی کو دو مرتبہ دوہا جا سکے (رواہ البیہقی، مشکاۃ ۸/۱۳۸) بظاہر ضعیف ہے (مشکاۃ تحقیق الالبانی ۱/۴۹۹)، یعنی بس تھوڑے وقفے کی ہے اور یہ بھی کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے اور شور نہ مچایا جائے (رواہ رزین، مشکاۃ ۸/۱۳۸ بظاہر ضعیف ہے، مشکاۃ تحقیق الالبانی ۱/۴۹۹)، مریض کو کھانے پر زیادہ مجبور نہ کیا جائے (رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکاۃ ۸۸/۳، قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب)۔

۴- مریض کے اعزہ و متعلقین کی ذمہ داریاں

ایک مریض کا دوسروں پر کیا حق ہے؟ خواہ اس کے عزیز و متعلقین ہوں یا پڑوسی وغیرہ، یہ بات شریعت نے عیادت کا جو حکم رکھا ہے اور اس کی جو اہمیت بتائی ہے اس سے واضح ہے۔

اس لئے کہ ''عیادت'' جس کا مطلب ہے ''مریض کی خبر گیری'' اس کا مفہوم بہت وسیع ہے، حافظ ابن حجر عیادت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مریض کی عیادت کے تحت مریض کی دیکھ بھال، فکر و خیال اور اس سے محبت و شفقت سب داخل ہیں (فتح الباری ۱۰/۱۱۳)۔

لہٰذا عیادت صرف یہ نہیں کہ دن بھر میں ایک مرتبہ یا صبح و شام آ جا کر یا فون وغیرہ کے ذرائع سے حسب موقع مریض کے حال کو معلوم کر لیا جائے، بلکہ جیسے مرض کی نوعیت اور مریض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تعلق کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ برابر آنے جانے اور خبر لینے کا اہتمام کیا جائے۔ اس میں یہ سب بھی داخل ہے کہ مریض کے حالات اور ضرورتوں کے مطابق اس کی خدمت و مدد کی جائے۔ گذر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بسا اوقات اپنے دست مبارک سے صحابہؓ کا علاج کیا ہے اور دوا کی صورت اختیار کی ہے اور حضرت سعد بن معاذؓ کو مستقلاً اپنے قریب ٹھہرایا تھا۔

ظاہر ہے کہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ مریض ان میں چلتا پھرتا رہتا ہے اور اپنی نقل وحرکت سے اپنے علاج کا نظم کرسکتا ہے اور اپنی ضروریات کو بھی انجام دے سکتا ہے۔ ایسے مریض کا معاملہ اہم نہیں، لیکن جو بیماریاں مریض کو تعطل کا شکار بنادیں، بستر سے لگادیں یا نقل وحرکت سے مجبور کردیں، کم از کم اس حد تک کہ خود اپنی تمام ضرورتوں کو انجام نہ دے سکے، تو ایسے مریض تو متعلقین ہی کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ ان کو علاج ومعالجہ کے نظم کے لئے بھی متعلقین کی فکر ومدد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس حال میں اپنی طبعی ضروریات، کھانا وپینا اور پیشاب وپاخانہ، بلکہ اٹھنا وبیٹھنا ان سب کے لئے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔

''عیادت'' جس کی فضیلت واہمیت گذر چکی ہے۔ اس کے تحت یہ سب داخل ہیں، مریض کی مختلف قسم کی خدمات احادیث نبویہ سے ثابت ہیں احد میں آپ ﷺ کے زخموں کا علاج کیا گیا- مرض وفات میں ازواج مطہراتؓ کا آپ ﷺ کے ساتھ کیا معاملہ رہا، بسا اوقات بعض مریضوں کے لئے آپ ﷺ نے مخصوص غذا کا تذکرہ فرمایا ہے اور ہدایت فرمائی ہے، یہ سب اس سلسلے کی کڑی ہے (ملاحظہ ہو طب نبوی سے متعلق احادیث وکتب نیز غزوۂ احد و وفات نبویہ کا بیان، ایک حدیث میں آیا ہے: ''التلبینة مجمة لفواد المریض'' (رواہ البخاری فتح الباری ۱۰/ ۱۴۶) تلبینہ مریض کے دل کو قوت دیتا ہے، تلبینہ ہریرہ، سوجی کا پتلا حلوہ، جس کو پیا جاسکے، اسی طرح آتا ہے جیسے چقندر وغیرہ کا استعمال)۔

مریض کی خدمت کی ذمہ داری اس حد تک ہے کہ ترک جماعت کے اعذار میں تیمارداری اور مریض کی خدمت کا بھی تذکرہ آتا ہے، فقہاء نے تو اس کا عموماً تذکرہ کیا ہی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۱۴۹)، احادیث نبویہ سے بھی اس کا ثبوت ہے (اعلاء السنن ۴/۱۸۵و۱۸۶،اس میں مولانا ظفر احمد صاحب نے احادیث سے اس کا ثبوت ذکر کیا ہے اور تفصیلی ومفید گفتگو فرمائی ہے اگرچہ صراحۃ کسی حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا)۔

۵-سماج وحکومت کی ذمہ داریاں

مریض بھی سماج ومعاشرہ کا ایک فرد اور اپنے شہر وعلاقے کی حکومت وانتظامیہ کا ماتحت ہوتا ہے۔لہٰذا جیسے اس پر اپنے معاشرہ وحکومت کے حقوق عائد ہوتے ہیں، اس کے حال کے مناسب اس کے لئے معاشرہ وحکومت پر حقوق عائد ہوتے ہیں۔

عیادت کا جو بیان آچکا ہے،تو متعدد احادیث میں اس کو اسلام کے اور مسلمانوں کے باہمی معاشرتی حقوق کی ہی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔چنانچہ "للمسلم علی المسلم"اور "حق المسلم علی المسلم" (فتح الباری ۱۰/۱۸۹ واحیاء العلوم مع الاتحاف ۱۲/۲۷۷-۲۸۰) کے الفاظ آئے ہیں۔

اور یہی الفاظ اس بات کو بھی بتاتے ہیں کہ مریض کی خبر گیری وفکر معاشرہ وحکومت پر بھی عائد ہوتی ہے اور اس کی اہمیت اس وقت بڑھ جاتی ہے، جبکہ کوئی انسان اپنے اعزہ ومتعلقین کی نسبت سے کہیں یکہ وتنہا پڑا ہوا ہو، نہ تو عزیزوں میں کوئی آس پاس ہو اور نہ ہی کوئی قریبی نسبت وتعلق رکھنے والا خبر گیری کو موجود ہو، تو ایسے شخص کی موت وزیست کی فکر وخبر گیری سب کا ذمہ دار سماج ومعاشرہ ہے اور حکومت بھی۔

جہاں تک سماج ومعاشرہ کی ذمہ داری ہے، وہ تو عزیزوں ومتعلقین کے درجہ کی ہے کہ اس کے علاج معالجہ اور خدمت وکھانے پینے کا مناسب نظم کیا جائے۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ وہ روایات جن میں پڑوسی کی خبر گیری کی تاکید اور ان کے کھانے پینے وغیرہ کی فکر کی بات آتی ہے، ان روایات کے تحت یہ امور بھی آتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہ گئی حکومت کی ذمہ داری تو اس کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ علاج ومعالجہ اور مریض ومرض کے لئے اپنے وسائل وممکنہ سہولیات کے مطابق مفید تر نظام بنائے، جو دن بدن اور روز افزوں ترقی میں ہے، ہر زمانہ میں حکومتوں نے کچھ نہ کچھ کیا ہے۔آج موجودہ حالات کے مطابق حکومتیں نظم کرنے کی مکلف ہیں۔

پھر یہ کہ بسا اوقات یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکام کو اپنے ذرائع سے خبر ملے کہ کسی مریض کی مناسب وضروری تیمارداری وخدمت نہیں ہو رہی ہے، تو حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ محلہ وپڑوس کے افراد کو اس کام میں لگائے۔ بلکہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ محلے محلے ایسا نظام بنائے کہ اس قسم کے لاوارث وپریشان حال لوگوں کا علم ہو سکے اور ان کی فکر کی جا سکے۔

بالخصوص وبائی امراض میں خصوصیت سے ہنگامی فکر ونظام کیا جائے، اس لئے کہ ان حالات میں عوام وخواص ہر ہر گھر، اپنی اپنی جگہ پریشان حال وفکرمند رہتا ہے۔اس لئے حکومت کا خصوصی فرض بنتا ہے، جبکہ وبائی بیماریوں میں یہ جو حکم معروف ہے کہ ایسی بستی سے بھاگا نہ جائے اور باہر سے آیا نہ جائے تو علماء نے لکھا ہے کہ بھاگنے سے ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی ملحوظ ہے کہ مریض بے یار ومددگار رہ جائیں گے جیسے کہ یہ بھی آیا ہے کہ مریضوں کی خبرگیری کے لئے اگر باہر سے آدمی آئے، تو حرج نہیں، بلکہ ضرورت ہے۔

حکومت کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ جن لوگوں سے مضرت رسانی تجربہ میں آچکی ہو یا ان کے اندر کوئی ایسی بات ہو، جس کی وجہ سے لوگوں کو ان کے قریب سے تکدر ہو، تو حکومت ایسے لوگوں پر پابندی لگائے۔

آزادی سے گھومنا پھرنا، مجالس ومساجد میں آنا جانا ان سب سے روکا جائے اور ان کے لئے ضرورت پر معاش ورہائش کا نظم کیا جائے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ نبی اکرم ﷺ سے بیعت ہونے کے لئے آیا۔اس میں ایک مجذوم شخص بھی تھا، تو حضور ﷺ نے اس کو کہلایا کہ تمہارے آنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں، تم قیامگاہ سے ہی واپس چلے جاؤ، ہم نے تم کو بیعت کرلیا (رواہ مسلم، فتح الباری ۱۰/ ۱۵۹ ومشکاۃ/ ۳۹۰)۔

اس سلسلے میں علماء نے ان احادیث سے استثناء کیا ہے اور ان کے تحت ایسے مسائل کو ذکر کیا ہے، جن میں پیاز و لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے ان کی مخصوص بو کی وجہ سے منع کیا گیا ہے (متفق علیہ، مشکاۃ/ ۶۸ و ۶۹)۔

امام نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ سب نے ایسے مسائل و جزئیات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں جس آدمی کی نظر بہت لگتی ہو، اس کا تذکرہ معروف ہے، نیز ایسی بیماریوں والے جن سے بو اٹھتی ہو اور کافی تکدر و تنفر ہو، خواہ بدن کے کسی حصہ میں اور کسی عنوان سے ہوں (فتح الباری ۱۰/ ۱۶۳ و ۲۰۵ وغیرہ والملاء السنن ۵/ ۷ ۱۳ نیز عینی وغیرہ)۔

۶۔ خطرناک اور متعدی امراض کے مریضوں کے احکام

پہلی بات تو اس پہلو کے تحت یہ ہے کہ امراض کے تعدیہ (چھوت چھات) کے متعلق اسلام کا کیا نظریہ و تصور ہے؟ جبکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی مرضی و مشیت سے ہوتا ہے اور سب مقدرات میں سے ہے۔

اس سلسلہ میں علماء اسلام کے یہاں کتب فقہ و شروح حدیث وغیرہ میں کافی تفصیل ملتی ہے۔ کچھ تو جو عوامی انسانی تصورات ہیں وہ ہیں، مزید برآں یہ کہ اس سلسلہ میں احادیث نبویہ میں ثبوت اور رد و انکار دونوں کی روایات ملتی ہیں اور معتبر ہونے کی حیثیت سے۔

بیماری کے تعدیہ کی نفی و رد میں معروف ترین روایت ہے: "لا عدوی" (متفق علیہ، مشکاۃ/ ۳۸۹ و ۳۹۰) (بیماری کا چھوت چھات کچھ نہیں ہے) اور "لا یقدر شیئی شیئا" (رواہ الترمذی، باب ماجاء لا عدوی، ابواب القدر، وھو حدیث حسن کمافی ھامش جامع الاصول ۱۰/ ۱۱۶) (کوئی بیماری کسی سے متعدی ہو کر دوسرے کو نہیں لگتی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بالمقابل پہلو یعنی ثبوت کی تائید میں معروف ترین روایت ہے "فرّ من المجذوم فرارک من الأسد" (رواہ البخاری، مشکاۃ ۳۸۹/) (جذام والے مریض سے ایسے ہی بھاگو جیسے شیر سے بھاگا کرتے ہو) اور ایک روایت یہ بھی معروف ہے: "لا یوردن ممرض علی مصحح" (رواہ البخاری، باب لا عدوی، کتاب المرضی) (کسی بیمار کو صحتمند کے پاس نہ لایا جائے)، طاعون زدہ جگہ سے متعلق جو روایات آئی ہیں کہ وہاں جایا نہ جائے اور وہاں سے نکلا نہ جائے (متفق علیہ، مشکاۃ ۱۳۵/) وہ بھی اسی کے تحت آئی ہیں۔

اس سلسلے میں اور بھی بہت سی روایات ہیں، صحیح ومعتبر بھی اور ضعیف بھی (فتح الباری ۱۰/۱۵۹-۱۶۲)۔

علماء نے دونوں قسم کی روایات کی صحت کی بنا پر تعارض کو مختلف انداز میں حل کیا ہے اور ان میں دو اقوال معروف ہیں:

اوّل یہ کہ "لاعدوی" کا منشا کلیۃ نفی ہے، کوئی بھی مرض کسی بھی مریض کو ابتداءً محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاحق ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے تعدیہ کی بابت تجربے اور مشاہدے کا تذکرہ کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ آخر پہلے مریض کو یہ بیماری کہاں سے لگی؟" (رواہ البخاری، مشکاۃ ۳۸۹/)، رہ گئی یہ بات کہ پھر ایسے مریض سے اور ایسی جگہ سے دور رہنے کی بات کیوں کی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکم وہدایت احتیاطاً محض عقیدہ وایمان کی حفاظت کے لئے ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کو آنے جانے کے بعد یہ بیماری لاحق ہو، تو سوچا جائے کہ یہ ایسے مریض کے پاس آنے جانے کی وجہ سے ہوا، یہ سلسلہ نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔

دوسرے یہ کہ نفی کلیۃ نہیں اور اس کا یہ مقصد نہیں کہ ایک مریض سے بیماری، دوسرے کو سرے سے لگتی ہی نہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ خود بیماری میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ اڑ کر لگ جائے اگرچہ حق تعالیٰ کی مشیت نہ ہو۔

اور دوسری روایات کا حاصل یہ ہے کہ جیسے بیماری کے بہت سے اسباب ہیں، یہ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سبب ہے کہ ایک بیمار سے اس کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے یا یہ کہ خود بیماری نہیں لگتی، بلکہ بیماری کی وجہ سے پیدا ہونے والے اثرات جو فضا و آب و ہوا میں مریض کی سانس وغیرہ میں منتشر ہوتے ہیں، وہ ایک صحتمند آدمی کو متاثر کرتے ہیں۔ تو اس کو بھی وہی بیماری لگ جاتی ہے (فتح الباری ۱۰/۱۵۹-۱۶۲ حافظ ابن حجر نے کئی اقوال ذکر کئے ہیں اور نخبہ کی شرح میں مذکورہ دونوں اقوال پر اکتفا کرتے ہوئے پہلے قول کو پسندیدہ وراجح قرار دیا ہے)۔

بہرحال بیماریوں کے تعدیہ کے متعلق اسلام کا یہ تصور بالکل نہیں کہ کوئی بیماری ایک بھوت و جن کی طرح قریب آنے والے کو ضرور پکڑ ہی لے، اس لئے ایسی بیماری کو سم قاتل سمجھ کر اس کے مریض سے دور رہو اور بالکل قریب نہ جاؤ۔

اب آیئے اس پر کہ جو لوگ ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کا کیا حق ہے؟ اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ جبکہ یہ بیماریاں اندیشے رکھتی ہیں اور بسا اوقات ان کے ساتھ تعفن وغیرہ بھی پایا جاتا ہے۔

تو اسلام کی جو تعلیمات ہیں، بیمار کی رعایت و خیال وغیرہ سے متعلق بھی اور حفظان صحت سے متعلق بھی، ایسی صورت حال میں حسب موقع دونوں باتوں کی رعایت کی جائے گی۔ اولاً تو اس کی کہ غفلت کی وجہ سے مریض ضائع نہ ہو جائے اور ہمارے لئے دنیا و آخرت کے وبال کی صورت نہ بنے اور اس فکر و خدمت میں لگنے کے ساتھ احتیاط بھی کی جائے گی۔

لہٰذا ایک تو ایسے مریض کی خدمت و خبر گیری کا ایسا نظام بنایا جائے گا کہ اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور اس کو بقدر ضرورت مکمل تعاون ملے۔

دوسری طرف اس کے پاس زیادہ آمد و رفت پر بھی پابندی رکھی جائے، خبر گیری کا وہ نظام جو آجکل مخصوص اداروں واسپتالوں کی صورت میں ہوتا ہے، وہ بھی کافی ہے اور گھر کے اندر بھی نظام بنایا جاسکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جذامی شخص کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا (فتح الباری ۱۰/۱۵۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے دور رہنے کو اور دور سے اس کی بیعت بھی فرمائی۔ طاعون کے سلسلے میں احادیث میں دو حکم آئے ہیں۔ طاعون کی جگہ سے بھاگو مت اور طاعون کی جگہ جاؤ مت (رواہ البخاری، فتح الباری ۱۰/۱۷۸ و ۱۷۹)۔

لیکن علماء نے لکھا ہے کہ جانا اس لئے منع ہے کہ اگر سب چلے گئے، تو مریض یا مریضوں کی خبر گیری کون کرے گا اور اگر کوئی اسی قسم کے مقصد کے تحت طاعون کی جگہ آئے، تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا، بلکہ حالات وضرورت کے تحت اس کو ضروری قرار دیا جاسکتا ہے (امام غزالی وغیرہ سب نے اس کو ذکر کیا ہے، احیاء مع الاتحاف ۱۲/۲۸۰، فتح الباری ۱۰/۱۸۹)۔

ایسے مہلک وخطرناک مریضوں کی خبر گیری کا خصوصی نظام بنانے کے سلسلے میں اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کی بیماری کی خطرناک نوعیت کا احساس فرماتے ہوئے ان کے قیام کا نظام اپنے قریب بنایا تھا (رواہ البخاری فتح الباری، فتح الباری ۷/۴۱۲)۔ ظاہر ہے کہ مقصد یہ تھا کہ ان کے حالات سے مسلسل باخبر رہا جائے اور پوری مستعدی کے ساتھ ان کا علاج کیا جاسکے۔

اور اس سلسلے میں پابندی کی بابت حضرت عمرؓ کا اثر دلیل ہے کہ انھوں نے ایک مجذوم پر پابندی عائد فرمائی تھی (فتح الباری ۱۰/۲۰۵)۔

اس لئے علماء نے ایسے مریضوں کے حق میں حکام کی طرف سے پابندی اور علیحدہ رہائشی نظم وغیرہ اور مستقل آبادی کا تذکرہ کیا ہے اور حکومت کی طرف سے عائد پابندی کی رعایت کو اہم و لازمی بتایا ہے (فتح الباری ۱۰/ ۱۶۳ و ۲۰۵، شرح نووی و مسلم ۷/۲۲۸، الموسوعۃ الفقہیہ (الکویت) ۸/۷، اعلاء السنن ۵/۱۳۷)۔

۷- طویل المیعاد اور لا علاج مریضوں کے لئے خود اختیاری موت

بعض مرتبہ بیماری مریض وتیمار دار و متعلقین کے لئے وبال جان بن جاتی ہے، کبھی تو بیماری کی خاص نوعیت، تکلیف وغیرہ کی بنا پر اور کبھی بیماری کے بے انتہا طول پکڑنے کی وجہ سے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتی کہ مریض اگر ہوش وحواس میں ہے تو تمنا و دعاء کرتا ہے کہ موت آ جائے اور تیمار داروں کے دل میں بھی یہ داعیہ وخیال پیدا ہوتا ہے اور دیکھنے والوں کو دونوں ہی پر ترس آتا ہے اور حل یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بیماری کا رشتہ زندگی سے ٹوٹ جائے، آج کل مغربی ممالک میں (ایتھنزیا) کے عنوان سے اس کی بڑی اہمیت ہوگئی ہے اور ہر شدید اور خطرناک ومہلک بیماری میں اس کو سوچا جانے لگا ہے۔

ایسے مریض کی موت مشیت ایزدی سے آجائے تو کوئی مسئلہ نہیں، سوال اس کا ہے کہ کیا اس کے لئے کوئی خود اختیاری شکل سوچی جاسکتی ہے، خواہ وہ شکل مریض اختیار کرے یا متعلقین۔

اس سلسلے میں ایک بات یہ یادرکھنے کی ہے کہ زندگی اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے، اس کا رہنا اور واپس لینا یہ سب اس کا کام ہے اور اس کی مرضی کے بغیر ہم اپنی طرف سے اپنی یا دوسرے کسی کی زندگی میں کوئی تصرف نہیں کر سکتے، دوسرے کی جان لینے کی ہر کوشش ''قتل'' اور اپنی جان دیدینے کی ہر کوشش خودکشی ہے۔ خواہ کسی حالت میں ہو اور کسی وجہ سے ہو (جنگ وجہاد کے علاوہ)، لہٰذا بیماری وتکلیف کی وجہ سے جان کا ختم کرنا، جان لے لینا اور دیدینا دونوں جرم ہے، بلکہ یہ سوچنا اور تمنا کرنا جرم ہے کہ اب تو موت ہی آجائے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: ''لا یتمنین أحدکم الموت لضر أنزل به ولیقل اللهم أحینی ما کانت الحیاة خیراً لی وتوفنی إذا کانت الوفاة خیراً لی'' (الترمذی باب ماجاء فی النھی عن تمنی الموت، کتاب الجنائز وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح) (تم میں سے کوئی آدمی کسی مصیبت کی بنا پر موت کی تمنا نہ کرے، (پریشان ہو جائے تو) یوں کہا کرے: اے اللہ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو، زندہ رکھو اور جب موت بہتر ہو، تو موت دیدے)۔

احادیث میں اس سلسلہ کے کئی قصے آئے ہیں (دیکھئے: مشکوۃ ۱/ ۳۰۰، ۵۳۴)۔

جب خود اپنی جان دیدینے کی اہمیت ہے، اگرچہ کسی تکلیف وبیماری کی وجہ سے ہو، تو جان لینے کی کیا اہمیت ہوگی، اس لئے اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ بیماری اور اس کی تکلیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ کیسے ہی مرحلے میں داخل ہو جائے یہ تو کسی طرح درست نہیں ہے کہ مریض کی جان ختم کرنے کی کوئی سعی وتدبیر کی جائے، یہ شریعت اسلامیہ کی ان تمام ہدایات کے خلاف ہے، جو انسانی زندگی کی اہمیت وقدر و قیمت اور انسانی ہمدردی اور ایمانی ومعاشرتی و برادرانہ وہمسایانہ ہمدردی اور بیماروں کے حقوق، عیادت وخدمت وغیرہ سے متعلق ہیں، پھر جبکہ ہمارا ایمان وعقیدہ یہ ہے کہ موت وزیست خدا کے ہاتھوں ہے اور صحت ومرض بھی، کب تک کس کی زندگی ہے اور کب آدمی کی صحت کیا رخ اختیار کرے گی، اس کا ہم کو نہ علم ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ علم تو صرف حق تعالیٰ کو ہے، تو ہم اپنے احساس ومشاہدے کی بنیاد پر آگے بڑھ کر کوئی ایسا اقدام کیسے کر سکتے ہیں۔

بیمار کی اختیاری موت کا مسئلہ اس عہد کی پیداوار ہے، صورت تو پہلے بھی پیش آسکتی تھی اور آئی، مگر اتفاق اور انفرادی وجزئی طور پر کہیں، آج اس کو ایک نظریاتی وعملی مسئلہ بنالیا گیا ہے، اس لئے اس سلسلہ میں سوال وجواب اور غور وفکر کی ضرورت درپیش ہے، اس لئے قدیم ماخذ میں مذکورہ روایات اور ان کے تحت انہی کے مناسب تصورات ملیں گے۔

موجودہ نوعیت کو لے کر اس عہد کے علماء نے خصوصیت سے اس پر گفتگو کی ہے۔ اہل نظر علماء کی رائے یہی ہے کہ یہ غلط ہے اور اس کی حسب موقع انھوں نے عقلاً ونظراً تردید فرمائی ہے، چند سال بیشتر قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی نے ممتاز علماء ہند سے اس سلسلہ میں استفسار فرمایا تھا، تو اکثر حضرات کی رائے یہی سامنے آئی۔ اگر چہ بعض حضرات نے اس بنیاد پر وسعت ذکر کی ہے کہ علاج ومعالجہ شرعاً واجب نہیں، لہٰذا اس کا سلسلہ بند کرنے کی وجہ سے اگر جان چلی جائے یا اس ارادے سے اس کو بند کر دیا جائے، تو کوئی حرج نہیں، لیکن موت لانے والی کسی دوا یا انجکشن کے استعمال کو انھوں نے بھی منع کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ "موت لانے" کو سب نے منع کیا ہے، "موت آجائے" اگر چہ دوا کے بند کرنے کی وجہ سے ہو، تو بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس میں قباحت نہیں (ملاحظہ ہو: بحث ونظر شمارہ ۲- پوری بحث ایک شمارہ میں آگئی ہے جو قابل مطالعہ ہے بالخصوص جوابات کے بعد حضرت قاضی صاحب کا جو تبصرہ وتجزیہ ہے، وہ بہت اہم اور محققانہ ہے، نیز مفتی نظام الدین صاحب کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ''نظام الفتاوی'' میں تفصیلی محققانہ ہے، نظام الفتاوی جدید ۱/ ۳۴۹، ۳۵۰)۔

یہ تو خود اختیاری موت یا قتل بجذبۂ رحم کے سلسلہ میں ایک اجمالی بات ہے اور مختصر سی تفصیل یہ کہ اس کے تحت تین صورتیں بنتی ہیں:

۱- موت اور کسی دوا یا انجکشن کا استعمال۔

۲- علاج و معالجہ بصورت دوا بند کر دینا۔

۳- عارضی زندگی و سانس کے لئے اختیار کی جانے والی تدابیر (بصورت آلات) کا سلسلہ منقطع کر دینا۔

پہلی صورت میں ایسے مریض کے لئے موت آجانے کی تدبیر یہ کی جائے کہ اس کو کوئی ایسی دوا یا انجکشن دیدیا جائے جو اس کی زندگی کے قصہ کو تمام کرا دے، یہ بہر حال ''قتل'' ہے، اس لئے ناجائز اور سخت گناہ ہے اور اسلام کی ان تمام ہدایات کے تحت داخل ہے، جن میں انسانی جان لینے کی مذمت آئی ہے۔ خواہ مریض خود ایسی کوئی چیز استعمال کرے یا یہ کہ اس کو استعمال کرایا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی زہریلی دوا وغیرہ تو استعمال نہ کی جائے، البتہ اس کی صحت کے لئے یا زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے جو دوائیں وغیرہ استعمال کی جا رہی ہیں، ان کو بند کر دیا جائے حتی کہ بتدریج اس کو موت آجائے، کیونکہ اس کی زندگی مناسب طبی تدبیر پر موقوف تھی اور یہ تدبیر ختم ہوئی تو دھیرے دھیرے زندگی بھی ختم ہوگئی۔

علاج و معالجہ کے سلسلہ میں یہ جو نظریہ ہے کہ علاج و معالجہ صرف مستحب و مسنون ہے واجب یا کوئی تاکیدی امر نہیں، اس نظریہ کے تحت ایسا کرنے میں کوئی خاص قباحت نہیں، جن حضرات نے اس رخ کو سامنے رکھا ہے، انھوں نے یہی بات اختیار کی ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن دوسرا نظریہ جس کو ابتداء بڑی وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے اور جو مزاج شریعت اور ہدایات شریعت سے موافقت بھی رکھتا ہے کہ علاج و معالجہ حسب موقع واجب بھی ہوتا ہے، اس کے مطابق یہاں بھی یہ تفصیل ہوگی کہ مریض اور اس کے متعلقین کے وسائل جس حد تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دیں اس حد تک علاج کرنا اور اس کا سلسلہ جاری رکھنا ضروری ہے۔ اور وسائل کے فقدان کی صورت میں یہ سلسلہ بند کیا جا سکتا ہے اور علاج و معالجہ کا بند کرنا اقدام قتل کسی صورت میں نہیں کہلائے گا، البتہ وسائل کے ہوتے ہوئے علاج سے صرف نظر تا کہ موت آ ہی جائے قابل مواخذہ و گناہ ضرور ہوگا، جبکہ بقول قاضی صاحب "یہ کف" ہے جو ایک "عمل تقی" اور "عمل قلب" ہے، جبکہ ایسا کرنے میں " جان لینے یا جان دیدینے" یعنی جان کو ختم کر دینے کی نیت بہر حال موجود ہے، تو اس کو کیسے گناہ اور شرعاً جرم قرار نہ دیا جائے۔

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ مریض کی زندگی صرف آلات و مشینوں کے واسطے سے قائم ہے، غذا و دوا اس میں کارگر نہیں اور نہ صرف غذا و دوا کے بل پر زندگی باقی رکھی جا سکتی ہے اور ممکنہ حد تک سعی و تدبیر کے بعد اس سے آگے بہتری کی کوئی شکل باقی نہیں رہ گئی ہے، بس یہی صورت رہ گئی ہے کہ مریض کو زندہ رکھنا ہے، تو مشینوں سے وابستہ رکھو- ورنہ اس کی زندگی ختم۔

یہ صورت پچھلی دونوں صورتوں سے مختلف ہے، اگر اس کو اختیار کیا جائے، تو وسعت ہے، اس میں ظاہر ہے کہ اقدام قتل بھی نہیں اور نہ ہی دوا بند کر دینے کی صورت میں جو قباحت پیدا ہوتی ہے بظاہر وہ اس میں ہے، اس لئے کہ دوا کے ذریعہ زندگی ایک فطری تدبیر ہے اور یہ غیر فطری شکل ہے، اس لئے اس کو ختم کر لینا کہ مریض کی زندگی ختم ہو جائے یہ درست ہے، جیسا کہ قاضی صاحب نے اختیار کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں معذوروں کے حقوق

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی☆

اسلام میں معذوروں سے ہمدردی اور ان کے حقوق زندگی کی نگہداشت ایک اہم عبادت اور خدا کو پانے کا بہترین ذریعہ ہے: "إن الله تعالیٰ یقول یوم القیامة یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی، قال یا رب کیف أعودت وأنت رب العالمین، قال أما علمت أن عبدی فلانا مرض فلم تعده أما علمت أنک لوعدته لوجدتنی عنده۔ یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی فقال یا رب وکیف أطعمک وأنت رب العالمین،قال أما علمت أنه استطعمتک عبدی فلان فلم تطعمه أما علمت أنک لو استطعمته لوجدت ذالک عندی، یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف أسقیک وأنت رب العالمین قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقه أما أنک لو سقیته لوجدت ذالک عندی" (مسلم، عن ابی ہریرہؓ، جامع صغیر ۱/۶۷)

(اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم میں بیمار ہوا، تو تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، وہ بندہ عرض کرے گا کہ میں تیری عیادت کیسے کرسکتا تھا، جبکہ تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے پتہ نہیں تھا کہ فلاں بندہ بیمار تھا؟ مگر تو نے اس کی، عیادت نہیں کی کیا تجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسکی عیادت کرلیتا، تو مجھے اسی کے پاس پالیتا۔

اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا، تو تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، بندہ عرض

☆ پرنسپل مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا، میں تجھے کس طرح کھانا کھلا سکتا تھا، جبکہ تو خود سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔ اللہ فرمائے گا، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، مگر تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو یہ مقصد میرے پاس ہی پالیتا۔

اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے نہیں پلایا، بندہ کہے گا میں تجھے کیسے پلاتا، تو سارے جہانوں کا رب ہے، اللہ فرمائے گا، تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی طلب کیا، لیکن تو نے اسے نہیں پلایا، کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر اس کو پلا دیتا، تو یہ مطلب میرے پاس حاصل کر لیتا)۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی کی سرگرمیوں میں اپنے ہم جنسوں سے پیچھے رہ جانے والے افراد اور مجبور و بے سہارا اشخاص ہی کھاتے پیتے اور آسائش حیات سے متمتع لوگوں کی روزی اور خوشحالی کا ذریعہ ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اپنے سے مال و دولت میں کمتر لوگوں پر اپنی فضیلت کے تصور کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "**هل تنصرون وترزقون إلا بضعفاء كم**" (مشکوۃ/۴۴۶) (تمہیں اپنے کمزور اور معذور لوگوں کی بدولت روزی دی جاتی اور تمہاری نصرت کی جاتی ہے)۔

ایک اور صحابی نے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر باش تھے اور ہنرمند اور کاروباری آدمی تھے، اپنے معذور بھائی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لعلك ترزق به**" (مشکوۃ/ ۴۵۳) (تمہیں اسی کی بدولت روزی ملتی ہے)۔

معذورین اور صحتمندوں کے درمیان عدم امتیاز کے فوائد

شریعت اسلامی نے معذورین کی خدمت کے لئے اپنا، پرایا، مذہب، رنگ و نسل اور ملکی اور غیر ملکی کے فرق کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کا اعلان ہے: "**كل الناس إخوة**" (تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔ "**الخلق كلهم عيال الله فأحبهم إلى الله أنفعهم**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعیاله" (جامع صغیر ۲/ ۱۰) (ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور خدا کی نظر میں سب سے محبوب وہ ہے، جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کرے) اور "**لا فضل لعربی علی عجمی ...... ولا لأحمر علی أسود**" (فتح الباری ۶/ ۳۳۸) (کسی عرب کو عجم پر ...... اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے)۔

اسلام کی نظر شفقت و رحمت صرف انسان تک ہی محدود نہیں، بلکہ ہر جاندار اور نجس جانوروں تک وسیع ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے بتایا: "ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دینے سے ایک گنہ گار شخص کی مغفرت ہو گئی" (بخاری ۲/ ۸۸۹)۔

ان نصوص سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انسانی خدمت کی راہ میں اسلام مذہب، رنگ ونسل اور وطنیت کی تفریق کو گوارا نہیں کرتا اور وحدت بنی آدم کے طاقت ور تصور کے ذریعہ انسانی شرافت و کرامت، عظمت و اخوت کی ایسی فضا قائم کرنا چاہتا ہے، جس میں ہر شخص کو بلا امتیاز خوشگوار زندگی گزارنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں اور اس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں:

۱- معذوروں کو محرومی اور اپنی بدنصیبی کا تلخ احساس نہ ہو اور نفسیاتی طور پر ان کی صحت یابی اور جسمانی نشو ونما ممکن ہو سکے۔

۲- اپنی معذوری کی بنا پر وہ انسانی سوسائٹی میں خود کو الگ تھلگ نہ سمجھے، ورنہ اس کی صحت اور متاثر ہوگی۔

۳- گرے پڑے لوگوں کو جینے کا حوصلہ ملے اور زندگی کی امانت کو وہ خود پر بوجھ نہ سمجھیں۔

۴- احساس محرومی کے نتیجے میں خودکشی جیسی حرکت کا ارتکاب نہ کریں۔

۵- زندگی کے حقوق و فرائض کی حسب استطاعت ادائیگی میں دوسروں کے شریک کار رہیں۔

۶- اپنی ذہنی، فکری، تجرباتی اور عملی صلاحیتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷- صحت مند افراد کو معذوروں کی خدمت کا جذبہ نصیب ہو اور وہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

فرق و امتیاز کے نقصانات اور منفی اثرات

اس کے برعکس اگر انسانی معاشرے میں صحت مند اور معذور افراد کے درمیان مذکورہ بنیادوں میں سے کسی بھی بنیاد پر تفریق و امتیاز قائم کیا جائے گا، تو خود انسانیت پر ایک سوالیہ نشان لگ جائے گا اور مزید نقصانات یہ ہوں گے:

۱- معذور لوگ خود کو تنہائی کی اذیت ناک جہنم میں گرا ہوا محسوس کریں گے۔

۲- ان میں منفی ذہنیت پیدا ہوگی، جس سے معاشرہ کے لئے مسائل بڑھیں گے۔

۳- وہ خود کو زندگی کے عذاب میں گرفتار سمجھ کر خودکشی جیسی حرام چیز کے اقدام پر آمادہ کر لیں گے۔

۴- انسانیت باعث ننگ و عار ہو جائے گی اور عظمت آدمیت گھٹ کر رہ جائے گی۔

۵- خدمت انسانیت کے جذبات سرد ہو جائیں گے اور آدمی آدمی سے دور بھاگنے لگے گا، اخوت و بھائی چارگی بے معنی بن جائے گی۔

۶- مذہبی طور پر معذور افراد کی خدمت کے ذریعہ خدا کی خوشنودی کا حصول متروک ہو جائے گا، جس سے مذہبی اقدار کو نقصان پہنچے گا۔

۷- حفظان صحت کے اصول اور حکمت وطب کی تعلیم، اس کے فوائد، استعمال اور طبی ریسرچ و تحقیق کی اہمیت و افادیت کم ہو جائے گی، کیونکہ معذوروں سے دوری کے سبب طبی فوائد پورے طور پر ان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

۸- انسان کے معنی ہیں، باہمی انس و محبت رکھنا، فرق و امتیاز کے نتیجے میں یہی چیز ہمارے درمیان سے گم ہو جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹- ہر انسان فطری طور پر درد آشنا اور جذبہ رحم سے لبریز ہوتا ہے، صحت منداور معذور افراد کے درمیان امتیاز قائم ہونے سے اس جذبے کو ٹھیس پہنچے گی۔

۱۰- صحت منداور معذورین میں امتیاز برتنے سے دعوت وتبلیغ کا سب سے مؤثر ذریعہ ناپید ہو جائے گا۔

صحت منداور معذوروں کے درمیان امتیاز کی صورتیں

معذور افراد درجہ عذر کے اعتبار سے ابتدائی، درمیانی اور انتہائی حالتوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں اور انہیں درجات کے لحاظ سے احکام بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ عذر کی ابتدائی حالت میں وہ عام معاشرہ انسانی کا ایک جزو قرار دیے جائیں اور ان کے اور صحت مند افراد کے درمیان کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔ درمیانی حالت میں صحت مند لوگوں کو اپنی احتیاطی تدابیر کے ساتھ ان کی خدمت اور دیکھ بھال کو اپنی سعادت سمجھنا چاہیے، البتہ اگر وہ عذر کی ایسی شدید تر حالت میں مبتلا ہو جائیں کہ ان سے دوسرے افراد کی صحت اور جان کو خطرہ لاحق ہونے کا شدید اندیشہ ہو، مثلاً وہ ایسے متعدی امراض میں گرفتار ہو جائیں جن سے عام طور پر صحت مند افراد کی صحت متاثر ہونے لگے، مثلاً ایڈز، جذام یا اسی جیسی دوسری بیماری لاحق ہو جائے تو اس حالت میں ان کے اور صحت مند افراد کے درمیان امتیاز کی چند صورتیں روا رکھی جا سکتی ہیں:

۱- ان کا کمرہ، بستر اور کھانے پینے کے برتن علاحدہ کر دیے جائیں۔

۲- ان کی مستقل الگ رہائش کا انتظام کیا جائے۔

۳- ان کے ساتھ نشست و برخاست طویل نہ ہو۔

۴- ان کے علاج ومعالجہ اور خدمت کے لئے علاحدہ انتظام ہو۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا یورد ممرض علی المصحح" (مریض کو صحت مند کے سامنے مسلسل نہ رکھا جائے)۔ "فر من المجذوم (بخاری ۲/۸۵۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کما تفر من الأسد" (بخاری ۲/ ۸۵۰) (جذامی سے اس طرح دور رہو، جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو)۔

لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ اصل مرض میں چھوت اور تعدیہ ہوتا ہے، اسلام کے خلاف ہے۔ چھوت یا تعدیہ مریض کی سانسوں کے ذریعہ ہوا میں شامل ہونے والے جراثیم سے ہوتا ہے، نہ کہ اصل مرض سے، امتیاز ایک احتیاطی تدبیر کے طور پر درست ہے، جسے سداً للذریعہ کہا گیا ہے، اس لئے نہیں کہ چھوت کا عقیدہ قائم کرکے ایک انسان دوسرے انسان سے نفرت کرنے لگے۔

معذوروں کے ساتھ یکساں سلوک

زندگی کے تمام مراحل میں معذوروں کے ساتھ یکساں سلوک کئے جانے کا حق تسلیم کیا جانا چاہئے، لیکن تمام مراحل حیات میں معذورین کی رفاقت ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر ذہنی یا جسمانی معذوری کی حالت میں سیاسی، اقتصادی اور سماجی سرگرمیوں میں ان کی مساویانہ شرکت ناقابل تصور ہی رہیں گی، البتہ ان کے ساتھ ہر مرحلہ حیات میں ہمدردانہ رویّہ بہرحال ان کے ذہنی اور جسمانی نشوونما میں فروغ کا سبب بنے گا اور ان سے اعراض و بے توجہی ان کے لئے سوہان روح ثابت ہوگی، جس کے منفی اور مثبت اثرات ان کی جسمانی اور روحانی بالیدگی اور افسردگی دونوں پر لازماً پڑیں گے۔ جن کا تذکرہ اوپر کی سطور میں کیا جاچکا ہے۔

معذوروں کی تعلیمی، طبی، رہائشی کفالت کا بنیادی حق

معذوروں کی تعلیم، علاج، رہائش اور کفالت کو دستوری حق قرار دینا شریعت اسلامی کے مزاج کے عین مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسکینوں کی خبرگیری نہ کرنے والوں کے لئے انتہائی سخت اور غضبناک الفاظ میں جہنم کی وعید فرمائی ہے اور اس سزا کی وجہ یہ ارشاد فرمائی گئی ہے: "إنه کان لا یؤمن باللہ العظیم، ولا یحض علیٰ طعام المسکین" (سورۃ الحاقۃ: ۳۳-۳۴) (وہ خدائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزرگ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکینوں کی کفالت رزق کے لئے (خود تو کیا) دوسروں کو بھی آمادہ نہیں کرتا تھا)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: اسباب معیشت اور صنعت وحرفت سے محروم لوگوں کی مدد کرنے والے نمازیوں اور جنتیوں کی شان یہ ہے: ”**والذین فی أموالهم حق معلوم للسائل والمحروم**“ (سورۃ المعارج: ۲۴-۲۵) (اور وہ لوگ جن کے مالوں میں مسائل اور آسائش زندگی سے محروم لوگوں کا ایک مقرر حصہ ہے)۔

مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (زکوٰۃ کے علاوہ) اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا ایک حصہ مقرر کر رکھا تھا جو التزام کی وجہ سے گویا ایک حق لازم سمجھا گیا (تفسیر عثمانی ر ۶۹۲)۔

ایک اور موقع پر انسانی سرشت میں پیوست جذبۂ رحم کو کس قدر موثر اور بلیغ انداز میں ابھارا گیا ہے: ”**وإذا حضر القسمة أولی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین فارزقوهم منه و قولوا لهم قولاً معروفا۔ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذریة ضعفاً خافوا علیهم فلیتقوا الله ولیقولوا قولاً سدیداً**“ (النساء: ۸-۹) (اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو، اور اس بات سے ڈریں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے ننھے ننھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے، جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، (تو ان کی چاہت کیا ہوتی) پس اللہ سے ڈر کر جچی تلی بات کہا کریں)۔

ان ارشادات ربانی سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ معذورین کی علمی، رہائشی، طبی، اور غذائی ضروریات کی کفالت کو دستوری اور بنیادی حق قرار دیا جانا چاہئے۔ اور مالدار انسانوں کو اپنے معذور بھائیوں کے مذکورہ بالا حقوق کی ادائیگی کے لئے اپنے مالوں میں بقدر ضرورت ایک حصہ مقرر کرنا چاہئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ کی رقم معذوروں کے فنڈ کے لئے مختص کرنے کی قانونی حیثیت

شریعت اسلامیہ میں زکوٰۃ کو معذورین کے لئے دو شرطوں کے ساتھ مختص کرنا جائز ہے:

(۱) وہ معذور غریب شخص ہو، صاحب نصاب مالدارانہ ہو۔

(۲) مسلمان غریب ہو، کافر ذمی یا حربی نہ ہو۔

معذوروں کے لئے وقف کا قیام

معذور افراد کے لئے وقف کا قیام اسلامی قانون اوقاف کا ایک اہم مقصد ہے۔ اور واقف کے لئے پوری طرح گنجائش ہے کہ وہ شرائط وقف میں معذورین کو مخصوص قرار دے، اور وقف عام کی شرط لگا کر تمام طبقۂ معذورین کو اس سے استفادہ کا مستحق بنا دے، کیونکہ وقف ایک عبادت ہے اور اس میں مسلم غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں، کوئی بھی شخص وقف کر سکتا ہے اور "وقف عام" کی شرط لگا کر ہر ایک کو استفادہ کا حق دے سکتا ہے، علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں: "فإن عمم جاز الصرف إلیٰ کل فقیر مسلم أو کافر" (البحر الرائق ۶/۲۱۶) (اگر وقف عام قرار دے، تو ہر مسلم و کافر پر اس کو صرف کیا جا سکتا ہے)۔

معذوروں کے لئے بیت المال کا قیام

معذوروں کے لئے وقف کا قیام مقاصد شرعیہ میں سے ایک اہم مقصد اور عظیم عبادت ہے۔ وقف عام کی شرط کے ساتھ موقوفہ اشیاء سے مسلم اور غیر مسلم سب معذوروں کی خدمت کی جا سکتی ہے۔

اسلام نے اس سلسلے میں جس فراخ دلی اور عظیم رواداری کا نمونہ پیش کیا ہے، وہ پوری دنیا کے لئے قابل تقلید ہے، عہد صدیقی میں فتح حیرہ کے موقع پر جو معاہدہ کیا گیا اس کی دفعات میں یہ بھی تھا: "أیما شیخ ضعف عن العمل أو أصابته آفة من الآفات أو کان غنیاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فافتقر وصار أهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال المسلمين وعياله ما أقام بدار الهجرة ودار الإسلام" (کتاب الخراج لقاضی ابی یوسف ۸۵ فصل فی الکتاب البیع) (کوئی بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا کوئی سخت مرض میں مبتلا ہو کر مجبور ہو جائے یا جو پہلے مالدار ہو پھر ایسا غریب ہو جائے کہ خیرات کھانے لگے ایسے لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، اور جب تک وہ زندہ رہیں ان کے اہل وعیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کیے جائیں، جب تک بھی ان کا قیام دارالہجرۃ اور دارالاسلام میں رہے)۔

بیت المال کی چار قسموں کی مدات۔(۱) خمس الاخماس، غنائم، معادن، رکاز۔(۲) خراج واموال فئی۔(۳) ضوائع۔(۴) مدزکوٰۃ میں سے صرف آخری قسم کے علاوہ تینوں قسموں میں غیر مسلموں کو شریک کیا جاسکتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور خلفاء راشدین کے تعامل سے یہ ثابت ہے۔ اس کے مخالف قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور چوتھی مد "ضوائع" جناب رسول اللہ ﷺ کی ہدایات اور خلفاء راشدین کے تعامل سے اپاہج، محتاجوں اور لاوارث بچوں کے لئے مخصوص ہے (ردالمحتار ۲/۵۸)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے چند بصیرت افروز جملوں پر اس مسئلہ کا اختتام مناسب معلوم ہوتا ہے:

"اسلامی حکومت میں قوم کے اس ضعیف عنصر کو قوی کرنے کا کس قدر اہتمام کیا گیا ہے، جو درحقیقت اسلامی حکومت کا طغری امتیاز ہے، ورنہ دنیا کے عام نظاموں میں ایک مخصوص طبقہ ہی بڑھتا رہتا ہے، غریب کو ابھرنے کا موقع نہیں ملتا، جس کے ردعمل نے اشتراکیت اور کمیونزم کو جنم دیا، مگر وہ بالکل ایک غیر فطری اصول اور بارش سے بھاگ کر پانالے کے نیچے کھڑے ہو جانے کے مترادف اور انسانی اخلاق کے لئے سم قاتل ہے" (معارف القرآن ۴/۴۰۳)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

مختلف ممالک میں اقلیتوں کے حقوق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق

مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ☆

مسلم ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق یا اسلامی مملکت میں ذمیوں کے حدود اختیارات اور حقوق وواجبات پر تفصیلی گفتگو سے پہلے ایک اہم اصول پیش نظر رہے کہ پانچ اساسی ضروریات، جو تمام تر اسلامی تعلیمات کا محور اور شریعت کا مدار ہیں، یعنی حفاظت دین، حفاظت نفس، حفاظت نسل، حفاظت مال اور حفاظت عقل، چنانچہ ابواسحاق شاطبیؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الموافقات'' میں لکھتے ہیں: ''اتفقت الأمة على أن الشريعة وضعت للمحافظة على الضروريات الخمس وهي: الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل'' (۱)، ان ضروریات خمسہ کے تعلق سے مسلم وغیر مسلم، اہل کتاب، غیر اہل کتاب اور معاہد وذمی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ مسلم ریاست کے زریں اور قابل تقلید زمانے میں غیر مسلموں کے جس طبقے کی بابت تفصیلی احکام وضع اور نافذ ہوئے، انہیں فقہی اصطلاح میں اہل ذمہ یا ذمی کہا جاتا ہے، آئندہ سطور میں انہی ذمیوں کے تعلق سے مندرجہ ذیل مختلف گوشوں اور مباحث کی روشنی میں زیربحث مسئلے پر کسی قدر سیر حاصل گفتگو کی جائے گی:

ذمی کی تعریف، ذمیوں کے حقوق واختیارات، ذمیوں کے فرائض اور ذمہ داریاں۔ جزیہ کی تعریف وتفصیلی احکام، غیر مسلم رعایا کے ساتھ سلاطین وخلفائے اسلام کا فراخ دلانہ برتاؤ،

☆ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم (وقف) دیوبند، بانی جامعۃ الامام انورشاہ کشمیری دیوبند۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیہ اور ذمیوں کے تعلق سے بعض شبہات، منشا اور اصل حقیقت۔

ذمی کی تعریف اور وجہ تسمیہ

ذمی کے لغوی معنی

ذمی، ذمۃ سے مشتق ہے، ذمہ کے لغوی معنی عہد و پیان، کفالت، امان وضمانت، حرمت وعزت اور حق کے ہیں۔لسان العرب میں علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:"والذمة: العهد منسوب إلى الذمة" نیز لفظ ذمام اور ذمہ کے تحت لکھتے ہیں:"وهما بمعنى العهد والأمان والضمان والحرمة والحق"(۲)،مزید لکھتے ہیں:"وقال أبو عبيدة: الذمة: الأمان فى قول عليه السلام: ويسعى بذمتهم أدناهم" چند سطروں کے بعد یہ بھی لکھا ہے:"فالذمة هى الأمان"(۳)۔

ذمی اصطلاح فقہاء میں

اصطلاح فقہاء میں "ذمی" اور "اہل ذمہ" ان غیر مسلموں کو کہا جاتا ہے، جو اسلامی مملکت میں قیام پذیر ہوں اور اپنی جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے عوض مملکت کو سالانہ جزیہ ادا کرتے ہوں، "أهل الذمة هم المستوطنون فى بلاد الإسلام من غير المسلمين"(۴)، "وهم الذين يؤدون الجزية من المشركين كلهم"(۵)، اپنے دور کے ممتاز عالم ومصنف: شیخ محمد علی تھانویؒ اپنی بے نظیر کتاب: "کشاف اصطلاحات الفنون" میں ذمی کی تعریف کرتے ہیں:

"قاضی ابوزید نے بیان کیا ہے کہ شریعت میں ذمہ ایسا وصف ہے، جس کے سبب انسان اپنے حقوق وواجبات کا اہل ہوجاتا ہے، اس لئے کہ حق تعالی نے جب انسان کو اپنی امانت کا محل بنا کر پیدا کیا تو اسے عقل اور ذمہ سے بھی نوازا تاآں کہ وہ اپنے اوپر واجب حقوق اور دوسروں پر اپنے واجبی حقوق کا اہل ہوگیا اور اس کے لئے تحفظ، آزادی اور ملکیت کے حقوق ثابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے، جیسے اگر ہم کفار سے معاہدہ کریں اور انہیں ذمہ دے دیں تو ان کو بھی وہی حقوق حاصل ہو جائیں گے، جو اس دنیا میں مسلمانوں کو حاصل ہیں، اسی طرح وہ حقوق ان پر بھی عائد ہوں گے، جو مسلمانوں کے اوپر عائد ہیں" (٦)۔

وجہ تسمیہ

اسلامی مملکت میں معاہدے کے تحت رہنے والے غیر مسلموں کو "ذمی" اور "اہل ذمہ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ چند امور کی بابت عہد و پیان ہوتا ہے: **"ومن ذلک یسمی أهل العهد أهل الذمة، ورجل ذمی: معناه: رجل له عهد"**، نیز اس لئے کہ بھی وہ مسلمانوں کے عہد و پیان اور حفظ وامان میں داخل ہو جاتا ہے: **"وسمی أهل الذمة ذمة لدخولهم فی عهد المسلمین وأمانهم"** اور جزیہ دے کر مسلمانوں کی جانب اسے حفظ وامان کی ضمانت دی جاتی ہے: **"ولهذا فسمی المعاهد ذمیاً، لأنه أعطی الأمان علی ذمة الجزیة التی تؤخذ منه"** (٧)، **"الإسلام وأهل الذمة"** کے مولف نے اسے مزید واضح کرتے ہوئے لکھا ہے: **"وسموا بهذا الاسم لأنهم دفعوا الجزیة فأمنوا علی أرواحهم وأعراضهم وأموالهم وأصبحوا فی ذمة المسلمین"** (٨) یعنی انہیں ذمی اس لئے کہا گیا ہے کہ جزیہ دے کر انہیں جان و مال اور عزت وآبرو کی امان مل گئی، اس طرح وہ مکمل مسلمانوں کے عہد و پیان میں آگئے۔

دستور مدینہ اور غیر مسلموں کے حقوق

نبوت کے تیرہ سال بعد رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے مسلم زعمائے اوس وخزرج کے ساتھ ایک باضابطہ تحریری معاہدہ کیا اور اس طرح گویا تاریخ انسانی میں پہلی بار تحریری دستور مرتب ہوا۔ یہ معاہدہ اگرچہ بنیادی طور پر انصار کے دونوں بڑے قبائل: اوس اور خزرج کے ساتھ تھا، مگر اس میں مدینہ منورہ کے یہودیوں اور ان کے تین بڑے قبیلوں: بنو قریظہ، بنو نضیر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنوقینقاع کو بھی شامل کیا گیا۔ یہ دستور مسلم ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق واختیارات اور فرائض وواجبات کی اساس اور بنیاد ہے، اسی لئے اس دستور کی اہم دفعات بہت سی کتب حدیث مثلاً: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، سنن دارمی اور مصنف عبد الرزاق میں روایت کی گئی ہیں، اسی طرح طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، فتوح البلدان، تاریخ بغداد، المواہب اللدنیہ وغیرہ کتب تاریخ وتراجم میں بھی ان کا ذکر ہے۔ مشہور امام سیر ومغازی محمد بن اسحاق نے پوری دستاویز بیان کی ہے۔ انہی کے حوالے سے ابن ہشام نے سیرت ابن ہشام میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس اہم ترین سیاسی منشور کا متن نقل کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دستور کی وہ دفعات جو یہودیوں سے متعلق ہیں، درج کردی جائیں، تاکہ یہ بات علی وجہ البصیرت معلوم ہوسکے کہ مسلم ریاست میں غیر مسلم رعایا کے کیا حقوق واختیارات ہیں؟ سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے یہود مدینہ وغیرہ سے متعلق دفعات ذیل میں پیش خدمت ہیں:

☆ إنه من تبعنا من يهود فإن له النصر والأسوة، غير مظلومين، ولا مناصرين۔

☆ وإن اليهود ينفقون مع المؤمنين ما داموا محاربين۔

☆ وإن يهود بني عوف أمة مع المؤمنين لليهود دينهم، وللمسلمين دينهم، مواليهم وأنفسهم، إلا من ظلم وأثم، فإنه لا يوقع إلا نفسه وأهل بيته۔

☆ وإن البر دون الإثم۔

☆ وإنه لا يخرج منهم أحد إلا بإذن محمد ﷺ۔

☆ وإنه لا ينحجز على ثار جرح۔

☆ وإنه من فتک فبنفسه فتک، وأهل بيته، إلا من ظلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ وإن الله على أبرّ هذا۔

☆ وإن على اليهود نفقتهم وعلى المسلمين نفقتهم۔

☆ وإن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة۔

☆ وإن بينهم النصح والنصيحة۔

☆ وإنه لا يأثم امرؤ بحليفة۔

☆ وإن النصر للمظلوم۔

☆ وإن يثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحيفة۔

☆ وإن الجار كالنفس غير مضار ولا آثم۔

☆ وإنه لا تجار حرمة إلا بإذن أهلها۔

☆ وإنه ما كان بين أهل هذه الصحيفة من أحدث أو اشتجار يخاف فساده، فإن مردّه إلى الله وإلى محمد رسول الله(ﷺ)۔

☆ وإنه لا تجار قريش ولا من نصرها۔

☆ وإن بينهم النصر على من دهم يثرب۔

☆ وإذا دعوا إلى صلح يصالحونه ويلبسونه، وإنهم إذا دعوا إلى مثل ذلک فإنه لهم على المؤمنين إلا من حارب فی الدين۔

☆ على کل أناس حصتهم من جانبهم الذی قبلهم۔

☆ وإن يهود الأوس، مواليهم وأنفسهم على مثل ما لأهل هذه الصحيفة مع البرّ المحض، من أهل هذه الصحيفة۔

☆ لا يکسب کاسب إلا على نفسه۔

☆ وإن الله على أصدق ما فی هذه الصحيفة وأبره۔

☆ وإنه لا يحول هذا الكتاب دون ظالم وآثم، وإنه من خرج آمن، ومن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قعد آمن بالمدينة، إلا من ظلم أو أثم.

☆ وإن الله لمن بر واتقى، ومحمد رسول الله(ﷺ)(۹).

ترجمہ

☆ یہود میں سے جو شخص بھی ہماری اتباع کرے گا، اسے ہماری مدد اور مساوات حاصل ہوگی، جب تک وہ مسلمانوں پر ظلم نہ کریں اور نہ ہی ان کے خلاف غیروں کی مدد کریں۔

☆ یہود، مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کے اخراجات برداشت کریں گے، جب تک وہ دونوں دشمن کے ساتھ حالت جنگ میں رہیں۔

☆ یہود بنی عوف، مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم سمجھے جائیں گے، یہودی اپنے مذہب پر عمل کریں گے، مسلمان اپنے دین پر، اس میں وہ خود اور ان کے موالی دونوں شامل ہوں گے، لیکن جو جرم کرے گا یا غداری کا مرتکب ہوگا، وہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے خاندان کو ہی ہلاکت و بربادی میں ڈالے گا۔

☆ اس معاملہ کے تئیں وفاداری اختیار کی جائے گی، غداری نہیں کی جائے گی۔

☆ ان میں سے کوئی بھی شخص محمد (ﷺ) کی اجازت کے بغیر جنگ کے لئے گھر سے نہیں نکلے گا۔

☆ زخم کا بدلہ لینے سے کسی کو بھی منع نہیں کیا جائے گا۔

☆ اگر کسی نے دانستہ طور پر کسی کو قتل کر دیا تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو ہلاکت میں ڈالے گا، الا یہ کہ وہ مظلوم ہو۔

☆ اللہ تعالیٰ اس معاہدے کی دفعات کا بہترین محافظ ہے۔

☆ یہود اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اگر کوئی اس معاہدے میں شامل کسی سے جنگ کرے تو سب اس کے خلاف اس کی مدد کریں گے۔

☆ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں گے اور باہم مشورہ کریں گے۔

☆ کوئی بھی آدمی اپنے حلیف کے ساتھ غداری نہیں کرے گا۔

☆ یثرب اس صحیفے والوں کے لئے حرم پاک ہوگا۔

☆ پناہ گزیں، پناہ دینے والے ہی کی مانند ہوگا، نہ اسے کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ہی وہ غداری کرے گا۔

☆ اہل خاندان کی اجازت کے بغیر کسی بھی عورت کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

☆ اگر اس دستاویز کے ماننے والوں کے درمیان کوئی ناخوشگوار بات پیش آئے یا کوئی تنازعہ پیدا ہو، جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اسے اللہ تعالی اور اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کے حوالے کیا جائے گا۔

☆ نہ تو قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ہی قریش کی مدد کرنے والوں کو۔

☆ جو شخص یثرب پر حملہ آور ہوگا، اس کے خلاف سب ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

☆ (معاہدے کے تمام شرکاء) کسی بھی صلح میں برابر کے شریک ہوں گے، اس کی پابندی کریں گے، جب وہ اس طرح کے کام کے لئے بلائیں گے تو مسلمانوں پر بھی اس کی پابندی اسی طرح لازم ہوگی، سوائے اس آدمی کے جو دین کی خاطر جنگ کرے۔

☆ ہر فریق اس حصہ کا ذمہ دار ہوگا، جو اس کی جانب ہو۔

☆ قبیلہ اوس کے یہودی، ان کے موالی اور خود ان کے لئے بھی وہی باتیں لازم ہوں گی، جو اس معاہدہ کے شرکاء کے لئے ہیں، بشرطیکہ وہ اس صحیفے والوں کے ساتھ بھرپور وفاداری کریں۔

☆ ہر کمانے والا اپنی کمائی کا خود ذمہ دار ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اللہ تعالی اس معاہدہ کی دفعات کا ضامن ومحافظ ہے۔

☆ یہ تحریر کسی ظالم اور زیادتی کرنے والے کو سزا دینے کی راہ میں حائل نہ ہوگی، جو شخص اپنے گھر سے باہر نکلے گا، امن وامان کا مستحق ہوگا، اسی طرح جو گھر میں بیٹھا رہے، وہ بھی امن وامان کا حق دار ہوگا، علاوہ اس کے جو ظلم یا غداری کرے۔

☆ جو وفادار اور نیکوکار ہے، اللہ اس کا ضامن ومحافظ ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)۔

خلاصہ دستور

اس تحریری دستاویز سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو امن اور جنگ دونوں حالتوں میں مساوی اور برابری کا درجہ دیا گیا ہے، انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہے۔ عہد شکنی اور وعدہ خلافی کو یکساں طور پر سب کے لئے نا قابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اسلامی ریاست کی حدود میں جان ومال اور عزت آبرو کی مکمل حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔

ایک عیسائی حاکم کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا تحریری معاہدہ

دستور مدینہ کے اندر تمام شہریوں کو جیسی قانونی مساوات، مذہبی آزادی، شہری حقوق اور معاشی تحفظ کی ضمانت یکساں طور پر دی گئی ہے، اس کی تائید آپ ﷺ کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے، جو آپ ﷺ نے ''ایلہ'' کے مسیحی حاکم کے نام دستاویزی معاہدے کے طور پر لکھی تھی۔ اس تحریر کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ اور اس کے نبی محمد کی جانب سے یحنہ بن رؤبہ اور تمام باشندگان ایلہ کے لئے امان نامہ ہے۔ ان کی کشتیوں اور قافلوں سے نہ تو خشکی میں تعرض ہوگا اور نہ ہی بحری راستے سے۔ انہیں اللہ کا، محمد کا اور ان تمام لوگوں کا امان وتحفظ حاصل ہوگا؛ جو اہل شام،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل یمن اور اہل بحرین میں (محمد) کے ساتھ ہوں۔ اگر ان میں سے کسی نے کوئی نامناسب حرکت کی تو اس کا مال اس کی جان کے لئے حائل نہ ہوگا اور جو بھی اسے لے گا، اس کے لئے حلال وطیب ہوگا۔ یہ بات قطعاً جائز نہیں کہ انہیں کسی پانی میں آنے اور بری و بحری کسی بھی راستے پر چلنے سے روکا جائے"(۱۰)۔

تحریر حضرت عمر فاروقؓ برائے باشندگان ایلیاء

مسلم مملکت میں غی مسلموں کو کون کون سے اور کس کس طرح کے حقوق حاصل ہوں گے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطابؓ کی وہ تحریر بھی درج کردی جائے، جو انہوں نے بیت المقدس کی فتح کے بعد وہاں کے عیسائی باشندوں کے لئے لکھی تھی اور جس پر حضرت عبیدہ بن جراح سپہ سالار لشکر اسلام کے علاوہ خود حضرت عمر فاروقؓ کے دستخط بھی ثبت تھے۔ علامہ بلاذری نے اس دستاویز کی بابت لکھا ہے:

"أعطاهم الأمان لأنفسهم وأموالهم ولكنائسهم وصلبانهم، وسقيمها وبريئها وسائر ملتها: أنه لا تسكن كنائسهم، ولا تهدم ولا ينتقص منها، ولا من حيزها ولا من صليبهم، ولا من شيئ من أموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضارّ أحدهم منهم، ولا يسكن بإيلياء معهم أحد من اليهود... ومن أحب من أهل إيلياء يسير بنفسه وماله مع الروم ويخلي بيعهم وصلبهم فإنهم آمنون على أنفسهم وبيعهم وصلبهم، حتى يبلغوا مأمنهم... ومن شاء سار مع الروم ومن شاء رجع إلى أهله، فإنه لا يؤخذ منهم شيئ حتى يحصد حصادهم"۔

(اس میں انہیں ان کی جان، مال، گرجا گھر، صلیب، مریضوں، صحت مندوں کو اور تمام اہل ملت عیسائیت کو امان دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے گرجا گھروں میں نہ تو رہائش اختیار کی جائے گی، نہ انہیں منہدم کیا جائے گا، نہ وہ کم کئے جائیں گے اور نہ ہی ان کے دائرے میں کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمی کی جائے گی، نہ ان کی صلیب کم کی جائے گی اور نہ ہی ان کے مال واسباب میں سے کچھ کم کیا جائے گا۔ مذہب کے سلسلے میں ان سے کوئی زبردستی نہ ہوگی، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کے ساتھ ایلیاء میں کوئی یہودی نہیں رہے گا۔ باشندگان ایلیاء بھی دوسرے شہروں کے لوگوں کی طرح جزیہ ادا کریں گے۔ نیز وہ ایلیاء سے رومیوں اور بت پرستوں کو نکال باہر کریں گے۔ ان میں سے جو لوگ چلے جائیں گے، ان کی جان و مال اس وقت تک محفوظ رہیں گے، جب تک وہ اپنی منزل مقصود پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر جو لوگ رکیں گے، وہ محفوظ و مامون ہوں گے۔ باشندگان ایلیاء کی طرح وہ بھی جزیہ ادا کریں گے، جبکہ اہل ایلیاء اگر رومیوں کے ہمراہ اپنی جان و مال کے ساتھ جانا چاہیں گے تو منزل مقصود پر پہنچنے تک ان کی جان، مال، گرجے اور صلیبیں محفوظ رہیں گی۔ غیر ملکیوں میں سے جن لوگوں نے کوئی قتل نہیں کیا ہے، اگر وہ ایلیاء میں ہی رہنا چاہیں تو باشندگان ایلیاء کی طرح وہ بھی جزیہ ادا کریں گے جو ایسا نہ کرنا چاہیں، وہ رومیوں کے ساتھ جا سکتے ہیں، ان سے اس وقت تک کوئی جزیہ نہ لیا جائے گا، جب تک ان کی فصلیں نہیں کاٹی جاتیں)۔

مذکورۃ الصدر دستاویزی تحریروں سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے دیگر مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے تئیں کس قدر فراخ دلانہ اور عادلانہ موقف اختیار کیا ہے۔ جہاں مسلمانوں کو اپنے اموال واسباب میں سالانہ زکوۃ کے طور پر ایک معقول رقم دینا ہوتی ہے۔ پھر دیگر نفل صدقات وخیرات کا بھی انہیں مختلف مواقع پر پابند بنایا گیا، ملک کی سرحدوں کی نگہداشت وحفاظت کی ذمہ داری ان پر عائد کی گئی اور دشمن کی کسی بھی جارحیت کے مقابلے کے لئے انہیں ہمہ وقت تیار رہنے اور تن من دھن کی بازی لگا دینے کا لازمی حکم دیا گیا ہے، وہیں غیر مسلم باشندوں سے سالانہ معمولی سی رقم جزیہ اور ٹیکس کے عنوان سے لے کر انہیں ہر طرح کی ذمہ داریوں سے فارغ اور اپنی زمین جائداد، جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے تئیں بالکل مطمئن کر دیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیہ کی حقیقت اور طریقہ کار

جزیہ کے نام سے لی جانے والی رقم نہ تو ہر غیر مسلم سے لی جائے گی، نہ ہی ہر حالت میں اور نہ ہی من مانی طریقے سے، بلکہ اس کے لئے بھی اسلام نے نہایت آسان طریقۂ کار اور معمولی سی رقم، ہر شخص کے حسب حیثیت تجویز کی اور بہت سے افراد کو بالکلیہ مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اس حوالے سے روایات و آثار میں پائے جانے والے اختلاف و تعارض میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

"جزیہ کا تعین اگر باہمی مصالحت اور رضا مندی سے ہو تو شرعاً اس کی کوئی تحدید نہیں، جتنی مقدار میں اور جس چیز میں باہمی معاہدہ، صلح کا ہو جائے، وہی ان سے لیا جائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا کہ ان کی پوری جماعت سے سالانہ دو ہزار حلے دینے پر معاہدہ ہو گیا، حلہ دو کپڑوں کے جوڑے کو کہتے ہیں، ایک تہبند، ایک چادر، ہر حلے کی قیمت کا اندازہ بھی طے کر دیا گیا تھا کہ ایک اوقیہ چاندی کی قیمت کا ہو گا، اوقیہ چالیس درہم یعنی ہمارے وزن کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ چاندی ہوتی ہے۔

"اسی طرح نصاریٰ بنی تغلب سے حضرت فاروق اعظم کا اس پر معاہدہ ہوا کہ ان کا جزیہ اسلامی زکوۃ کے حساب سے وصول کیا جائے، مگر زکوۃ سے دوگنا۔

"اور اگر مسلمانوں نے کسی ملک کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا، پھر وہاں کے باشندوں کی جائدادوں کو انہی کی ملکیت میں برقرار رکھا اور وہ رعیت بن کر رہنے پر رضا مند ہو گئے تو ان کے جزیہ کی مقرر شرح وہ ہو گی، جو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں نافذ فرمائی کہ سرمایہ دار متمول سے چار درہم، متوسط الحال سے اس کا نصف: صرف دو درہم اور غریب سے جو تندرست اور محنت مزدوری یا صنعت و تجارت وغیرہ کے ذریعہ کماتا ہے، اس سے اس کا بھی آدھا: صرف ایک درہم ماہوار یعنی ساڑھے تین ماشہ چاندی یا اس کی قیمت لی جائے، اور جو بالکل مفلس یا اپاہج یا معذور ہیں، ان سے کچھ نہ لیا جائے۔ اسی طرح عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور تارک الدنیا مذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشواؤں سے کچھ نہ لیا جائے۔

''اتنی قلیل مقدار کے لینے کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ کی ہدایات تھیں کہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے اور جو شخص کسی غیر مسلم باشندے پر ظلم کرے گا تو میں قیامت کے روز ظالم کے مقابلے میں اس غیر مسلم کی حمایت کروں گا'' (۱۲)۔

جزیہ کب اور کس طرح لیا جائے؟

جزیہ سال میں صرف ایک بار، قمری سال کے مطابق لیا جائے گا (۱۳)، جزیہ لینے کے بعد اہل ذمہ کو بہ طور ثبوت ایک تحریر حکومت کی طرف سے دی جائے گی، تا کہ کوئی شخص انہیں پریشان نہ کر سکے۔ جزیے میں نقد اور جنس ہر دو کے دینے کی اجازت ہے، البتہ مردار جانور، شراب اور خنزیر نہیں لیا جائے گا، کیونکہ اسلام کی نظر میں یہ حرام ہیں۔ ادائیگی جزیہ کے تعلق سے اہل ذمہ کے ساتھ رحم وکرم، نرمی اور تخفیف کا معاملہ کیا جائے گا، چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اس ذیل میں ایک ہدایت نامہ عمال کو جاری کیا تھا:

''من لم يطق الجزية خففوا عنه، ومن عجز فأعينوه، فإنا لا نريدهم لعام أو لعامين'' (۱۴)، ایک بار ایسا ہوا کہ ایک عامل جزیے کی رقم لے کر حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو آپ کی نظر میں بہت زیادہ تھی اور آپ کو شبہ ہوا کہ شاید اس عامل نے اپنی کارکردگی بہتر دکھانے کے لئے اہل ذمہ پر ظلم و جبر کیا ہو، لہذا اس سے باز پرس کرتے ہوئے فرمایا: ''إني لأظنكم قد أهلكتم الناس؟'' اور جب اس نے صورت حال کی وضاحت کی اور آپ کو اطمینان ہو گیا کہ اس میں کسی جبر و اکراہ کو دخل نہیں ہے تو خدا کا شکر ادا کیا، ''فقال: لا، والله، ما أخذنا إلا عفوا صفوا، فقال عمر: بلا سوط ولا نوط؟ فقال: نعم، فقال عمر: الحمد لله الذى لم يجعل ذلك على يدي ولا في سلطاني'' (۱۵)۔

اسی طرح زرعی پیداوار ہونے پر ہی جزیہ لیا جاتا تھا، اس کا مقصد بھی اہل ذمہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ سہولت اور نرمی کا معاملہ کرنا تھا، چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے فرمایا: "وإنما توجه التأخير إلى الغلة للرفق بهم" (۱۶)۔

ہم حفاظت نہیں کر سکتے؛ اس لئے جزیہ کی رقم واپس ہے

مسلمانوں نے مفتوح اقوام یا مصالح قوموں کے ساتھ جو معاہدے اور صلح نامہ کیے، تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے پوری دیانت و امانت، سچائی و راست بازی اور مکمل روشن ضمیری کے ساتھ انہیں پورا کیا، جب کبھی ایسا موقع آیا کہ وہ اپنی غیر مسلم رعایا کی جان، مال، عزت و آبرو اور مذہب کی حفاظت کرنے کی پوزیشن میں نہ رہے تو اس مقصد کے لئے لی گئی جزیے اور خراج کی رقم بھی انہیں واپس کر دی۔ بہ طور نمونہ از خروارے اس طرح کا ایک واقعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ بات حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے تعلق رکھتی ہے اور معاملہ شہر حمص اور اس کی حفاظت کا تھا۔ اس واقعے کو بلاذری، امام ابو یوسف، ازدی سمیت متعدد مورخین نے ذکر کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ خلاصہ درج ذیل ہے:

"حضرت ابوعبیدہ نے اپنے ناظم مالیات: حبیب بن مسلمہ کو بلا کر کہا کہ خراج عیسائیوں سے ان کی حفاظت کے لئے لیا جاتا ہے۔ موجودہ حالات میں ہم حمص کے عیسائیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے؛ اس لئے انہیں یکجا کر کے اس وضاحت کے ساتھ جزیہ کی رقم واپس کر دو کہ چونکہ اب ہم تمہارا تحفظ کر سکنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں؛ اس لئے تحفظ کی غرض سے وصول کی گئی جزیہ کی رقم تمہیں واپس کی جا رہی ہے، "وإنكم قد اشترطتم علينا أن نمنعكم فإنا لا نقدر على ذلك، وقد رددنا عليكم ما أخذنا منكم"۔ چنانچہ لاکھوں کی وصول کردہ رقم باشندگان حمص کو لوٹا دی گئی۔ اس جذبۂ انصاف سے حمص کے تمام باشندے؛ عیسائی و یہودی بے حد متاثر ہوئے اور مسلمانوں کی دوبارہ واپسی کی رو رو کر دعائیں کیں۔ اسی موقع پر بعض دوسرے شہر بھی مسلمانوں نے خالی کئے اور حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم پر وہاں کے باشندوں کو بھی جزیہ کی رقم واپس کر دی گئی" (۱۷)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم رعایا (اہل ذمہ) کے حقوق واختیارات

زندگی کے ہر میدان میں عدل وانصاف

چونکہ روئے زمین پر آباد تمام لوگوں کے ساتھ بلاتفریق مذہب وملت، رنگ ونسل اور امیر وغریب، دوست ودشمن اور اپنوں، پرایوں کے ساتھ بغیر کسی رورعایت کے، ہر حال میں انصاف کرنا اور ظلم وزیادتی سے نجات دلانا، نہ صرف نظام عالم کے لئے اولین بنیاد ہے، بلکہ عالم آخرت میں بھی اس پر جزاوسزا کا ترتب ہوگا، اس لئے اسلام نے اس بابت سخت تاکیدی ہدایات دی ہیں کہ ہر شخص کے ساتھ، زندگی کے تمام میدانوں میں، انصاف کیا جائے۔ خواہ حاکم ومحکوم کا معاملہ ہو یا نظم ونسق چلانے کا، بحالی امن کا ہو یا باغیوں کی سرکوبی کا، ٹیکس عائد کرنے کا ہو یا اسے مفاد عامہ میں خرچ کرنے کا، حقوق وفرائض کی مناسب تقسیم کا ہو یا اجتماعی وانفرادی عدل وانصاف کا، گواہی دینے کا ہو یا فیصلہ کرنے اور اس کے نفاذ کا، حدود کے اجراء کا ہو یا قصاص ودیت لینے کا، تحریر سے متعلق ہو یا تقریر سے، ملکی نظام کا ہو یا بیوی بچوں کے ساتھ برتاؤ کا، تعلیم وتعلم کا ہو یا ملکیت وتصرف کا، زراعت وحرفت کا ہو یا صنعت وتجارت کا اور خواہ مذہبی آزادی کا ہو یا آزادیٔ رائے کا۔

چنانچہ قرآن کی آیات اور حضور اکرم ﷺ کی احادیث صحیحہ اس تعلق سے تاکیدی ہدایات اور ظلم وزیادتی کی بابت سنگین وعیدوں سے لبریز ہیں، اولاً چند آیات، بعد ازاں منتخب احادیث پیش کی جارہی ہیں:

”إن الله يأمر بالعدل والإحسان“ (۱۸)، ”وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل“ (۱۹)، ”يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط ولا يجرمنكم شنآن قوم على أن لا تعدلوا اعدلوا هو أقرب للتقوى“ (۲۰)، ”وإذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى“ (۲۱)، ”ولا تحسبن الله غافلاً عما يعمل الظالمون إنما يؤخرهم ليوم تشخص فيه الأبصار“ (۲۲)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص، انصاف پسند حاکم اور سب سے زیادہ قابل نفرت ستم شعار حاکم ہے: "أحب الخلق إلى الله إمام عادل، و أبغضهم إليه إمام جائر" (۲۳)۔

ایک حدیث قدسی میں آتا ہے: "یا عبادی! إنی حرمت الظلم علی نفسی، وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا" (۲۴) (میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے، تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے، لہذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو)۔

دستور مدینہ کی دفعات بابت یہودان مدینہ میں گزر چکا ہے کہ اس میں صراحتاً یہ بات مذکور تھی کہ یہ معاہدہ ستم شعار شخص اور زیادتی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دینے کی راہ میں حائل نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں حضور اکرم ﷺ اور حضرت خلفاء راشدین نے اپنی عملی زندگی سے اپنے بیگانوں اور امیر و غریب کے درمیان عدل و انصاف کے اعلیٰ نمونے جریدہ عالم پر ثبت کئے ہیں، جو رہتی دنیا تک اس شاہ راہ کے ہر رہ رو کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوں گے۔ قریش کے قبیلۂ بنی مخزوم سے تعلق رکھنے والی ایک معزز اور مال دار خاتون فاطمہ بنت اسد سے چوری کا جرم سرزد ہوا۔ قریش کے کہنے پر حضرت اسامہ بن زیدؓ نے خدمت اقدس میں سزا معاف کرنے کی سفارش کی تو حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک غیظ و غضب کی شدت سے سرخ ہو گیا اور کھڑے ہو کر پورے جلال کے ساتھ بہ آواز بلند فرمایا:

"وأیم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد یدھا" (۲۵)۔

آپ ﷺ خود اپنے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے ادنیٰ سی تکلیف نادانستہ طور پر بھی پہنچنے والے شخص کو بدلہ لینے کا حق دیتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن جبیر خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی، جس سے ایک شخص کے پیٹ میں چوٹ آ گئی۔ اس نے کہا آپ نے مجھے جو درد و تکلیف پہنچائی ہے، میں اس کا بدلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوں گا، آپ ﷺ نے فوراً وہی شاخ اس کے حوالے کر دی اور فرمایا: بلا تردد بدلہ لے لو، یہ کہہ کر شکم مبارک کھول دیا، اس نے آپ کے شکم کا بوسہ لے کر کہا اللہ کے رسول! میں نے معاف کر دیا ہے، تاکہ آپ ﷺ قیامت کے دن میری شفاعت کریں گے، **"لعلک تشفعنی یوم القیامة"**(۲۶)۔

اسی لئے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: **"قد رأیت رسول الله أقص من نفسه"** (۲۷)(میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات سے بھی بدلے دیتے تھے)۔

حضرات شیخینؓ نے بھی حضور کی بے مثال عدل گستری کے اس اعلیٰ نمونے پر حرف بہ حرف عمل کیا، چنانچہ مشہور تابعی حضرت سعید بن سکیت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنی ذات سے بدلہ لینے کا حق دیا، حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایک آدمی کو اپنی ذات سے بدلہ دیا اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت سعد کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا (۲۸)۔

غیر مسلم معاہد وذمی کے ساتھ کسی بھی طرح کی ظلم وزیادتی سے گریز کرنے اور اس پر ذرا بھی تعدی کی صورت میں وعید شدید دیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ألا! من ظلم معاهدا، أو نقصه حقه أو کلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شیئاً بغیر طیب نفس، فأنا خصمه یوم القیامة" (۲۹)، نیز فرمایا: **"من آذی ذمیا، فأنا خصمه، ومن کنت خصمه خصمته یوم القیامة"**(۳۰)۔

قانون میں مساوات

جس طرح عدل وانصاف کے تعلق سے غیر مسلم رعایا کو، مسلم ریاست میں مسلمانوں کی طرح تمام حقوق حاصل ہیں، اسی طرح قانون کے نفاذ اور اجراء میں بھی وہ برابر درجہ کے شہری ہوں گے۔ قانون کی نظر میں طاقت ور کمزور، غریب اور امیر، مسلم اور غیر مسلم سبھی برابر ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلی تقریر فرماتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں اس مساوات کا اعلان کیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الضعيف فيكم قوى عندى حتى أريح عليه حقه، والقوى فيكم ضعيف عندى حتى آخذ الحق منه إن شاء الله"(۳۱)۔

حضرت عمرؓ نے ایک عیسائی پادری کے نام اپنے طویل مکتوب میں، مسلم ریاست میں غیر مسلم رعایا کے حقوق و اختیارات اور فرائض وواجبات پر بڑی تفصیل کے ساتھ ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ مکتوب امام شافعیؒ نے "کتاب الام" میں من وعن نقل کیا ہے۔ یہاں اس کا صرف عنوان بالا سے متعلق ٹکڑا پیش کیا جارہا ہے:

"وإذا قتلتم مسلماً أو معاهداً منكم أو من غيركم خطأ فالدية على عواقلكم كما تكون على عواتق المسلمين، وإن قتل منكم رجل بلا قرابة فالدية عليه في ماله، وإذا قتله عمداً فعليه القصاص إلا أن تشاء ورثته دية فيأخذونها"(۳۲)۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابوموسی اشعریؓ کے نام تفصیلی ہدایت نامہ بھیجا، جس میں نظم ونسق چلانے، رعایا کی خبر گیری اور عدل وانصاف کرنے سے متعلق واضح ہدایات درج تھیں، یہ بھی تحریر تھا:

"آس بين الناس في وجهک وعدلک ومجلسک، حتى لا يطمع شريف في حيفک، ولا ييأس ضعيف من عدلک"(۳۳)۔

مذہبی آزادی

چونکہ عقیدہ ونظریہ کی جڑیں دل ودماغ میں پیوست ہوتی ہیں، اسی لئے جبر واکراہ اور زور قوت کی بنا پر کسی کو اس کی پسند اور مرضی کے خلاف عقیدہ ومذہب اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ایسا ہوا تو چونکہ اس کی عقیدہ ومذہب کے ساتھ وابستگی ظاہری اور اضطراری ہوگی، اقناعی اور اختیاری نہیں، اس لئے جیسے ہی ذرا سی ڈھیل میسر آئے گی، وہ بہ یک جنبش اس کا جوا سر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اتار پھینکے گا، اس فطری اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے قبول مذہب کی بابت کسی طرح کی زور زبردستی کو گوارہ نہ کیا اور اس سلسلہ میں ہر ایک کو مکمل طور پر آزادی عطا کی، چنانچہ ارشاد ہے: "لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي" (۳۴)، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر رقم طراز ہیں: "أي لا تكرهوا أحداً على الدخول في دين الإسلام فإنه بين واضح جلي دلائله وبراهينه لا يحتاج إلى أن يكره أحد على الدخول فيه... فإنه لا يفيده الدخول في الدين مكرها مقسوراً" (۳۵)۔ آیت بالا کے شان نزول کی بابت حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار مدینہ کے قبیلۂ بنو سالم بن عوف سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے سلسلہ میں نازل ہوئی، جو خود تو صاحب ایمان تھے، مگر ان کے دولڑکے، شام سے آنے والے عیسائی تاجران کی ترغیب وتحریض پر نصرانی بن گئے تھے، جب ان دونوں نے ان تاجروں کے ساتھ شام جانے کا عزم کیا تو ان کے مسلمان والد نے آکر حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں بہ زور قوت ایسا کرنے سے روکنے اور اگر پھر بھی چلے جاتے ہیں تو ان کا تعاقب کرنے کی اجازت عطا فرمائیں (۳۶)۔

اسی آیت کے ذیل میں ابن کثیرؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ جیسے بارعب، صاحب جلال اور باوقار خلیفۂ وقت کے عیسائی غلام "اسبق" کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اس سے فرمایا کرتے اسبق! کاش تم مسلمان ہوجاؤ تو میں تم سے مسلمانوں کے بعض معاملات میں مدد لیتا، مگر وہ ہر بار صاف انکار کر دیتا۔ حضرت عمرؓ "لا إكراه في الدين" پڑھتے اور بالکل خاموش رہتے، اس پر کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہ کرتے (۳۷)۔

نیز حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد باری ہے: "أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين" (۳۸) اور "فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر" (۳۹) کہہ کر ہر ایک کو مکمل اختیار دے دیا گیا کہ وہ اسلام اور کفر میں سے جس راہ کو چاہے، اختیار کرسکتا ہے۔ اسی طرح تاکید فرمادی گئی کہ نہ تو کسی کو مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جائے اور نہ ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی دعوت وتبلیغ میں کسی قسم کی سخت گیری سے کام لیا جائے "ولا تجادلوا أهل الكتاب إلا بالتي هي أحسن"(۴۰)۔

مدینہ منورہ کے یہود کے ساتھ، حضور اکرم ﷺ نے جو تاریخی تحریری دستاویزی معاہدہ کیا تھا، اس میں بہ صراحت مذکور تھا "لليهود دينهم، وللمسلمين دينهم" یہود کو اپنے مذہب کے تئیں مکمل آزادی ہوگی اور مسلمانوں کو اپنے مذہب کے تعلق سے!

حضرت عمر بن خطابؓ نے فتح بیت المقدس کے وقت، وہاں کے نصاریٰ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا، اسی طرح ایک عیسائی پادری کے نام جو طویل تحریر لکھی تھی، ان دونوں میں ان کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرنے، ان کے گرجا گھر منہدم نہ کئے جانے، صلیب لٹکانے اور دیگر مذہبی شعائر کے تئیں آزادی کی مکمل ضمانت دی گئی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم ممالک کی غیر مسلم رعایا

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے، توحید کا عقیدہ دو باتوں کو شامل ہے، اول یہ کہ مخلوق سے ماوراء ایک ذات ہے، وہی ہستی کائنات کی خالق و مالک ہے، دوسرے خدا نہ صرف اپنی ذات کے اعتبار سے ایک ہے، بلکہ اپنی قدرت وطاقت اور قوت وتدبیر میں بھی یکتا ہے، کائنات کے سارے نظام کو اس نے خود تمام رکھا ہے، وہ خود بھی لازوال ہے اور اس کی قدرت بھی لازوال ہے، اس لئے تنہا وہی اس لائق ہے کہ پوجا جائے اور اس کے سامنے ضرورت واعانت کا ہاتھ پھیلا یا جائے، اس عقیدہ کے نتیجہ میں جو دوسرا عقیدہ انسان کے قلب وذہن میں گھر کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اور اس کے خالق و مالک کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور انسان اور مخلوق کا کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے، جو خدا کے اور انسان کے درمیان وسیلہ ہو۔

توحید کا یہ جامع عقیدہ انسانی مساوات و برابری کے تصور سے بھی ہم کنار کرتا ہے، کیوں کہ خدا کی نسبت سے تمام انسان برابر ہیں اور انسانی تکریم وشرافت سے بھی روشناس کرتا ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ انسان کو کسی اور مخلوق یا اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کی غلامی اور بندگی سے نجات دیتا ہے اور گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ ہر انسان قابل احترام ہے، قرآن مجید نے بار بار انسانی حرمت وتکریم کے پہلو کو نمایاں کیا ہے، اس نے صاف اعلان کیا: "**ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا هم في البر والبحر و رزقناهم من الطيبات وفضلناهم على كثير**

☆ ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممن خلقنا تفضيلا" (بنی اسرائیل: ۷۰) (ہم نے بنی آدم کو عزت عطا کی، انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا، ان کو پاک رزق عطا کی، اور ہم نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت عطا کی)۔

انسانیت کے شرف واعزاز اور علو مقام کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور شیطان محض اس لئے خدا کا معتوب ٹھہرا کہ اس نے اس پہلے انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا (البقرۃ: ۳۴) قرآن کے اس بیان میں مخلوقات عالم پر انسان کی فضیلت و برتری کا کھلا اظہار ہے، قرآن نے رنگ وروپ کے اعتبار سے انسانی قالب کو سب سے بہتر قالب قرار دیا ہے: "لقد خلقنا الإنسان فی أحسن تقويم" (التین: ۴) (ہم نے انسان کو بہترین قالب میں پیدا کیا)۔

پس ہر ابن آدم خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اسلام کی نگاہ میں معزز و محترم ہے، غیر مسلموں کے حقوق اور ان کے احکام کے سلسلہ میں یہ ایک بنیادی اصول ہے اور اس سلسلہ کے تمام احکام میں یہی تصور بنیادی روح کے طور پر کارفرما ہے۔

اہل ذمہ کی تعبیر اور اس کا منشا

مسلم مملکت میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں کو ذمی یا اہل ذمہ کہا جاتا ہے، بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس تعبیر میں غیر مسلم شہریوں کی تحقیر واہانت مقصود ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے خود اس لفظ اور اس کے معنی ومراد پر غور کر لیا جائے۔

عربی زبان میں "ذمه" کے معنی عہد اور کفالت کے ہیں، "الذمة بالكسر العهد و الكفالة" (النہایۃ فی الغریب والأثر ۱۶۹/۲)، اسی مناسبت سے ذمہ حق کو بھی کہتے ہیں، "فلان لهم ذمة أی حق" چنانچہ حضرت علیؓ کی روایت ہے: "ذمتی رهينة وأنا به زعيم"۔ ابن منظور افریقی نے اس فقرہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: "ذمانی وعهدی رهن فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوفاء به" (القاموس المحیط ۲/ ۲۶۸، مادہ: ذم)، اسی سے ذمامۃ کا لفظ بھی ماخوذ ہے، جس کے معنی حرمت وحق کے ہیں: "ذمامة، حرمة وحق" (لسان العرب ۵/ ۵۹)، علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے: "قد تكرر في الحديث ذكر الذمة والذمام وهما بمعنى العهد والأمان والضمان والحرمة والحق" (لسان العرب ۵/ ۶۰) (حدیث میں ذمہ اور ذمام کا ذکر مکرر آیا ہے، ذمہ اور ذمام یہ دونوں الفاظ عہد، امان، ضمان، حرمت اور حق کے معنی میں ہیں)۔

چنانچہ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ عہد و پیمان اور قول وقرار ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا يرقبون في مؤمن إلا ولا ذمة" (التوبۃ: ۱۰) (یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں نہ قرابت کا پاس کرتے ہیں اور نہ قول وقرار کا)۔

مسلم مملکت کے غیر مسلم شہریوں سے امن کے معاہدہ کی پاس داری کا چونکہ بہت ہی تاکید کے ساتھ حکم آیا ہے، اس لئے ان کو ذمی کہا جاتا ہے، گویا اس تعبیر کا مقصد مسلمانوں کو بار بار اس جانب متوجہ کرنا ہے کہ وہ ان کے بارے میں اپنے عہد کا پورا پورا لحاظ رکھیں، چنانچہ ابن منظور کا بیان ہے: "ومن ذلك يسمى أهل العهد أهل الذمة وهم الذين يؤدون الجزية من المشركين كلهم، ورجل ذمي معناه رجل له عهد" (لسان العرب ۵/ ۵۹) (اور اسی وجہ سے اہل ذمہ کو اہل عہد کہا جاتا ہے، یہ وہ مشرکین ہیں جو جزیہ ادا کرتے ہیں، اور رجل ذمی سے مراد ایسا شخص ہے جس کے لئے عہد کیا گیا ہو)۔

علامہ ابن اثیر رقمطراز ہیں: "وسمي أهل الذمة لدخولهم في عهد المسلمين وأمانهم" (النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر ۲/ ۱۶۸) (اہل ذمہ کو اہل ذمہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور امان میں داخل ہیں)۔

پس جب غیر مسلم کو مسلمان ملک میں اقامت کی اجازت دے دی جائے تو وہ ذمی ہے، اور یہ نام بہ طور تحقیر نہیں بلکہ غیر مسلم باشندوں کے تئیں مسلمانوں کی ذمہ داری کی یاد دہانی مقصود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان کی حفاظت

انسان کی سب سے قیمتی متاع اس کی جان اور زندگی ہے، اور اسی سے اس خاک دانِ ارضی میں ساری بہاریں قائم اور عشرت کدے آباد ہیں، اس لئے جان اور زندگی کی حفاظت سب سے بنیادی حق ہے، اور اس حق میں وہ تمام غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، جن سے مسلمانوں کی جنگ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق"** (بنی اسرائیل: ۳۳) (جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، اسے ناحق قتل نہ کرو)۔

قرآن کہتا ہے: **"من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الأرض فکأنما قتل الناس جمیعاً، ومن أحیاھا فکأنما أحیا الناس جمیعاً"** (المائدۃ: ۳۲) (جس نے کسی نفس کو قصاص یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کر دیا، تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا، اور جس نے اس کو زندہ باقی رکھا، گویا اس نے پوری انسانیت کو زندہ رکھا)۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"من قتل معاھداً لم یرح رائحة الجنة وإن ریحھا یوجد من مسیرة أربعین عاماً"** (بخاری، حدیث نمبر: ۳۱۶۶) (جس نے ایسے کافر کو قتل کر دیا جس سے معاہدہ امن ہو، وہ جنت کی بو سے بھی محروم رہے گا، حالانکہ اس کی بو چالیس سال کی مسافت کے فاصلہ سے محسوس کی جا سکتی ہے)۔

مسلمان سے غیر مسلم کا قصاص

اسی سے قصاص اور دیت کا مسئلہ بھی متعلق ہے، اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کر دے تو مسلمان اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قصاص کا اصول یہی بتایا ہے کہ کوئی بھی انسان اگر دوسرے انسان کو قتل کرے تو وہ اس کے بدلہ قتل کیا جائے گا۔ قرآن نے اس سلسلہ میں **"النفس بالنفس"** (مائدہ: ۴۵) کی تعبیر اختیار کی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ قانون قصاص میں نفس انسانی کا قتل ملحوظ ہے، خواہ مسلمان مسلمان کو قتل کرے، کافر کافر کو یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اور غیر مسلم میں سے ایک دوسرے کو، اس سلسلہ میں متعدد احادیث سے بھی روشنی ملتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مسلمان نے ایک معاہد کو قتل کر دیا، آپ ﷺ نے اس کے بدلے اس مسلمان کو قتل کر دیا اور فرمایا: میں عہد پورا کرنے والوں میں سب سے زیادہ کریم و شریف ہوں، "أنا أقوم من وفی بذمتی" (مصنف عبدالرزاق ۱۰/۱۰۱، سنن بیہقی ۸/۳۰، ۱۲۰، حدیث نمبر: ۱۶۳۴۵)، صحابہؓ کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (مسند امام شافعیؒ، سنن بیہقی ۱۲/۴۶، حدیث نمبر: ۱۶۳۶۳)۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ اہل حیرہ میں سے ایک عیسائی یا یہودی کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے مسلمان سے اس کا قصاص لیا (مصنف عبدالرزاق ۱۰/۱۰۱، حدیث نمبر: ۱۸۵۱۵، اس سلسلہ کی مزید روایات سنن بیہقی ۱۲/ ۴۳، حدیث نمبر: ۱۶۳۵۷، مصنف عبدالرزاق ۱۰/ ۱۰۲، حدیث نمبر: ۱۸۵۱۸، شرح معانی الآثار، باب المؤمن یقتل الکافر متعمداً، ۲/۱۰۶ میں دیکھی جاسکتی ہے)۔

پس اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، لیکن قرآن وحدیث کے مزاج، صحابہ کے تعامل اور امن عامہ کی مصلحت کے اعتبار سے صحیح نقطۂ نظر یہی ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو وہ بھی اس کے بدلہ قصاص میں قتل کیا جائے اور یہی حنفیہ نیز امام شعبی، ابراہیم نخعی اور علماء کوفہ کی رائے ہے۔

غیر مسلم کی دیت

جان کی حفاظت ہی سے دیت کا مسئلہ بھی متعلق ہے، چونکہ معاہد غیر مسلموں کے خون کی وہی اہمیت ہے جو مسلمانوں کی، اور اس سلسلہ میں صحابی رسول ﷺ حضرت علیؓ نے بہ طور ایک قاعدہ کے یہ بات فرمائی ہے: "من كان له ذمتنا فدمه كدمنا و ديته كديتنا" (دیکھئے: نصب الرایۃ، بحوالہ مسند شافعیؒ ۴/ ۳۴۷) (جس سے ہمارا معاہدہ ہو، اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے غیر مسلم کی دیت وہی ہونی چاہئے جو مسلمانوں کی دیت ہے، اس سلسلہ میں متعدد روایتیں بھی موجود ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مسلمان ہی کی دیت کی طرح ذمی کی دیت ادا فرمائی (سنن دار قطنی، کتاب الحدود، ص: ۳۴۳و۳۴۹، بحوالہ حاشیہ نصب الرایۃ ۴/۳۶۶)، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دو ذمی کو جو قبیلہ کے اعتبار سے عامری تھے، کی دیت مسلمانوں کی دیت کی طرح ادا فرمائی، حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاہد کی وہی دیت رکھی جو مسلمانوں کی ہے: "جعل دية المعاهد كدية المسلم" (دار قطنی، باب الحدود/۳۴۹)، امام ابوحنیفہؒ نے ہیثم بن ابی ہیثم سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جو دیت آزاد مسلمان کی ہے، وہی معاہد کی ہے (کتاب الآثار لمحمد، حدیث نمبر: ۵۸۷، دار قطنی فی الحدود/۳۴۹)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں مسلمان، یہودی اور عیسائی کی دیت برابر تھی، جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے غیر مسلموں کی دیت بہ مقابلہ مسلمانوں کے نصف کردی، پھر جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے تو انہوں نے دوبارہ دیت برابر کردی (نصب الرایۃ ۲/۳۶۷، بحوالہ ابن عدی فی الکامل)۔

ان کے علاوہ علامہ زیلعی نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کے آثار نقل کئے ہیں، جن سے ظاہر ہے کہ یہ حضرات اسی کے قائل تھے، چونکہ باہمی معاہدہ کی وجہ سے مسلمان اور غیر مسلم کا خون برابر ہے، اس لئے غیر مسلم کی وہی دیت ہوگی جو مسلمان کی ہے (حوالہ سابق ۴/۳۶۸-۶۹)، فقہاء اسلام میں امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے (دیکھئے: ترمذی شریف ۱/۲۶۱، باب ماجاء لا یقتل مسلم بکافر، البحر الرائق ۹/۷۹، کتاب الدیات، الدر المختار مع رد المحتار ۱۰/۲۳۲، کتاب الدیات، ہدایہ ۲/۵۹۵، کتاب الدیات، ط:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوبند)۔جن روایات و آثار سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے، گوان پر محدثین کو کچھ کلام ہے، لیکن وہ مجموعی اعتبار سے قابل استدلال ہیں اور ان کی تائید قرآن مجید کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: "وإن كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة إلى أهله" (النساء:۹۲) (اگر مقتول ایسی قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو، تو مقتول کے لوگوں کو دیت حوالہ کی جائے)، غور کیا جائے کہ یہاں دیت کا حکم مطلق ہے، اگر نصف دیت ہی واجب ہوتی، تو ضرور اس موقع پر قرآن مجید نے صراحت کی ہوتی۔

محاربین کے ساتھ حسن سلوک

بلکہ جن غیر مسلموں سے مسلمان جنگ کی کیفیت میں ہوں، ان کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے ہدایت دی: "لا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلاً ولا صغيراً ولا امرأةً" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۶۱۴، عن أنس بن مالکؓ) (عمر رسیدہ بوڑھے، بچے، نابالغ اور عورت کو قتل نہ کرو)۔

تحفظ مال

جو حرمت غیر مسلموں کی جان کی ہے، وہی ان کے مال کی بھی ہے، کیونکہ حضرت علیؓ سے اہل ذمہ کے بارے میں جو اصول منقول ہے، وہ یہ کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے مال ہمارے مال کی طرح ہیں "دمائهم كدمائنا وأموالهم كأموالنا" (نصب الرایہ ۴؍۳۶۹)، قرآن مجید نے اس سلسلہ میں ایک بنیادی اصول بتایا ہے کہ باطل طریقہ پر کسی کے مال نہ کھاؤ۔ "لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل" (البقرۃ:۱۸۸) تو جیسے ناروا طریقہ پر مسلمان کا مال لینا باطل طریقہ پر کھانا ہے، اسی طرح غیر مسلم کا مال لینا بھی باطل طریقہ میں شامل ہے، کیونکہ دوسرے کا مال اسی وقت حلال ہوسکتا ہے، جب کہ اس میں اس کی رضامندی شامل ہو۔ "إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" (النساء:۲۹)۔

غزوۂ خیبر کے موقع سے مسلمان جوش کی حالت میں تھے، کیونکہ وہ بار بار یہودیوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے زخم کھا چکے تھے، چنانچہ معاہدہ ہو جانے کے باوجود بعض پرجوش سپاہیوں نے زیادتی کی، چنانچہ خیبر کے ایک ذمہ دار یہودی نے حضور ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ! کیا تم لوگوں کے لئے یہ جائز ہے کہ ہمارے جانور ذبح کرو، ہمارے پھل کھاؤ اور ہماری عورتوں کو مار پیٹ کرو؟ رسول اللہ ﷺ برہم ہوئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ گھوڑے پر سوار ہو، اور اعلان کردو، کہ جنت مؤمن ہی کے لئے حلال ہے، اور یہ کہ لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں، صحابہؓ جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی، اور مختصر خطاب کیا، آپ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "وإن الله تعالىٰ لم يحل لكم أن تدخلوا بيوت أهل الكتاب إلا بإذن ولا ضرب نساءهم ولا أكل ثمارهم إذا أعطوكم الذى عليهم" (أبوداود، حدیث نمبر: ۳۰۵۰) (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ تم بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ، نہ ان کی خواتین کو مارنے کی اجازت ہے، اور نہ ان کے پھل کھانے کی، جب تک کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں)۔

متعدد صحابہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے: "ألا من ظلم معاهداً انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة" (ابوداود، حدیث نمبر: ۳۰۵۲)، یہ نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی ہدایات ہیں، بلکہ آپ ﷺ کے صحابہؓ نے بھی ہمیشہ اس کو ملحوظ رکھا، یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے شام کی طرف لشکر بھیجا، وہ خود امیر لشکر یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ چل رہے تھے، انہوں نے اس موقع سے ارشاد فرمایا: "میں تجھے دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، نہ کسی عورت کو قتل کرنا، نہ بچے کو، نہ ضعیف بوڑھے شخص کو، نہ پھلدار درخت کو کاٹنا، نہ آبادی کو ویران کرنا، نہ کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں کاٹنا، سوائے اس کے کہ کھانا مقصود ہو، نہ کھجور کے درخت جلانا، نہ اسے ڈبونا، نہ خیانت کرنا اور نہ بزدلی" (مؤطا امام مالک، کتاب الجهاد، باب النهي عن قتل النساء والولدان في الغزو)۔

چنانچہ شریعت میں چوری کی جو سزا مقرر ہے، یعنی ہاتھ کاٹا جانا، اس میں مسلمان اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم کے مال کا کوئی فرق نہیں ہے، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (دیکھئے: المغنی لابن قدامہ ۱۲/۴۵۱ مع تحقیق عبداللہ بن عبدالرحمٰن وغیرہ)۔

مال کی حفاظت میں کئی باتیں داخل ہیں

الف- مالک ہونے کا حق- غیر مسلموں پر اسلامی حکومت میں جزیہ نامی ٹیکس لگانا خود ان کے حق ملکیت کا اعتراف کرنا ہے۔

ب- اپنے مال میں تصرف کا حق- غیر مسلموں سے خرید و فروخت اور تجارت وغیرہ درست ہے، اسی طرح غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، غیر مسلم مورث سے مسلمان وارث نہیں ہوسکتا، بلکہ غیر مسلم ورثاء ہی اس کے ترکہ کے حق دار ہوں گے، اس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلم اپنے مال میں تصرف کا پورا پورا حق رکھتے ہیں، اس تصرف میں اپنی املاک دوسروں کو منتقل کرنا بھی شامل ہے۔

ج- غیر مسلموں کے مال کی چوری پر وہی سزا نافذ کرنا جو مسلمانوں کے مال کی چوری پر ہے، اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ان کو بھی اپنے مال کے تحفظ کا وہی حق حاصل ہے، جو حق کسی مسلمان کو اپنے مال کی حفاظت کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کے حق ملکیت کا اس درجہ اہتمام کیا کہ جب یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ بار بار دھوکہ دہی کی وجہ سے جلاوطن کرنا پڑا، تو اس وقت بھی آپ ﷺ نے انہیں اپنی زمین فروخت کر لینے کا حق عطا فرمایا (بخاری، باب أمر النبی ﷺ بیع أرضھم حین إجلاھم)۔

پیشہ اختیار کرنے کی آزادی

اسلام سے پہلے طبقاتی تقسیم کے تصور کے تحت بعض مذاہب اور نظام مملکت میں لوگوں اور خاندانوں کے لئے پیشے مخصوص کر دیئے جاتے تھے اور ان پر پابندی ہوتی تھی کہ وہ دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشے اختیار نہیں کریں، اسلام نے ایک تو یہ تصور دیا کہ کوئی جائز اور حلال پیشہ حقیر نہیں، دوسرے ہر شخص اپنی صلاحیت کے اعتبار سے کوئی بھی پیشہ اختیار کرسکتا ہے، چنانچہ جیسے مسلمانوں کو کوئی بھی حلال ذریعۂ معاش اختیار کرنے کا حق حاصل ہے، غیر مسلموں کو بھی پیشہ وحرفت کی آزادی ہے، اسلام نے ایسی کوئی تقسیم نہیں رکھی ہے کہ غیر مسلم کسی خاص پیشہ یا حقیر سمجھے جانے والے پیشوں پر مجبور کردئے جائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ تھے، ایک دراز قامت بکھرے ہوئے سر کے بالوں والا مشرک بکریوں کا ریوڑ ہنکاتے ہوئے لا رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فروخت کروگے یا ہبہ کروگے؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ فروخت کریں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی'' (بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۱۶)۔

نیز حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مقررہ مدت تک قیمت ادا کرنے کے وعدہ کے ساتھ کھانے کی چیز خریدی اور اس کے پاس اپنے لوہے کی زرہ رہن رکھ دی (بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۵۲)، اس سے ظاہر ہے کہ پیشۂ تجارت میں مسلمان اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں۔

عہد نبوی میں مدینہ میں یہود سوناری کا پیشہ بھی کرتے تھے اور صحابہؓ ان سے معاملات کیا کرتے تھے، حضرت علیؓ نے اپنے ولیمہ کے لئے بنی قینقاع کے ایک سونار کو تیار کیا کہ وہ ان کے ساتھ جائے اور اذخر نامی گھاس لانے میں ان کی مدد کرے تاکہ وہ اسے سونار سے فروخت کریں اور ولیمہ میں مدد لیں (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰۸۹)، سونا جیسے آج قیمتی ہے، اس زمانہ میں بھی سب سے قیمتی دھات سونا ہی تھا، اس لئے سونے کے زیورات بنانے کا کاروبار ایک نفع بخش اور باعزت کاروبار تھا، جو مدینہ میں یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک انصاری خاتون نے منبر بنوایا، یہ منبر انہوں نے اپنے ایک غلام کے ذریعہ تیار کرایا، جو بڑھئی کا کام کرتے تھے (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰۹۵)۔ اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال ہوتا ہے کہ غیر مسلم اس پیشہ کو بھی کیا کرتے تھے، اور نجاری کے پیشہ کو نہ اب حقیر سمجھا جاتا ہے، اور نہ پہلے حقیر سمجھا جاتا تھا۔

مسلمان اور غیر مسلم ایک دوسرے کو اپنا وکیل بنا سکتے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے امیہ بن خلف سے اسی طرح کا معاہدہ کررکھا تھا (کتاب الاراں ار ۱۵۴)، وکالت رضا کارانہ بھی ہوسکتی ہے اور وکالت اجرت لے کر بھی، جیسا کہ آج کل مقدمات اور قانونی پیروی کے سلسلہ میں وکالت ایک پیشہ بن چکا ہے، معلوم ہوا کہ غیر مسلم، مسلم ملک میں وکالت کا پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس معاہدہ کے ساتھ حوالہ کی کہ وہ اس میں محنت کریں اور پیداوار میں دونوں کا حصہ آدھا آدھا ہو جائے (بخاری، حدیث نمبر: ۲۳۰۱، باب إذا وکل المسلم حربیاً فی دار الحرب)، اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو نہ صرف مسلمانوں کی طرح کاشتکاری کا حق حاصل ہوگا، بلکہ انہیں سرکاری اراضی بھی زراعت کے لئے حوالہ کی جاسکتی ہے۔

مختلف احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے یمنی کپڑوں کے استعمال کا ذکر موجود ہے، اس زمانہ میں یمن کا علاقہ کپڑے کی صنعت کے لئے پورے جزیرۃ العرب میں مشہور تھا، اہل یمن بہت بعد کو مسلمان ہوئے، اس لئے ظاہر ہے کہ اس وقت کپڑے کی یہ صنعت مشرکین ہی کے ہاتھ میں تھی، کپڑا سازی کی صنعت اور کپڑے کی تجارت اس زمانہ میں ایک باعزت پیشہ سمجھا جاتا تھا۔

چند نظائر بہ طور مثال کے تحریر کئے گئے ہیں، جن سے ظاہر ہے کہ پیشہ اور ذریعۂ معاش کے سلسلہ میں ہر شخص آزاد ہے، اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں، ہاں اگر کسی خاص پیشہ کے لئے مخصوص صلاحیت، علم اور تجربہ درکار ہو تو یہ بات ضروری ہوگی کہ جو شخص بھی اس پیشہ کو اختیار کرے، مسلمان ہو یا غیر مسلم، وہ اس کی اہلیت کا بھی حامل ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو طبابت سے منع فرمایا جو اس کا علم نہ رکھتا ہو، بلکہ اس کو مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن قرار دیا: "من تطبب ولم یعلم منه قبل ذلک الطب فهو ضامن" (أبوداؤد ۲ / ۶۳۰)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت وآبرو کا تحفظ

جان وزندگی کے بعد ایک شریف انسان کو جو چیز سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، وہ ہے عزت وآبرو کا تحفظ، کہ یہ شرافت انسانی کا اصل جوہر اور انسان کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے، اس باب میں مسلمانوں ہی کی طرح غیر مسلموں کو بھی عزت وآبرو کے تحفظ کا مساوی حق حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! ایک گروہ دوسرے کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا تمسخر کریں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، نہ ایک دوسرے پر طعن کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب دو'' (الحجرات:۱۱)، اسی طرح مردوں سے فرمایا گیا کہ وہ اپنی نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور یہی حکم مسلمان عورتوں کو بھی دیا گیا (النور:۳۰-۳۱)، یہ حکم مطلق ہے اور اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں، معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی عزت وآبرو کی بھی وہی اہمیت ہے، جو مسلمانوں کی ہے۔ عفت وعصمت کو مجروح کرنے والی جو چیزیں حرام ہیں، خواہ مسلمانوں کے ساتھ کی جائیں یا غیر مسلموں کے ساتھ، مطلقاً حرام ہیں۔ جو سزا کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کی ہے، وہی سزا غیر مسلم عورت کی بھی آبروریزی کی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ عزت وآبرو کی حفاظت کا وہی حق مسلم ریاست میں آباد غیر مسلم باشندوں کو حاصل ہے، جو مسلمانوں کو حاصل ہے۔

تعلیم وتعلم کا حق

مسلم حکومت میں ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا مساوی حق حاصل ہے، اسلام سے پہلے بعض قوموں نے ایسا استحصالی نظام قائم کر رکھا تھا کہ جو قوم بالا دست ہوتی وہ کچھ لوگوں کو اپنا غلام بنائے رکھنے کی غرض سے ان پر علم کا دروازہ بند رکھتی، اس سلسلہ میں سب سے واضح مثال خود ہندوستان کی ہے، جس میں برہمن شودر پر تعلیم کا دروازہ بند کیے ہوئے تھے، چنانچہ ہندو بھائیوں کے قانون شریعت منوسمرتی میں برہمنوں کے فرائض اس طرح ذکر کیے گئے ہیں: ''وید پڑھنا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وید پڑھانا، یگیہ کرنا، یگیہ کرانا، دان دینا، دان لینا یہ چھ کرم برہمن کے لئے بنائے" (۸۸:۱)، دوسری طرف تاریخ کی سب سے مظلوم قوم شودر کے بارے میں منو کی تعلیم اس طرح ہے: "جو شخص شودر کو دھرم اور برت کا اپدیش دیتا ہے، وہ مع اس شودر کے اسمبرت نام نرک میں جاتا ہے" (۸۱:۴)۔

اسلام نے تعلیم کے لئے ایسی کوئی حد بندی نہیں رکھی، رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں یہودیوں کے مدرسہ بیت المدارس کا معائنہ بھی فرمایا (صحیح بخاری ۲۰/۱، باب تعلیم الرجل أمته وأهله) اور باندیوں کو تعلیم دینے کی ترغیب دی ہے، بلکہ فرمایا کہ جو باندی کی بہتر تعلیم و تربیت کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، اس کے لئے دوہرا اجر ہے (صحیح بخاری ۲۰/۱، باب تعلیم الرجل امته واهله)، اور یہ بات معلوم ہے کہ باندیاں زیادہ تر غیر مسلم ہی ہوا کرتی تھیں، اس لئے اس سے غیر مسلموں کی تعلیم و تربیت کی طرف اشارہ اخذ کیا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلم دور حکومت بالخصوص عباسیوں کے دور میں بڑے بڑے غیر مسلم فضلاء موجود تھے اور حکومتیں ان کی اتنی ناز برداری اور قدر دانی کرتی تھیں کہ مسلمانوں کو بھی اس درجہ کا اعزاز و عنایت میسر نہیں آتا تھا۔

اسلام نے غیر مسلموں سے کسب علم کی بھی قطعاً حوصلہ شکنی نہیں فرمائی، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم و حکمت مؤمن کی متاع گم گشتہ ہے: "الکلمة الحکمة ضالة المؤمن" (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۷، عن أبی هریرةؓ، کتاب العلم ۲۲/۴)، خود رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے مشرک قیدیوں سے مسلمان بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا ہے، بلکہ اسی کو ان کا فدیہ قرار دیا (دیکھئے: مسند أحمد ۳۰۷/۱، حدیث نمبر: ۲۲۱۵/۲۷۹، ۳، عن ابن عباسؓ، بذل المجهود ۲۲/۴)، نیز حضرت زید بن ثابتؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے یہودیوں سے سریانی زبان سیکھی (أسد الغابة فی معرفة الصحابة ۲۳۲/۲، باب السزاء والیاء)، اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ غیر مسلم اپنے تعلیمی نظام میں آزاد ہیں، بلکہ تعلیم و تعلم میں مسلمانوں اور ان کے درمیان ربط رکھنا اسلام کی نگاہ میں کوئی ناپسندیدہ عمل نہیں، اور مسلم ریاست میں سرکاری تعلیمی نظام میں غیر مسلم ماہرین سے مدد لی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی حقوق

اسلامی نظام حکومت جس بنیاد اور اساس پر قائم ہے، وہ یہ ہے کہ انسانیت کے لئے قانون بنانا اللہ ہی کا حق ہے، اور حلال وحرام کی کلید اسی کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ خود پیغمبر اسلام ﷺ کے ذریعہ اعلان کرایا گیا: **"أفغير الله ابتغی حكما وهو الذی أنزل عليكم الكتاب مفصلا و الذين آتيناهم الكتاب يعلمون أنه منزل من ربك بالحق فلا تكونن من الممترين"** (الانعام:۱۱۴) (کیا میں غیر اللہ کے فیصلہ کا طلب گار بنوں، اور وہ خدا ہی ہے، جس نے تم پر کتاب کو وضاحت کے ساتھ اتارا ہے اور ہم نے جن لوگوں کو کتاب دی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی جانب سے حق کے ساتھ اتاری ہوئی ہے، لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام موجود ہوں، ان کے مقابلہ نہ کسی شخص کا حکم معتبر ہے، نہ افراد کے مجموعہ کا اور نہ کسی ملک یا قوم کی اکثریت کا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **"وإن تطع أكثر من فی الأرض يضلوك عن سبيل الله إن يتبعون إلا الظن وإن هم إلا يخرصون"** (الانعام:۱۱۶-۱۱۵) (اگر آپ زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کریں، تو وہ آپ کو خدا کی راہ سے ہٹا دیں گے، وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں)۔

جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کا آخری فیصلہ حکم ربانی ہی کے مطابق ہوگا۔ **"وما اختلفتم فيه من شئی فحكمه إلی الله ذلكم الله ربی عليه توكلت وإليه أنيب"** (الشوریٰ:۱۰) (جس چیز میں بھی تمہارا اختلاف ہو جائے، اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے، وہی اللہ میرا رب ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔

اس لئے ظاہر ہے کہ اسلام میں بنیادی قوانین کے وضع کرنے کا کوئی تصور نہیں، کیونکہ یہ منجانب اللہ وضع شدہ ہیں اور یہ بات عقل و مصلحت اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ انسانیت کے لئے قانون وضع کرنے اور حلال وحرام کی تعین کا حق اسی کے لئے سزاوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو انسانی ضروریات، جذبات اور مفادات سے پوری طرح واقف ہو، اور اس قانون سے خود اس کا کوئی مفاد متعلق نہ ہو، تاکہ وہ قانون پوری طرح عدل پر مبنی ہو اور اس میں کسی ایک طبقہ کی رعایت اور طرف داری ملحوظ نہ ہو، کسی بھی انسان یا انسانی گروہ کو اگر یہ کام سپرد کیا جائے، تو وہ یقیناً اس صلاحیت کا حامل نہیں ہوگا، کوئی بھی انسان تمام انسانیت کے مفادات سے کما حقہ آگاہ نہیں ہوسکتا، اور کوئی بھی انسان جو خود اس قانون کے دائرہ میں آتا ہو، عدل کے تقاضا کو کما حقہ پورا نہیں کرسکتا، وہ جس انسانی گروہ سے تعلق رکھتا ہو، ممکن نہیں کہ وہ اس کی رعایت اور اس کے مفادات کی پاسداری سے بالکلیہ مستغنی ہو جائے، اس لئے قانون کی لگام خدا کے ہاتھ میں دینا قانون کے عدل واعتدال پر مبنی اور انسانی زندگی کے لئے مفید وکارآمد ہونے کے لئے ناگزیر ہے۔

اسی لئے اسلام میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے بنیادی اور ضروری احکام مقرر ہیں، ان میں صرف تشریح قانون کی گنجائش ہے، وضع قانون کے لئے موقع نہیں اور ظاہر ہے کہ جو لوگ قانون الٰہی پر ایقان رکھتے ہوں، وہی اس کی تشریح وتوضیح، اس کی صحیح اسپرٹ کے ساتھ کرسکتے ہیں، جو لوگ اس نظام حیات پر یقین ہی نہ رکھتے ہوں، کیوں کر توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اس قانون کے مقصد کی پوری رعایت کرسکیں گے، اس پس منظر میں اسلامی مملکت میں مقننہ کے ارکان کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے، البتہ بہت سے قوانین انتظامی نوعیت کے ہوتے ہیں، جن کا مذہب سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا، جیسے ریلوے، پوسٹ، ٹیلیفون اور اس طرح کے انتظامی امور، ان شعبوں میں قانون سازی کی گنجائش ہے اور ان کا زیادہ تعلق تجربات اور ان امور سے آگہی سے ہے، ان شعبوں میں غیر مسلم بھائیوں سے بھی مشورے لئے جاسکتے ہیں، اسی طرح غیر مسلم اقلیت کو اپنے معاشرتی قوانین کے بارے میں اپنے مذہب اور طور وطریق پر چلنے کی آزادی ہے، اس لئے ایسے مسائل کے لئے ان کی علاحدہ مقننہ بھی ہوسکتی ہے۔

غرض کہ سیاست کے شعبہ میں غیر مسلموں کا دائرۂ عمل کسی قدر محدود ہوگا، لیکن ان کے مفادات کی پوری رعایت اور حفاظت ملحوظ رہے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں کو سرکاری عہدے

اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو کیا عہدے اور ذمہ داریاں دی جاسکتی ہیں، اس سلسلہ میں یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایسے عہدے جن سے مملکت کلی کا تحفظ اور سلامتی متعلق ہوتی ہے، اور جن میں رازداری کی رعایت ضروری ہے، غیر مسلموں کو نہیں دیئے جاسکتے، یہ اس لئے کہ اسلامی فکر پر تشکیل پانے والی مملکت سے جو محبت اس شخص کو ہوگی، جو اسلام پر ایمان رکھتا ہو، وہ محبت دوسروں کو نہیں ہوسکتی، اور ہر ایک ملک میں چاہے دستوری طور پر اس کی صراحت ہو یا نہ ہو، عملاً اسی کو برتا جاتا ہے، اسی بنیاد پر سربراہ مملکت کے لئے مسلمان اور صاحب عدل ہونا ضروری ہے، اس سلسلہ میں دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: **"يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونكم لا يألونكم خبالاً ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من أفواههم وما تخفي صدورهم أكبر، قد بينا لكم الآيات إن كنتم تعقلون"** (آل عمران: ۱۱۸) (اے مؤمنو! اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت اٹھاؤ، ان کا بغض ان کی زبانوں سے ظاہر ہوا جاتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے، ہم نے تمہارے احکام بیان کردیئے ہیں، اگر تم سمجھ داری سے کام لو)۔

لیکن جو حساس عہدے نہ ہوں، ان پر غیر مسلموں کو مامور کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ تو ملازمت ہے، اور غیر مسلم کو ملازم رکھا جاسکتا ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: **"أمّا استئجارهم فقد ثبت عن النبي ﷺ أنه استأجر دليلاً يدله على طريق الهجرة وكان مشركاً، فأمنه ودفع إليه راحلته هو والصديق"** (أحكام أهل الذمة ۱/۲۰۷، لابن القيم) (جہاں تک غیر مسلموں کو اجیر رکھنے کی بات ہے تو آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے راستہ کی رہنمائی کے لئے ایک غیر مسلم راستہ بتانے والا رکھا تھا، آپ ﷺ نے ان پر بھروسہ کیا، اور آپ ﷺ نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی سواری ان کو سپرد کی)۔

ابن قیم نے جس واقعہ سے استدلال کیا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ غیر مسلموں کو بعض حساس عہدے بھی سپرد کیے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ ان کی دیانت اور وفاداری پر پورا اطمینان ہو، چونکہ ہجرت کا معاملہ بہت ہی نازک معاملہ تھا، لیکن ایسے اہم واقعہ میں بھی آپ ﷺ نے ایک غیر مسلم پر اعتماد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فوجی معاملات میں بھی ضرورت و مصلحت کی رعایت کے ساتھ غیر مسلموں سے مدد لی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بنو قینقاع کے یہودیوں سے مدد لی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ خیبر میں مدینہ کے دس یہودی بھی آپ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے تھے (نصب الرایۃ ۳/ ۴۲۲)۔ اسی طرح غزوۂ حنین میں آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے مدد لی تھی، جو سیرت کا مشہور واقعہ ہے، ان شواہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے، فقہاء کا ایک بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ قابل بھروسہ مشرکین سے عسکری مدد بھی حاصل کی جاسکتی ہے (کتاب الاعتبار للحازمی، ۲۱۷، نصب الرایۃ ۳/ ۴۲۴)۔

چنانچہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں برابر اس پر عمل ہوا ہے، علامہ شبلی نعمانیؒ نے ذمیوں کے حقوق کے سلسلے میں اس پہلو پر بھی قلم اٹھایا ہے اور اپنے خاص مزاج و مذاق کے مطابق خوب داد تحقیق دی ہے، اس سلسلہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''بہر حال اسلام کے ابتدائی زمانے میں وہ خدمتیں اور عہدے جنہیں فوجی حیثیت بھی شامل تھی ذمیوں کو کم ملے، لیکن جس صیغے میں اس حیثیت کا لگاؤ نہ تھا وہ ذمیوں کے لئے کھلا رہا، بلکہ حق یہ ہے کہ خاص ان ہی کے قبضۂ اختیار میں رہا، خراج اور مال گذاری کے محکموں اور دفتر پر عموماً عیسائی اور آتش پرست قابض تھے، یہاں تک کہ اس دفتر کی زبان بھی لاطینی اور فارسی و قبطی رہی، شام میں ۸۷ھ تک دفتر خراج لاطینی زبان میں تھا، اور اس وقت انتسناس نام کا ایک عیسائی اس محکمہ کا افسر تھا، عراق کا دفتر حجاج بن یوسف کے زمانے میں فارسی سے عربی زبان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتقل ہوا، وہ بھی اس وجہ سے کہ دفتر خراج کے میر منشی نے جو آتش پرست تھا اور جس کا نام فرخ زاد تھا، مغرورانہ یہ دعویٰ کیا تھا کہ عربی زبان اس قابل نہیں کہ حساب کے تمام جزئیات کو ادا کر سکے۔

رفتہ رفتہ جب تمدن نے زیادہ ترقی کی اور ملکی اور فوجی صیغے میں فی الجملہ امتیاز ہوا تو ذمیوں کو ملکی صیغے میں بار ہونے لگا، سب سے پہلے اس کی ابتداء امیر معاویہؓ کے عہد میں ہوئی، یعنی ابن آثال ایک عیسائی حمص کا فنانشل کمشنر اور وہاں کا حاکم مقرر ہوا (تاریخ یعقوبی، ذکر حکومت معاویہؓ)، رفتہ رفتہ کوئی بڑے سے بڑا منصب اور عہدہ ایسا نہیں رہا جو غیر مذہب والوں کے دسترس سے باہر ہو، مذہبی صیغہ کو چھوڑ کر دربار میں سب سے بڑے عہدہ دار تھے، وزارت اور کتابت، کتابت آج کل اصطلاح میں چیف سکریٹری کے عہدے کے برابر تھی، یعنی ہر قسم کی فرامین سلطنت اور سلطنت غیر سے مراسلت کا کام اسی سے متعلق ہوتا تھا، اور اسی وجہ سے وزیر اعظم کے برابر یا اس سے دوسرے درجہ پر خیال کیا جاتا تھا، چنانچہ ابن خلدون نے مقدمۂ تاریخ میں جہاں اس عہدے کا ذکر کیا ہے، لکھا ہے: "**إن صاحب هذه الخطة لا بد أن يتخير من أرفع طبقات الناس**"۔

غرض یہ دونوں منصب جو اعلیٰ ترین مناصب تھے ذمیوں کو عطاء کئے گئے، عبد الملک بن مروان جو سلطنت بنو امیہ کا دوسرا تاجدار تھا، اس کا کاتب ابن سرجون ایک عیسائی تھا۔

دولت عباسیہ کے عہد میں ابو اسحاق صابی جو اس منصب پر ممتاز تھا، بڑے رتبے کا شخص گذرا ہے، اور ابن خلکان وغیرہ نے اس کے فضل و کمال کی بڑی تعریف کی ہے، سلطنت دیلم کا سرتاج عضد الدولہ جو شہنشاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا، اس کا وزیر اعظم ایک عیسائی تھا، جس کا نام نصر بن ہارون تھا، یہ تمام خلفاء و سلاطین دنیاوی جاہ و جلال کے ساتھ مذہبی شان بھی رکھتے تھے، یورپ کو اس قسم کی بے تعصبی اور فیاضی تک پہنچنے کے لئے ابھی کئی سو برس درکار ہیں"

(مقالات شبلیؒ: ۲۱۷، ۲۱۹)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ کی آزادی

جہاں تک غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں درج ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

الف- عقیدہ کی آزادی

ب- مذہب پر عمل کی آزادی

ج- مذہبی عبادت گاہوں کا تحفظ

د- تبلیغ مذہب کا مسئلہ

جہاں تک عقیدہ کی بات ہے، تو اس سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر بالکل واضح ہے کہ اس میں کسی جبر اور زبردستی کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي" (البقرۃ:۲۵۶) (دین میں کوئی جبر نہیں، ہدایت گمراہی کے مقابلہ واضح ہو چکی ہے)۔

ایک پیغمبر کی حیثیت سے آپ ﷺ اس بات کے لئے بے قرار تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دامن ہدایت میں آجائیں، اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا: "ولو شاء ربک لآمن من في الأرض كلهم جميعاً، أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين" (یونس:۹۹) (اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے، کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردیں گے)۔

ایک اور موقع پر فرمایا گیا: "فإن تولوا فإنما عليک البلاغ المبين" (النحل:۸۲) (اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو آپ پر صرف واضح طریقہ پر پیغام کا پہنچادینا ہے)۔

قرآن نے صاف کہا ہے: "لكم دينكم ولي دين" (الکافرون:۶)۔

ایک اور موقع پر ارشاد ہے: "لنا أعمالنا ولكم أعمالكم لا حجة بيننا وبينكم" (الشوریٰ:۱۵) (ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لئے تمہارے، ہمارے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں)۔

اس اصول پر پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء پوری قوت کے ساتھ قائم رہے، اور کبھی مسلمانوں نے اس مقررہ طریقہ سے انحراف نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے وسق نامی غلام سے بار بار خواہش کی کہ وہ اسلام قبول کر لے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اسلام قبول کر لے تو تجھے مسلمانوں کی امانت کی کوئی ذمہ داری سونپوں گا، لیکن وسق اس سے ہمیشہ انکار کرتے رہے، حضرت عمرؓ ہمیشہ اس کے جواب میں فرماتے: "لا إكراه في الدين" یہاں تک کہ وفات کے قریب آپ نے ان کو آزاد کر دیا (کتاب الاموال ۱/ ۱۵۴)۔

مذہبی جذبات کا احترام

اسلام نے نہ صرف یہ کہ غیر مسلم باشندوں کو عقیدہ وضمیر کی آزادی دی ہے، بلکہ اس بات کو بھی روا نہیں رکھا ہے کہ مسلمان حکمراں یا رعایا کوئی ایسی بات کہیں جو مذہبی اعتبار سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والے ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله" (الانعام: ۱۰۸) (وہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں، تم ان کو برا بھلا نہ کہو)۔

ایک بار مدینہ میں ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان اسی بات پر جھگڑا ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات پر افضل ہیں، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام؟ یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام عالم پر فضیلت دی ہے، مسلمان نے کہا: کیا محمد ﷺ پر بھی؟ یہودی نے کہا: ہاں! مسلمان نے اس یہودی کو تھپڑ مار دیا، جب رسول اللہ ﷺ پر یہ معاملہ پہنچا تو آپ ﷺ نے اس تکرار کو پسند نہیں فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن جب لوگ ہوش میں آئیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے موجود پائیں گے، معلوم کہ وہ بے ہوش ہی نہ ہوئے ہوں گے یا سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے (صحیح بخاری ۱/ ۴۸۵، عن أبي هريرة)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید نے اپنا وصف خاص یہ بیان کیا ہے کہ وہ پہلوں کی تصدیق کرنے والا ہے، **"مصدقاً لما بین یدیه"** (آل عمران:۳)، اس طرح قرآن اور حامل قرآن میں گذشتہ پیغمبروں کی تصدیق اوران کی زندگیوں پر بائبل کے ذریعہ جو غبار پڑ گیا تھا اس کو صاف کرنے کا کام کیا ہے، قرآن مجید یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے ہیں، اوران کی زبان میں خدا کی کتاب اتاری گئی ہے (ابراہیم:۴)۔ یہ ایک ایسا تصور ہے کہ جو اسلام سے پہلے موجود تمام مذاہب اوران کے پیشواؤں کے بارے میں مسلمان کو محتاط بناتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد کے پیغمبروں میں ہوں اور کسی بھی پیغمبر کی توہین کفر ہے۔

مذہب پر عمل کی آزادی

غیر مسلم اقلیت کو جیسے عقیدہ کی آزادی ہوگی ویسے ہی اپنے مذہبی طریقہ پر عبادت اور اپنے معاشرتی قوانین پر عمل کرنے کا بھی اختیار ہوگا، چنانچہ مدینے میں یہود عبادت کیا کرتے تھے اوران پر اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی ﷺ میں اپنے مذہب کے مطابق اوراپنے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ **"و قد مکّن النبی ﷺ وفد نصاریٰ نجران من صلاتهم فی مسجده إلی قبلتهم"** (أحکام أهل الذمة لابن القیم ۱/۳۱۶)۔

نہ صرف غیر مسلم رعایا بلکہ کسی مسلمان شوہر کے لئے اپنی غیر مسلم (یہودی/عیسائی) بیوی کو بھی ان کے مذہب کے مطابق عبادت اور مذہبی فرائض سے روکنے کی اجازت نہیں۔ **"ولیس له منعها من صیامها الذی تعتقد وجوبه، و إن فوّت علیه الاستمتاع فی وقته، ولا من صلاتها فی بیته إلی الشرق......ولیس لهم حملها علی أکل الشحوم واللحوم المحرمة علیهم"** (حوالہ سابق) (مسلمان شوہر کو حق نہیں کہ وہ اپنی غیر مسلم بیوی کو ان روزوں سے منع کرے، جس کو وہ واجب سمجھتی ہے، اگرچہ روزے کے وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرد اس سے استمتاع کے حق سے محروم ہوتا ہے اور نہ مرد اسے اپنے گھر میں مشرق یعنی ان کے قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرنے سے منع کر سکتا ہے...... مرد کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنی اس بیوی کو چربی اور ایسا گوشت کھانے پر مجبور کرے جو ان کے عقیدے کے مطابق ان پر حرام ہے)۔

اگر کسی مسلمان کی بیوی عیسائی ہو تو اسے حق ہوگا کہ اپنے شوہر کے گھر میں اپنی صلیب رکھے، اگر اس کے مذہب میں زنار پہنی جاتی ہو تو عورت کو زنار خریدنا اور خریدنے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہوگی (حوالہ سابق)۔

مجوسیوں کے یہاں غالباً ماں اور بیٹی سے نکاح درست سمجھا جاتا تھا، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مجوسی اپنے محرم رشتہ دار سے نکاح کر لے تو جب تک وہ مسلمان نہ ہوں ان کے معاملے میں کوئی دخل نہیں دیا جائے گا، جب دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو جائیں تو اب دونوں میں تفریق کر دی جائے گی (ہدایہ ۱۲۶/۳، باب نکاح أہل الشرک ط: إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)۔ اس سے صاف واضح ہے کہ غیر مسلم حضرات اپنے معاشرتی قوانین میں آزاد ہوں گے اور اپنے مذہب پر عمل کریں گے۔

اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے روشنی پڑتی ہے کہ یہود کے یہاں زنا کا ایک واقعہ پیش آیا وہ اس کا معاملہ حضور ﷺ کے پاس لائے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم تورات میں رجم کے بارے میں کیا پاتے ہو؟ وہ ابتداءً تو جھوٹ بولے اور معاملہ کو چھپانا چاہا، لیکن حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو تورات کے بڑے عالم تھے اور مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، انہوں نے ان کے جھوٹ کی قلعی کھول دی اور اس طرح اس زانی جوڑے پر تورات کے حکم کے مطابق سنگ سار کرنے کی سزا نافذ ہوئی (بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۳۵)۔

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حضرت غرفہ بن حارثؓ نے ذمیوں کے حقوق پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وأن يخلي بينهم وبين أحكامه" (مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۹۸۰۳)،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ہم غیر مسلموں کو ان کے مذہبی احکام کے بارے میں اپنی مداخلت سے آزاد رکھیں۔ ان صراحتوں سے واضح ہے کہ غیر مسلموں کو اپنے شخصی قوانین پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی، یہاں تک کہ شراب اور خنزیر پر جن کو اسلام میں سختی سے منع کیا گیا اگر کوئی غیر مسلم قوم اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق اس کو جائز اور حلال تصور کرتی ہو تو اسے نہ صرف اس کے کھانے پینے کی اجازت ہوگی بلکہ انہیں ان چیزوں کی خرید و فروخت کی بھی اجازت ہوگی اور ان کے حق میں اسے مال شمار کیا جائے گا (دیکھیے: ہدایۃ ۵/ ۹۲، باب البیع الفاسد، ط: کراچی)۔

عبادت گاہوں کی حفاظت کا حق

غیر مسلم اقلیت کی مذہبی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ حاصل ہوگا، قرآن مجید کے لب ولہجہ سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ وہ عبادت گاہوں کے انہدام کو بہت ہی مذموم عمل سمجھتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوٰت ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيراً ولينصرن الله من ينصره إن الله لقوی عزيز" (الحج: ۴۰) (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے بعض کے ذریعہ بعض کے دفع کا سامان نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، منہدم کر دیئے جاتے اور جو اللہ کی مدد کرتے ہیں، اللہ بھی ضرور ان کی مدد کرے گا، بے شک اللہ طاقت ور اور غالب ہے)۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے جو صلح فرمائی، اس کا ایک فقرہ اس طرح ہے: "ولنجران و حاشيتهم جوار الله تعالیٰ و ذمة محمد النبي ﷺ، رسول الله على أنفسهم و أموالهم و أرضهم و ملتهم و غائبهم و شاهدهم و عماراتهم و بيعهم و سلمهم لا يغير أسقف من أسقفيته ولا راهب من رهانيته" (کتاب السیر والخراج والعشر للشیبانی، ۲۴۹) (نجران اور ان کے گردوپیش والوں کے لئے جان و مال زمین، ملت،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود وغیر موجود، عمارتیں، عبادت گاہیں اور ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے، نہ کسی مذہبی عہدیدار کو اس کے عہدے سے معزول کیا جائے گا اور نہ کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس صلح کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

"صالح رسول الله ﷺ أهل نجران...... على أن لا تهدم لهم بيعة ولا يخرج لهم قس ولا يفتنوا عن دينهم مالم يحدثوا حدثاً" (أبوداؤد، حدیث نمبر: ۳۰۴۱) (حضور ﷺ نے اہل نجران سے اس بات پر صلح فرمائی کہ ان کی عبادت گاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی، نہ ان کے مذہبی پیشوا کو نکالا جائے گا، نہ انہیں ان کے دین سے ہٹنے پر مجبور کیا جائے گا، جب تک کہ وہ بے وفائی کا کوئی کام نہ کریں)۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اسی معاہدے کی تجدید فرمائی اور اس میں بھی ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا (کتاب السیر والخراج والعشر للشیبانیؒ ۲۵۰)۔

عہد صدیقی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے زیر کمان حیرہ کا علاقہ فتح ہوا، حضرت خالدؓ نے اہل حیرہ کے لئے جو دستاویز صلح لکھی، اس کے چند فقرے اس طرح ہیں: "نہ ان کے گرجے اور چرچ منہدم کئے جائیں گے،...... نہ ان کو سنکھ بجانے سے منع کیا جائے گا اور نہ ان کو ان کے تہواروں کے دن میں صلیب کے نکالنے سے روکا جائے گا" (موسوعۃ الخراج، (کتاب الخراج لأبی یوسف) ۱۴۳)۔

عانات نامی مقام سے حضرت خالدؓ کی فوج کا گزر ہوا، وہاں بھی ایک پادری آئے اور انہوں نے حضرت خالدؓ سے صلح کر لی، صلح نامہ کی شرائط اس طرح لکھی گئیں: "چرچ اور گرجے گرائے نہیں جائیں گے، اوقات نماز کو چھوڑ کر دن و رات میں جس وقت چاہیں انہیں سنکھ بجانے کی اجازت ہوگی اور وہ اپنے تہواروں میں صلیب نکالنے کے مجاز ہوں گے" (حوالہ سابق)۔ اس طرح اگر ان کے قدیم گرجے گر گئے تو انہیں دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت ہوگی: **"وإن انهدمت البيع والكنائس القديمة أعادوها"** (ہدایہ ۴/ ۳۲۳، باب الجزیۃ)۔

جہاں تک نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی بات ہے تو گو بعض اہل علم نے اس سے منع کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، لیکن غالباً یہ اس زمانے کے مصالح پر مبنی ہے اور اس پس منظر میں ہے کہ اس عہد میں غیر مسلم مسلمانوں کے آباد کئے ہوئے شہروں میں سکونت پذیر نہیں تھے، اس لئے کہ ان آبادیوں میں ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر بے ضرورت اور بے معنی ہوتی، اس ممانعت پر نہ کوئی آیت قرآنی موجود ہے اور نہ کوئی صحیح حدیث، بعض فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی مملوکہ اراضی میں عبادت گاہ تعمیر کرنے کی اجازت ہوگی، چنانچہ امام محمدؒ فرماتے ہیں: "ولا یمنعون أن یجعلوا بیعاً فی أراضیھم ولا صوامع ولا کنائس" (کتاب السیر والخراج والعشر للشیبانی ۲۵۳) (انہیں اپنی زمینوں میں عبادت گاہ، گرجے اور چرچ بنانے سے نہیں روکا جائے گا)۔

چنانچہ مسلمان سلاطین کے زمانے میں برابر ان کو اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت حاصل رہی، چنانچہ علامہ شبلی نعمانیؒ اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"خاص اسلامی شہروں میں اس کثرت سے گرجے، بت خانے، آتش کدے بنے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا، بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے، وہاں کے گرجوں کے نام معجم البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں، قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے، یوٹکیس نے جو ۳۲۳ھ میں اسکندریہ کا لارڈ بشپ تھا، اپنی کتاب میں جو عربی زبان میں ہے اور جس کو پروفیسر پوکاک نے لاٹین ترجمہ کے ساتھ چھاپا ہے، اس قسم کے بہت سے گرجوں کا نام اور ان کے حالات لکھے ہیں۔

خالد بن عبداللہ قسری نے جو ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں عراقین کا گورنر تھا اور عرب کے نہایت نامور لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے، اپنی ماں کے لئے جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی، ایک گرجا تعمیر کروایا تھا، عضد الدولۃ نے جو بہت بڑا نامور شہنشاہ گذرا ہے اور نہایت صاحب فضل و کمال تھا، اپنے وزیر نصر بن ہارون کو چرچ اور گرجے بنانے کی عام اجازت دی تھی، چنانچہ اس نے ۳۶۹ھ میں نہایت کثرت سے تمام ممالک اسلامیہ میں چرچ اور گرجے تعمیر کروائے" (مقالات شبلیؒ، ۲۰۲-۲۰۱)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے حقیقت یہ ہے کہ جہاں غیر مسلموں کی ایک قابل لحاظ تعداد ہو، وہاں ان کو اپنی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت ہوگی۔

عبادت گاہوں کے لئے وقف

جیسے غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت ہے، ویسے ہی ان کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے کہ اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لئے جائیدادیں وقف کریں اور وہ اسی مد میں خرچ کئے جائیں گے، اس بات پر فقہاء کی اس صراحت سے روشنی پڑتی ہے: "وإذا ضع یھودی أو نصرانی بیعة أو کنیسة فی صحته ثم مات فھو میراث، لأن ھذا بمنزلة الوقف عند أبی حنیفةؒ والوقف عنده یورث ولا یلزم......إذا أوصی أن تبنی داره بیعة أو کنیسة فھو جائز من الثلث...... و إن أوصی بداره کنیسة لقوم غیر مسمین جازت الوصیة عند أبی حنیفةؒ......ولأبی حنیفةؒ أن ھذه قربة فی معتقدھم، ونحن أمرنا بأن نترکھم وما یدینون فتجوز بناءً علی اعتقادھم" (ہدایہ ۸ / ۱۴۲-۱۴۳، باب وصیۃ الذمی) (جب یہودی یا عیسائی زمانہ صحت میں چرچ یا گرجا تعمیر کرے، پھر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ میراث شمار ہوگا، اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ وقف کے درجے میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقف میں میراث جاری ہوتی ہے اور وقف لازم نہیں ہوتا، جب ذمی وصیت کرے کہ اس کے گھر کو چرچ یا کلیسا بنا دیا جائے تو یہ وصیت ایک تہائی کے بقدر ترکہ میں جائز ہوگی...... اگر ذمی اپنے گھر کے کچھ غیر متعین لوگوں کے لئے کلیسا بنانے کی وصیت کر جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ وصیت جائز ہے...... امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ان کے عقیدے کے مطابق کار ثواب ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑ دیں، لہٰذا ان کے عقیدے پر بناء کرتے ہوئے یہ وصیت جائز ہوگی)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے عبادت گاہوں پر غیر مسلموں کے اوقاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر فتح کیا تو جس قدر اراضیات گرجاؤں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف تھیں اسی طرح بحال رہنے دیں، چنانچہ اس قسم کی جو اراضیات ۷۵۵ھ تک موجود تھیں، ان کی مقدار ۲۵/۲ ہزار فدان تھی (مقالات شبلیؒ، ۲۰۲، بحوالہ مقریزی ۲/۴۹۹)۔

ان سطور سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے بارے میں اسلام کا رویہ کس قدر فراخ دلی پر مبنی ہے، اس سلسلہ میں دمشق کی جامع مسجد کا واقعہ مشہور ہے کہ اس سے متصل یوحنا نامی گرجا واقع تھا، امیر معاویہؓ، عبدالملک بن مروان دونوں فرمانروائے اسلام نے اپنے اپنے زمانے میں عیسائیوں سے درخواست کی کہ وہ اس گرجا کا معاوضہ لے کر مسلمانوں کو دے دیں، لیکن عیسائی اس کے لئے راضی نہیں ہوئے، عبدالملک کے پیش رو ولید نے بھی اس کی کوشش کی اور عیسائیوں کی خشامدیں کی، لیکن وہ کسی طور آمادہ نہیں ہوئے تھے، بلکہ انہوں نے بادشاہ کو دھمکی دی کہ جو شخص اسے ڈھائے گا وہ پاگل یا کوڑھی ہو جائے گا، چنانچہ ولید نے خود سے مسجد منہدم کر دی اور اسے گرجا میں شامل کر لیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں عیسائیوں نے اپنا استغاثہ پیش کیا اور حضرت عمرؒ نے دمشق کے گورنر کو لکھ دیا کہ وہ حصہ منہدم کر کے عیسائیوں کے حوالہ کر دیں، چنانچہ مسلمانوں نے عیسائیوں کی خوشامد کر کے انہیں ایک خاص شرط کے ساتھ اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ گرجا کے اس حصہ سے باز آجائیں (مقالات شبلیؒ، ۲۰۰، ۲۰۱)۔ حضرت معاویہؓ اور عبدالملک بن مروان کی مجبوری اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فیصلہ اس بات کو بخوبی واضح کرتا ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا پورا پورا تحفظ کیا جائے گا، اور اس سلسلہ میں کسی جبر و اکراہ کی گنجائش نہیں ہوگی۔

مذہب کی دعوت و تبلیغ اور مرتد کی سزا

مذہبی آزادی میں ایک پہلو مذہب کی دعوت و تبلیغ کی آزادی بھی ہے، اسلامی مملکت چونکہ ایک مذہبی مملکت ہوتی ہے اور اسلام وہاں محض ایک انفرادی عقیدہ نہیں ہوتا، بلکہ مملکت کا آئین اس کے تابع ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے اس بات کو روا نہیں رکھا ہے کہ کوئی غیر مسلم گروہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرے اور ان کو اسلام سے کفر کی طرف لے جائے، بلکہ اگر دارالاسلام میں کوئی مسلمان مرد مرتد ہو جائے تو اسے غور وفکر کی مہلت دی جائے، اگر وہ اس مدت میں توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من بدل دينه فاضربوا عنقه" (ابوداؤد ۲/ ۵۹۸، باب الحکم فیمن ارتد، ترمذی ۱/ ۲۷۰، باب ما جاء فی المرتد)، یعنی جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو، البتہ ابوحنیفہؒ کے یہاں اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے قید میں رکھا جائے گا اور وہ اس وقت تک قید میں رہے گی، جب تک کہ اسے توبہ کی توفیق نہ ہو جائے۔

ارتداد کی یہ سزا دارالاسلام میں ہے نہ کہ دارالکفر میں، کیونکہ دارالاسلام میں اسلام سے ارتداد گویا ملک کے آئین سے بغاوت کے مترادف ہے اور دنیا کے ہر قانون میں بغاوت کی سزا قتل ہوتی ہے، جو ملک اسلامی نہ ہو اور جہاں اسلام کی حیثیت رعایا کے ایک مذہب کی ہو نہ کہ ملک کے دستور و آئین، وہاں ارتداد کی سزا قتل نہیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو نصح و موعظت سے کام لیا جائے گا۔ البتہ اسلام پر سنجیدہ تنقید کی بھی غیر مسلموں کے لئے گنجائش ہوگی، کیونکہ خود مدینہ میں یہود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنے خیال و گمان کے مطابق تنقیدیں کیا کرتے تھے، قرآن کے بعض احکام پر بھی معترض ہوتے تھے، چنانچہ قرآن کی بہت سی آیات ایسے ہی شبہات وتنقیدات کی رد میں ہے، نجران کے عیسائیوں کا وفد جب خدمت اقدس میں آیا تو آپ ﷺ سے باضابطہ بحث و مناقشہ ہوا، یہاں تک کہ جب انہوں نے دلیل و حجت کی زبان کو قبول نہیں کیا تو آپ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی، لیکن چونکہ وہ آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے حق ہونے سے واقف تھے، اس لئے انہیں مباہلہ کی ہمت نہیں ہوئی، یہ اور اس طرح کے واقعات پر غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو مسلمانوں پر سنجیدہ و مہذب تنقید کرنے کی بھی گنجائش ہے، بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم حضور ﷺ پر تنقید کرے تو اس کی وجہ سے مملکت کا اس سے جو معاہدہ ہے وہ ختم نہیں ہوگا: "ومن امتنع من الجزية أو قتل مسلماً أو سب النبي ﷺ أو زنىٰ بمسلمة لم ينتقض عهده" (جو جزیہ دینے سے رک گیا یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا، یا رسول اللہ ﷺ پر تنقید کی یا کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس کا عہد ختم نہیں ہوا)۔

آگے اس کی دلیل صاحب ہدایہ اس طرح دیتے ہیں: "ولنا أن سب النبی ﷺ کفر عنہ والکفر المقارن لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ" (ہدایہ ۳۲۶/۴، باب الجزیۃ، ط: کراچی) (ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں تنقید اس کی جانب سے فعل کفر کا ارتکاب ہے، اور جو کفر پہلے سے اس کے اندر موجود ہے، وہ اس کے ذمی ہونے میں مانع نہیں ہے، تو اب جو کفر طاری ہوا ہے، اس سے بھی عہد ذمہ ختم نہ ہونا چاہئے)۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ حکم ایسی تنقید کے لئے ہے، جو بدتمیزی اور بے ادبی کے دائرہ میں نہ آتی ہو، چنانچہ حضرت غرفہ بن حارث ؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کا گذر ایک مصری عیسائی پر ہوا، جس کا نام مندقون تھا، حضرت غرفہ بن حارث ؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، نصرانی نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کی شان میں بدگوئی کی: "فذکر النبی ﷺ فتناولہ" معاملہ عمر بن عباس ؓ کے پاس پہنچا، انہوں نے حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور کہا کہ ہم نے ان کو عہد دیا ہے، حضرت غرفہ ؓ نے فرمایا: "معاذ اللہ أن نکون أعطیناھم العھود والمواثیق علی أن یؤذونا فی اللہ ورسولہ إنما أعطیناھم علی أن بینھم وبین کنائسھم یقولون فیھا ما بدلھم وأن لا نحملھم مالا طاقۃ لھم بہ وأن تقاتل من ورائھم وأن یخلی بینھم وبین أحکامھم إلا أن یأتونا فیحکم بینھم بما أنزل اللہ" (مجمع الزوائد ۲۹۷/۶، حدیث نمبر: ۱۰۵۶۹) (معاذ اللہ! کہ ہم نے ان کو اس بات پر عہد و میثاق دیا کہ وہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملہ میں اذیت پہنچائیں، ہم نے انہیں اس بات پر عہد دیا ہے کہ وہ اپنی گرجاؤں میں آزاد ہوں گے، وہ اس میں جو چاہیں کہیں اور اس بات پر کہ ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، ان کی حفاظت کے لئے قتال کریں، ان کے باہمی قوانین میں دخیل نہ ہوں، سوائے اس کے کہ وہ لوگ ہمارے پاس کوئی معاملہ لائیں، تو ہم ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے)۔

یہ حکم تو مسلمانوں پر تبلیغ کا ہے، دوسری اقوام اور اصحاب مذاہب پر تبلیغ اور ان کی تبدیلی مذہب پر اسلام کو کوئی اعتراض نہیں، چنانچہ امام مالکؒ تبدیلی مذہب کی بناء پر قتل کی سزا سے متعلق حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ومعنى قول النبي ﷺ، فيما نرى والله أعلم، من غير دينه فاضربوا عنقه، أنه من خرج من الإسلام إلى غيره، مثل الزنادقة وأشباههم...... ولم يعن بذلك فيما نرى والله أعلم، من خرج من اليهودية إلى النصرانية ولا من النصرانية إلى اليهودية ولا من يغير دينه من أهل الأديان كلها إلا الإسلام" (مؤطا امام مالکؒ ۳۰۸، القضاء فیمن ارتدعن الاسلام) (ہمارے خیال میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: "من غير دينه فاضربوا عنقه" سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام سے مرتد ہوکر دوسرا مذہب اختیار کریں، جیسے زنادقہ وغیرہ،...... ہماری رائے میں اس سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو یہودیت چھوڑ کر نصرانیت یا نصرانیت چھوڑ کر یہودیت اختیار کریں اور نہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا حامل ہو، جو اپنا مذہب تبدیل کرلے)۔

اظہار رائے کی آزادی

اس وضاحت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو بھی مناسب حدود میں رہتے ہوئے اظہار رائے کا حق حاصل ہے، انتظامی مسائل میں تو وہ حکومت کے طریقۂ کار پر تنقید کرنے کا حق رکھتے ہی ہیں، اگر ان پر کوئی زیادتی ہو یا کوئی ایسا قانون بنے، جو معاہدہ یا ملک کے دستور میں اقلیتوں کو دی گئی ضمانتوں کے خلاف ہو تو ان کو اس پر احتجاج اور اظہار ناراضگی کا پورا حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم وكان الله سميعاً عليماً" (النساء:۱۴۸) (اللہ تعالیٰ بری بات کے زور سے کہنے کو پسند نہیں کرتا، سوائے اس شخص کے، جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ سننے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے اور جاننے والے ہیں)۔

اس آیت میں بلا امتیاز ہر طبقہ کو ظلم وزیادتی کے خلاف احتجاج کا حق دیا گیا ہے، اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، جو لوگ اسلام پر یقین نہیں رکھتے ہوں، انہیں تہذیب وشائستگی کے دائرہ میں رہتے ہوئے، اسلام کی کسی فکر پر عقلی اعتبار سے نقد کرنے کی اجازت ہوگی، البتہ بدگوئی، ناشائستگی، تمسخر اور بے ادبی کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ جو آزادی حدود وقیود سے بھی آزاد ہوجائے اور جس آزادی سے عزت وآبرو مجروح ہوتی ہو، وہ آزادی انسانیت کے لئے رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے اور نعمت نہیں بلکہ مصیبت ہے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک

جہاں تک حسن سلوک کی بات ہے تو اسلام نے حسن سلوک، مالی اعانت، پریشان حالوں کی مدد اور مفلسوں کی اعانت کے لئے مسلمان اور غیر مسلم کی قید نہیں رکھی ہے، بلکہ انسانی بنیادوں پر تمام ضرورت مندوں کی حاجت روائی کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم أن تبروھم وتقسطوا إلیھم إن اللہ یحب المقسطین، إنما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین وأخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی إخراجکم أن تولوھم ومن یتولھم فأولئک ھم الظالمون**" (الممتحنۃ:۸-۹) (اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف سے نہیں روکتے، جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہ کی ہو اور تم کو تمہارے گھروں سے نہ نکالا ہو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہیں، جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی، تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تم کو نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو ان سے دوستی کرے وہی ظالم ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت نے اصولی طور پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ جو قوم مسلمانوں سے برسر پیکار نہ ہو، مسلمانوں کو اس کے ساتھ حسن سلوک سے ہاتھ نہ کھینچنا چاہیئے، بعض حضرات غیر مسلموں کی ان کے کفر کی وجہ سے مدد کرنا نہیں چاہتے تھے، قرآن نے اس رویہ کو بھی ناپسند کیا اور کہا کہ ان کی ہدایت تمہارے ذمہ نہیں ہے اور تمہارا احسن سلوک بہر حال رائیگاں نہیں جائے گا، چنانچہ ارشاد ہے: **"لیس علیک هداهم ولکن الله یهدی من یشاء، وما تنفقوا من خیر فلأنفسكم، وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله، وما تنفقوا من خير يؤف إليكم وأنتم لا تظلمون"** (البقرۃ: ۲۷۲) ((اے نبی!) ان لوگوں کی ہدایت آپ کے ذمہ نہیں ہے، لیکن اللہ ہی جسے چاہتا ہے، ہدایت عطا فرماتا ہے اور تم جو بھی مال (اللہ کے لئے) خرچ کرو گے، وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے اور تم اللہ کی خوشنودی ہی کے لئے تو خرچ کرتے ہو، اور جو بھی مال خرچ کرو گے، تم کو اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہ ہوگی)۔

اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہریوں کی بات تو الگ ہے، جو لوگ مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں، قدرتی مصائب اور مشکلات کے موقعوں پر ان کے ساتھ بھی بہتر سلوک ہونا چاہیئے، چنانچہ جب مکّہ میں شدید قحط پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے سرداران مکّہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کو پانچ سو دینار بھیجے کہ وہ اسے مکّہ کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیں (رد المختار ۳/ ۳۰۲، باب المصرف)۔

غیر مسلم رعایا کی مالی ضرورتوں کا جو خیال مسلمان فرماں رواؤں کو ہوتا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے، جسے علامہ زیلعیؒ نے "کتاب الأموال" کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا جو لوگوں سے مانگ رہا تھا، آپ نے اس سے گداگری کی وجہ پوچھی، اس نے کہا: میرے پاس مال نہیں ہے اور مجھ سے جزیہ لیا جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تو ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا، کہ ہم نے تمہاری جوانی کی کمائی کھائی، پھر ہم تم سے جزیہ وصول کرتے ہیں اور اپنے گورنروں کو خط لکھا کہ بہت بوڑھے اشخاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جزیہ نہ لیا جائے" (نصب الرایہ ۳؍۴۵۳)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے "کتاب الخراج" کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اپنے پاس سے کچھ دے کر بیت المال کے افسر کو کہلا بھیجا کہ فقراء سے مراد مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب ہیں: "إنما الصدقات للفقراء والمساكين والفقراء هم المسلمون وهذا من المساكين من أهل الكتاب" (مقالات شبلیؒ، ۲۱۴)، اسی لئے امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ زکوٰۃ کے سوا دوسرے صدقات واجبہ بہ شمول صدقۂ فطر غیر مسلموں (اہل ذمہ) کو بھی دیا جا سکتا ہے، چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں: "ولا تدفع إلى ذمي لحديث معاذ وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج إليه أي الذمي ولو واجباً كنذر وكفارة وفطرة" (در مختار مع الرد ۳؍۳۰۱) (ذمی کو حضرت معاذؓ کی حدیث کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، زکوٰۃ اور عشر وخراج کے علاوہ دوسرے صدقات ذمی کو دئے جا سکتے ہیں، گو صدقات واجبہ ہوں، جیسے نذر، کفارہ اور صدقۂ فطر)۔

پس غیر مسلم اقلیت کو معاشی اعتبار سے وہی سہولتیں دی جائیں گی، جو مسلمان شہریوں کو دی جاتی ہیں، فرق صرف اس قدر ہوگا کہ زکوٰۃ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہوگی، خاص طور پر بیمار، معذور، آفت زدہ، مفلس اور قدرتی مصائب سے دوچار ملک کے تمام شہریوں کی اعانت انسانی بنیادوں پر کی جائے گی اور اس میں کوئی امتیاز روا رکھنا درست نہیں ہوگا۔

جزیہ کا مسئلہ

اسلامی مملکت میں غیر مسلموں پر ایک مخصوص ٹیکس جزیہ کا اور زرعی پیداوار پر خرچ کا لگایا جاتا ہے، جزیہ کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ نابالغ بچہ، عورت اور فاتر العقل پر جزیہ واجب نہیں، چنانچہ حافظ ابن قیم رقمطراز ہیں: "ولا جزية على صبي ولا إمرأة ولا مجنون هذا مذهب الأئمة الأربعة وأتباعهم، قال ابن المنذر ولا أعلم عن غيرهم خلافهم" (أحكام أهل الذمہ ۱؍۴۸) (نابالغ بچہ، عورت اور مجنون پر جزیہ نہیں، یہی ائمہ اربعہ اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متبعین کا مذہب ہے، ابن منذر نے کہا: میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی اور کو بھی اس رائے سے اختلاف ہو)۔

اسی طرح بوڑھے، معذور، نابینا، دائم المریض پر بھی جزیہ واجب نہیں، گو وہ مرفہ الحال ہو، چنانچہ ابن قیم فرماتے ہیں: ''بہت بوڑھے، اپاہج، نابینا، ایسا مریض جس کی صحت کی امید نہ ہو، پر جزیہ نہیں، اگر چہ وہ خوش حال ہوں، یہی امام احمدؒ اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہؒ، امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کی رائے ہے'' (حوالہ سابق ۱/ ۵۳)۔

نیز جو شخص محتاج نادار ہونے کی وجہ سے جزیہ ادا کرنے سے قاصر ہو، اس پر بھی جمہور فقہاء کے قول پر جزیہ واجب نہیں ''ولا جزية على فقير عاجز عن أدائها هذا قول الجمهور'' (حوالہ سابق ۱/ ۵۲)، وہ راہب جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہوں، ان پر بھی جزیہ واجب نہیں: ''ولا توضع على الرهبان الذين لا يخالطون الناس'' (ہدایہ ۴/ ۲۱۸، باب الجزیۃ)۔

جزیہ کی مقدار کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ فی کس ایک دینار جزیہ واجب ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے لئے جزیہ کی یہی مقدار لکھی تھی کہ ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس کے برابر کپڑے لئے جائیں۔ ''من كل حالم ديناراً أو عدله معافر'' (أبوداؤد، باب فی زکوۃ السائمۃ)، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معاشی حالت کے اعتبار سے جزیہ کی مقدار میں فرق کیا گیا ہے، جو مرفہ الحال لوگ ہوں، ان سے سال میں اڑتالیس درہم، متوسط درجہ کی معیشت والوں سے چوبیس درہم، اور کمتر درجہ کی معیشت والوں سے بارہ درہم، پھر یہ پوری رقم ایک ساتھ وصول کرنے کے بجائے انہیں سہولت دی جائے گی کہ ماہ وار قسط ادا کریں، مرفہ الحال لوگ ماہانہ چار درہم، درمیانی درجے کے لوگ ماہانہ دو درہم اور معمولی معیشت کے لوگ ماہانہ ایک درہم (ہدایہ ۴/ ۳۱۳، باب الجزیۃ، ط: کراچی)، پھر اگر کسی پر دو سال کے جزیے جمع ہو گئے، تو اب اس میں تداخل ہو جائے گا، یعنی ایک ہی جزیہ ادا کر دینا کافی ہوگا (حوالہ سابق ۴/ ۳۲۰)۔

امام ابوحنیفہؒ نے جزیہ کی مقدار میں حضرت عمرؓ کے عمل سے استدلال کیا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اپنے عہد خلافت میں مفتوحہ علاقوں میں جزیہ کی وہی مقدار متعین کی تھی (دیکھئے: نصب الرایہ ۳/ ۴۴۸، بحوالہ طبقات ابن سعد و کتاب الأموال)۔ غور کیجئے کہ جزیہ کی یہ مقدار کتنی معمولی ہے کہ بارہ درہم تین تولہ سے کچھ کم چاندی ہوتی ہے۔

عام طور پر قانون جزیہ پر اعتراض کیا جاتا ہے اور اس کو غیر مسلموں کے ساتھ ناانصافی کہا جاتا ہے، لیکن درحقیقت یہ ناانصافی نہیں، بلکہ ان کے تحفظ کی ذمہ داری کا ایک حقیر معاوضہ اور معمولی اجرت ہے، اس سلسلہ میں تین نکات پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اول یہ کہ ایسا نہیں کہ اسلام نے پہلی بار کسی قوم پر جزیہ عائد کیا ہو، بلکہ رعایا سے ٹیکس کی وصولی کا یہ ایک قدیم طریقہ تھا، جس کو اسلام نے باقی رکھا، چنانچہ علامہ شبلی نے "مفاتیح العلوم" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جزیہ بنیادی طور پر فارسی زبان کا لفظ ہے، جو عربی زبان میں منتقل ہوا ہے، چنانچہ نقل کرتے ہیں: "وجزاء رؤس أهل الذمة جمع جزية وهو معرب گزية وهو الخراج بالفارسية" (مقالات شبلیؒ، ۲۲۲)، پھر مشہور مؤرخ طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ نوشیرواں نے اپنے ملک میں شرفاء، فوجی وغیرہ کو چھوڑ کر دوسری رعایا پر جزیہ عائد کیا اور ان کے چار طبقات کئے، ایک پر بارہ درہم، دوسرے پر آٹھ، تیسرے پر چھ اور چوتھے پر چار۔ "وألزم الناس الجزية ما خلا الخ" (مقالات شبلی/ ۲۲۳، بحوالہ تاریخ طبری ۲/ ۹۶۲)۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بہ وقت ضرورت ہر مسلمان پر جہاد اور مملکت کی حفاظت فرض ہے، لیکن اسلامی مملکت میں غیر مسلم رہتے ہوں ان کے لئے یہ بہت بڑی رعایت ہے کہ ان پر جنگ میں شرکت لازم نہیں، بلکہ مسلمانوں پر ان کی حفاظت کی ذمہ داری ہے، تو یہ گویا ان کی حفاظت اور جنگی خدمات سے ان کے بریٔ الذمہ ہونے کا معاوضہ ہے، اسی لئے عہد ذمہ، جزیہ اور ان کے تحفظ کا ساتھ ساتھ ذکر آتا ہے، حضرت عمرؓ نے آخر آخر اپنے جانشین کو جو نصیحت فرمائی، اس میں یہ فقرہ بھی تھا: "أوصيه بذمة الله و ذمة رسوله أن يوفى لهم بعهدهم وأن يقاتل من ورائهم ولا يكلفوا إلا طاقتهم" (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(میں ان کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے ان کا عہد پورا کیا جائے، ان کا دفاع کیا جائے اور ان کو طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے)۔

تیسری بات یہ ہے کہ انتظام مملکت کے لئے ٹیکس ایک ضروری شئی ہے اور اس سے چارہ نہیں، چنانچہ مسلمانوں سے زکوٰۃ اور مختلف عنوان سے صدقات وصول کئے جاتے ہیں، اگر غیر مسلموں سے بھی زکوٰۃ یا صدقہ وصول کیا جاتا تو یہ ان کو ایک خالص اسلامی مذہبی عمل پر مجبور کرنے کے مترادف ہوتا، جو ظاہر ہے کہ مذہبی آزادی کے مغائر ہوتا، اس لئے اسلام نے ان پر ایک غیر مذہبی ٹیکس عائد کیا۔ اگر ان نکات کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جزیہ ان پر ظلم نہیں ہے، بلکہ یہ ان کی حفاظت کا معاوضہ، مملکت کے انتظام وانصرام میں ان کی اعانت اور ان کو خالص اسلامی عبادت کے لزوم سے بچانا ہے۔

خراج

''خراج'' زمین سے متعلق ٹیکس ہے، حضرت عمرؓ سے پہلے کسی زمین پر خراج حاصل نہیں کیا گیا، حضرت عمرؓ کے عہد میں مصر و شام اور عراق تک اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا، تو آپ نے صحابہؓ کے مشورہ سے خراج عائد کیا، چنانچہ اہل عراق پر جو خراج متعین ہوا وہ یوں کہ ایک جریب کھجور کے باغ پر دس درہم، انگور کے باغ پر آٹھ درہم، قضب (لمبی اور پھیلی ہوئی شاخوں والا ایک درخت) پر چھ درہم، گیہوں پر چار درہم اور جو پر دو درہم (نصب الرایہ ۳/۴۳۸)، جریب سے مراد ساٹھ ہاتھ لمبا اور ساٹھ ہاتھ چوڑا حصۂ زمین ہے اور ہاتھ سے مراد سات مشت ہے، جب کہ عام ہاتھ چھ مٹھیوں کا ہوتا ہے (المغرب)، اگر غور کیا جائے تو زمین کی پیداواری صلاحیت کے اعتبار سے مقدار بہت معمولی ہے، پھر اس پر بھی اگر سیلاب آجائے، اور کھیتی نہ ہو سکے یا سوکھا پڑ جائے یا کسی اور قدرتی آفت کی وجہ سے کھیتی برباد ہو جائے تو اب اس پر خراج واجب نہیں، اسی طرح اگر زمین میں پیداوار کم ہوتی ہو تو امام کو چاہئے کہ خراج کی مقدار کم کر دے، چنانچہ ہدایہ میں ہے: ''فإن لم تطق ما وضع علیها نقصها الإمام...... وإن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلب على أرض الخراج الماء، أو انقطع الماء عنها أو اصطلم الزرع آفة، فلا خراج عليه"(ہدایہ ۴/۳۰۹،باب العشر والخراج)۔

یہ خراج بھی زمینی ٹیکس ہے، جو ہر حکومت میں مملکت کی ضروریات کے لئے رعایا سے وصول کیا جاتا ہے، مسلمانوں سے ان کی پیداوار میں عشر وصول کیا جاتا ہے، اگر غیر مسلموں پر بھی یہی ٹیکس واجب قرار دیا جاتا تو یہ ان کو مسلمانوں کے ایک مذہبی عمل پر مجبور کرنے کے مترادف ہوتا، اس لئے بجائے عشر کے ان پر خراج واجب قرار دیا گیا اور اس کی مقدار اتنی معمولی رکھی گئی کہ جس کو کسی بھی طرح غیر مسلموں کے ساتھ ظلم نہیں کہا جاسکتا۔

قانون امان

رسول اللہ ﷺ جس عہد میں تشریف لائے، وہ لا قانونیت کا زمانہ تھا اور لوگوں کے لئے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت بہت دشوار ہوتی تھی لیکن چونکہ صحرائے عرب میں غذائی پیداوار ضرورت سے بہت کم تھی، اور بغیر سفر کے معاشی ضروریات کی تکمیل ممکن نہیں تھی، اس لئے انہوں نے بعض ایسے قبائلی قوانین مقرر کر رکھے تھے، جن سے تجارت اور سفر وغیرہ میں بہت سہولت بہم پہنچتی تھی، ان میں ایک حرام مہینوں میں جنگ بندی کا قانون تھا، جو دین ابراہیمی کا ایک حصہ تھا، دوسرے امان اور پناہ دینے کا قانون، یعنی جب کوئی شخص کسی کو اپنے پناہ میں لے لیتا تو وہ اور اس کا پورا قبیلہ اس کا محافظ بن جاتا اور لوگ اس امان کا احترام کرتے۔

اسلام نے بھی امان کے حکم کو باقی رکھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وإن أحد من المشركين استجارك فاجره" (التوبہ:٦) (اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو)۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من أمن رجلا على دمه فقتله فإنه يحمل لواء غدر يوم القيامة" (ابن ماجہ، حدیث نمبر:۲۷۲۰) (جس شخص نے کسی کو جان کی امان دی، پھر اس کو قتل کردیا، وہ قیامت کے دن دھوکہ دہی کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوگا)۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے سنا: "من أمن رجلا فقتله وجبت له النار وإن كان المقتول كافراً" (مجمع الزوائد ۶/ ۲۸۵، بحوالہ طبرانی وفیہ سلیمان بن أحمد الواسطی وھو متروک) (جس نے کسی شخص کو پناہ دی اور پھر اسے قتل کردیا، اس کے لئے جہنم واجب ہے، گو مقتول کافر ہو)۔

امان دینا بنیادی طور پر امیر کا حق ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ خود امان کا اعلان فرماتے تھے، نہ کہ عام صحابہؓ، فتح مکّہ کے موقع سے رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: "من دخل دار أبي سفيان فهو آمن، ومن أغلق داره فهو آمن، ومن دخل المسجد فهو آمن" (أبوداؤد، حدیث نمبر: ۲۲ ۳۰) (یعنی جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو، اسے امن ہے اور جو اپنے دروازے بند کرلے، اسے امن ہے، جو مسجد میں داخل ہو جائے، اسے امن ہے اور بعض روایتوں میں یہ فقرہ بھی ہے کہ جو ہتھیار ڈال دے، اسے امن ہے: "من ألقى السلاح فهو آمن"۔

ہاں! یہ بات ممکن ہے کہ امیر اپنی طرف سے کسی مسلمان یا عام مسلمانوں کو یہ حق سونپ دے کہ وہ جسے چاہے امان دے دے، ایسی صورت میں وہ لوگ وکالۃً اپنے امیر کی طرف سے امان دیں گے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکّہ کے موقع پر ام ھانی بنت ابی طالب سے فرمایا تھا: "قد أجرنا من أجرت، وأمنا من أمنتِ" (أبوداؤد، حدیث نمبر: ۲۷۶۳) (تم جسے پناہ دو، اسے ہم نے پناہ دی اور جسے تم امان دو، اسے ہم نے امان دی)۔

آج کل یہی کام ملک کے سفارت خانے کیا کرتے ہیں، اگر ملک کے ہر شہری کو امان دینے اور ملک میں داخلہ کا اجازت نامہ جاری کرنے کی اجازت دے دی جائے تو موجودہ حالات میں ملک وقوم کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔

غیر مسلموں کے لئے شہریت

جہاں تک مسلمان ملک میں غیر مسلموں کو شہریت دینے کی بات ہے تو اس کی گنجائش موجود ہے، بشرطیکہ اس ملک کی جغرافیائی اور فکری سلامتی کے لئے خطرہ نہ ہو، اس سلسلہ میں فقہاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی چند جزئیات سے روشنی ملتی ہے:"وإذا دخل الحربی إلینا مستأمنا لم یمکن أن یقیم فی دارنا سنة، ویقول له الإمام إن اقمت تمام السنة وضعت علیک الجزیة، وإذا أقامها بعد مقالة الإمام یصیر ذمیا" (جب حربی امان لے کر ہمارے ملک میں داخل ہوتو اس کو ایک سال تک اقامت کی اجازت نہیں دی جائے گی اور امام اس سے کہے گا کہ اگر تم نے پورے سال قیام کیا تو میں تم پر جزیہ عائد کردوں گا اور جب امام کے یہ کہنے کے بعد بھی وہ پورے سال قیام کرے، تو ذمی ہوجائے گا)۔"فإن دخل الحربی دارنا بأمان فاشتری أرض خراج فإذا وضع علیه الخراج فهو ذمی" (اگر حربی امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوجائے اور خراجی زمین خریدے، پھر جب اس پر خراج لگایا جائے تو وہ ذمی ہے)۔"وإذا دخلت حربیة بأمان فتزوجت ذمیاً صارت ذمیة" (جب کوئی حربی عورت امان لے کر داخل ہو اور وہ ذمی یعنی دارالاسلام کے غیر مسلم شہری سے نکاح کرلے تو وہ بھی ذمیہ ہوجائے گی)

(ہدایہ ۴/ ۲۹۲ تا ۹۴، باب المستأمن)۔

ان جزئیات سے واضح ہے کہ اگر کسی غیر مسلم کو مسلم ملک میں بسنے کی اجازت دے دی جائے، وہ یہاں زمین خرید کرلے اور اس پر خصوصی ٹیکس جاری کردیا جائے یا کوئی غیر مسلم عورت دارالاسلام کے کسی غیر مسلم مرد سے نکاح کرلے تو اسے بھی آپ سے آپ دارالاسلام کی شہریت حاصل ہوجائے گی۔

تاہم اس سلسلہ میں فقہاء نے جو جزئیات لکھی ہیں، وہ زیادہ تر قیاس ورائے پر مبنی ہیں، نہ کہ نصوص پر، اس لئے اس کا انحصار ملک کے مفادات ومصالح پر ہے اور حکومت کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ حالات وضروریات کے اعتبار سے قانون وضع کرے، اور ملک کی سالمیت اور انسانی ہمدردی کے تقاضوں، دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر اسلامی ممالک میں آباد اقلیتوں کے حقوق اسلامی منشور کی روشنی میں

مولانا اختر امام عادل قاسمی ☆

انسانی حقوق کا اسلامی منشور

اسلام انسانی حقوق کا اولین علمبردار ہے، یورپ میں بنیادی یا انسانی حقوق کی اصطلاح کو رائج ہوئے تین ساڑھے تین سو سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، یہ درحقیقت فطری حقوق کے اس قدیم نظریہ ہی کا دوسرا نام ہے جسے اولاً یونانی مفکر زینو (ZENO) نے پیش کیا تھا، اور پھر روم کے مشہور تعقن سِسرو (CICERO) نے قانونی اور دستوری زبان میں مزید واضح کیا۔

بنیادی حقوق کا تصور

گائس ایز یچیو فار بنیادی حقوق کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"انسانی یا بنیادی حقوق جدید نام ہے۔ ان حقوق کا جنہیں روایتی طور پر فطری حقوق کہا جاتا ہے اور ان کی تعریف یوں ہوسکتی ہے کہ وہ اخلاقی حقوق جو ہر انسان کو ہر جگہ اور ہمہ وقت اس بنیاد پر حاصل رہتے ہیں کہ وہ دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ وہ ذی شعور و ذی اخلاق ہے۔ انصاف کو بری طرح پامال کئے بغیر کوئی بھی شخص ان حقوق سے محروم

☆ مہتمم جامعہ ربانی منورا شریف، سمستی پور، بہار۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا جا سکتا (بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین ر ۲۷)۔

بنیادی حقوق کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے جسٹس جیکسن کہتے ہیں:

"کسی شخص کی زندگی، آزادی، ملکیت، آزادئ تقریر و تحریر، آزادئ عبادت و اجتماع اور اسی طرح کے دوسرے بنیادی حقوق کسی رائے شماری کے لئے پیش نہیں کئے جا سکتے، ان کا انحصار انتخابات کے نتائج پر ہرگز نہیں ہے (حوالہ سابق)۔

یورپ میں یہ تصور بقول ڈبلیو فریڈین اولاً قرون وسطی کے معاشرتی نظام کے خلاف اور ثانیاً سترہویں اور اٹھارہویں صدی کی جدید ریاست کی آمرانہ حکومت کے خلاف ردعمل کے طور پر ابھرا ہے۔ جبکہ اسلام نے جو تصور حقوق پیش کیا وہ کسی ردعمل کا نتیجہ نہیں۔

اس طرح مغرب نے انسانی حقوق کا جو خاکہ پیش کیا اس کی حیثیت اپنے تاریخی پس منظر کی بنا پر دفاعی ہے، جبکہ اسلام کے نقشۂ حقوق کی حیثیت اقدامی ہے۔

مغربی تصور اور اسلامی تصور کے امتیازات

۱- مغرب میں بنیادی حقوق کا دائرہ صرف فرد اور ریاست کے تعلقات تک محدود ہے، وہاں ان حقوق کو بنیادی قرار دیا جاتا ہے جو ریاست کے وسیع اختیارات کے مقابلے میں ایک شہری کو حاصل ہوتے ہیں۔ وہاں فرد اور ریاست باہم فریق نظر آتے ہیں۔ اور دستور کی حیثیت ان کے درمیان ایک سمجھوتے کی سی ہوتی ہے، جبکہ اسلام میں عام شہری اور حکمراں باہم فریق نہیں ہیں، بلکہ یہ دونوں یکساں حیثیت میں اپنے رب اور حقیقی مقتدر اعلی کے ساتھ ایک عہد وفاداری میں بندھے ہوئے ہیں، یہاں دونوں اپنی ان ذمہ داریوں کے پابند ہیں جو مقتدر اعلی کی جانب سے ان کو دی گئی ہیں، نہ شہری کے حقوق حکمراں کے تسلیم شدہ ہیں، اور نہ حکمراں کے اختیارات شہری کے منظور کردہ (حوالہ سابق)۔

۲- اور سب سے اہم فرق یہ ہے کہ وہ مقتدر اعلی ہستی کون ہے؟ جس کی اطاعت و فرمانبرداری ریاست کے حکمراں پر بھی لازم ہے اور ہر فرد پر بھی، اور جو تمام اختیارات کا آخری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکز ہے۔ یورپ انسانوں ہی کے ایک مجموعہ کو اس ہستی کا مصداق ٹھہراتا ہے، اور اس طرح نتیجہ کے طور پر وہ انسانوں کو حاکم ومحکوم کے دو طبقوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ مقتدر اعلیٰ وہ ہستی ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک اور رب السموات والارض ہے۔ دنیا کے تمام انسان صرف اسی کے احکام کے پابند ہیں۔ بحیثیت انسان ان میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ سب کے سب خدا کے محکوم ہیں، یہاں حاکم ومحکوم کی طبقاتی تقسیم نہیں ہے، اور روئے زمین پر یہ انسانی حکومت کوئی حقیقی حکومت نہیں، بلکہ بحیثیت خلیفۃ اللہ ایک نیابتی حکومت ہے، جس شخص کو یہ منصب دیا جائے وہ دراصل زمین پر خدا کا خلیفہ ہوگا، جو اللہ کے بندوں پر اللہ کے احکام نافذ کرے گا اور اس کی سلطنت کا ہر ضابطہ ودستور حکم الٰہی کا پابند ہوگا۔ قرآن میں متعدد جگہوں پر مختلف اسلوبوں میں اس کا اعلان کیا گیا ہے۔

☆ "إن الحكم إلا لله" (یوسف:۴۰) (فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں)۔

☆ "ألا له الخلق والأمر" (الاعراف:۵۴) (خبردار خلق اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا ہے)۔

☆ "لم يكن له شريك في الملك" (بنی اسرائیل:۱۱۱) (بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں)۔

☆ "ولا تدع مع الله إلهاً آخر لا إله إلا هو" (القصص:۸۸) (اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ پکارو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

☆ "له ما في السموات وما في الأرض وما بينهما وما تحت الثرى" (طٰہٰ:۷) (مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو زمین وآسمان کے درمیان ہیں اور جو مٹی کے نیچے ہیں)۔

اس خدائی سلطنت میں انسان کی حیثیت کیا ہے اس کے بارے میں ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"إنا أنزلنا إليک الکتاب بالحق لتحکم بين الناس بما أراک الله" (النساء:۱۰۵) (ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس علم حق کے ساتھ فیصلہ کرے جو خدا نے تجھے دیا ہے)۔

"وعد الله الذين آمنوا منکم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض کما استخلف الذين من قبلهم" (النور:۵۵) (اللہ نے جو وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کیا ہے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں (مومنین وصالحین) کو خلیفہ بنایا تھا)۔

یہ مغرب کی بنیادی غلطی تھی کہ اس نے قانون سازی کے باب میں مقتدر اعلی کی ہستی کو تبدیل کر دیا، انسان خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا، قوموں اور افراد کی اجتماعی اور شخصی نفسیات سے باخبر، اور پاکیزہ جذبات واحساسات کا حامل ہو، اور کتنی ہی غیر جانبداری کے ساتھ قانون سازی کا کام انجام دے، مگر شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کے مرتب کردہ قوانین پر اس کے ذاتی، نسلی، خاندانی یا قومی رجحانات کا اثر پڑنا لازمی ہے۔ اپنے محدود علم ومطالعہ اور متاثر ہونے والے ذہن ومزاج کے ساتھ انسانی برادری کے ہر طبقہ کے ساتھ مکمل انصاف کا معاملہ کر ہی نہیں سکتا، یہ کام صرف اس قادر مطلق ہستی کا ہے جس کو ہر چیز کی خبر ہے، اور جو ہر قسم کے خیالات واحساسات سے بالاتر ہے، اور جس کو اپنے ہر بندے سے پیار اور تعلق ہے۔

عالمی منشور ایک نامکمل منشور

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام قوموں نے مختلف علاقائی، قومی، الہامی اور غیر الہامی قوانین ودساتیر کو سامنے رکھ کر انسانی حقوق کا ایک منشور مرتب کیا جس کو آخری شکل پائے ہوئے پچاس سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے، مگر یہ عالمی منشور اپنی معنویت، نفاذ اور دائرہ عمل کے لحاظ سے آج تک تشنہ ہے، جس کا احساس خود مغربی مفکرین کو بھی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہینز کیلسن کا یہ تبصرہ ملاحظہ ہو:

"خالص قانونی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو منشور کی دفعات کسی بھی رکن ملک پر انہیں تسلیم کرنے اور منشور کے مسودہ یا اس کے ابتدائیہ میں صراحت کردہ انسانی حقوق اور آزادیوں کو تحفظ دینے کی پابندی عائد نہیں کرتیں، منشور کی زبان میں کسی ایسی تعبیر کی گنجائش نہیں ہے جس سے یہ مفہوم نکلتا ہو کہ رکن ممالک اپنے شہریوں کو انسانی حقوق اور آزادیاں دینے کے قانونی طور پر پابند ہیں" (دی لائف یونائیڈ ڈیشنس لندن ۱۹۵۰ء/ ۱۵)۔

عالمی منشور نے ایک فرد کو بحیثیت فرد کیا دیا ہے اس کے بارے میں کارل منہائم کہتے ہیں:

"منشور نے کسی فرد کو یہ قانونی حق نہیں دیا کہ وہ منشور میں دیئے گئے حقوق اور آزادیوں میں سے کسی ایک کے سلب ہو جانے کی صورت میں بین الاقوامی عدالت یا اقوام متحدہ کے سب سے بڑے ادارۂ انصاف، بین الاقوامی عدالت انصاف سے اپیل کر سکے، اس عدالت کے قانون کی دفعہ ۳۴/ میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ عدالت کے سامنے صرف ریاستیں ہی فریق کے طور پر پیش ہو سکتی ہیں" (ڈیا گونوس آف آور ٹائم، لندن ۱۹۴۷ء، ص: ۱۵)۔

منشور میں دیئے گئے معاشی اور سماجی حقوق پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رفائل لکھتے ہیں:

"یہ نام نہاد معاشی اور سماجی حقوق کوئی بین الاقوامی فرض عائد نہیں کرتے، یہ ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق کچھ چیزیں دینے سے ہیں، مثلاً معقول آمدنی، اسکول اور سماجی خدمات وغیرہ، لیکن کسی سے کہا گیا کہ وہ یہ چیزیں مہیا کرے؟ یہ فرض آخر کس سے متعلق ہے؟ اقوام متحدہ کے منشور انسانی حقوق کے مصنفین جب یہ کہتے ہیں کہ ہر فرد کو سماجی تحفظ کا حق حاصل ہوگا تو کیا ان کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد کو ایک عالمگیر نظام تحفظ کو کچھ عطیہ دینا چاہیئے، جس سے ضرورت پڑنے پر وہ فائدہ اٹھا سکے گا، اگر واقعی ان کی مراد یہی ہے تو ان عہدناموں کے مسودے میں جن کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد منشور کا نفاذ ہے۔ اس قسم کے نظام کی تشکیل کے لئے کوئی دفعہ کیوں نہیں ہے؟ اور اگر ایسا نظام وجود نہیں رکھتا تو پھر کیسا فرض اور کہاں کا حق؟ لوگوں پر ایسا فرض عائد کرنا جس کی ادائیگی کا امکان ہی نہ ہو سراسر حماقت ہے، تاہم یہ اتنی ظالمانہ نہیں جتنی یہ حماقت کہ لوگوں کو ایسے حقوق عطا کر دیئے جائیں جن سے وہ کوئی استفادہ ہی نہ کر سکیں" (پولیٹیکل تھیوری اینڈ دی رائٹس آف مین ۱۹۶۷ء ص:۹۶)۔

ان تبصروں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر انسان کی اجتماعی کوششیں بھی اس کے لئے پروقار اور آبرومندانہ زندگی کو کوئی ضمانت مہیا نہیں کر سکیں اور بقول ایک مبصر:

"منشور انسانی حقوق کی حیثیت ایک خوشنما دستاویز سے زیادہ کچھ نہیں، اس میں حقوق کی ایک فہرست تو مرتب کردی گئی ہے، لیکن ان میں سے کوئی ایک حق بھی اپنے پیچھے قوت نافذہ نہیں رکھتا" (بنیادی حقوق ر ۸۹)۔

اسلامی منشور ہر لحاظ سے مکمل

اس کے بالمقابل اسلام نے انسانوں کو جو فطری حقوق دیئے ہیں وہ ہر لحاظ سے حاوی اور بامعنی ہیں، اسلام میں انسانی نفسیات، رجحانات، ضروریات اور تقاضوں کی مکمل رعایت موجود ہے، اس کی کسی دفعہ پر جانبداری یا معیار اعتدال سے گرے ہونے کا الزام نہیں لگایا جاسکتا، اسلام نے بحیثیت انسان پوری برادری کے ساتھ یکساں معاملہ کیا ہے، البتہ ایمان وکفر کے معاملہ میں اس کے یہاں کچھ ترجیحات ہیں جو بالکل فطری اور معقول ہیں، اس لئے کہ دنیا کی ہر عدالت یہ انصاف دے گی کہ دستور اور اتھارٹی پاور سے وفاداری کرنے والے اور اس کو نہ ماننے والے ایک سطح پر نہیں رکھے جاسکتے۔ جس کے نظائر ملکوں اور قوموں کے ہر دستور میں ملتے ہیں، اسی بنیاد پر اسلام نے مسلمانوں کو کچھ ایسے خاص حقوق دیئے ہیں جو دستور کے وفادار اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیابتی طور پر اس کو نافذ کرنے والے کی حیثیت سے ان کو ملنا چاہیئے۔ لیکن اس کے باوجود کسی دفعہ میں ان ذمیوں کے ساتھ بے انصافی نہیں برتی گئی اور نہ ان کو کسی بنیادی حق سے محروم کیا گیا جو اس دستور کو تسلیم تو نہیں کرتے، لیکن اسلامی سلطنت میں پر امن طور پر رہنا چاہتے ہیں۔

اسلامی آئین کسی بھی مملکت کی اقلیت کو محروم کرنے کا قائل نہیں، اس نے خالص اسلامی ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کو جو انسانی حقوق دیئے ہیں اور ان حقوق کے تحفظات کے لئے ملت اسلامیہ کی جو شاندار تاریخ رہی اس کی کوئی نظیر کسی لحاظ سے نہ ماضی میں پیش کی جاسکتی ہے اور نہ آج کے ترقی یافتہ ملکوں کے قوانین میں۔

اس کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور مستشرق منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

''غیر مسلم اقلیتوں سے سلوک کے معاملے میں اسلامی ریاستیں بحیثیت مجموعی بہترین ریکارڈ رکھتی ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک مسلمانوں کے لئے ایک اعزاز کی بات تھی، خلفاء راشدین کے زمانے میں ذمیوں کے تحفظ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، ہر غیر مسلم اقلیت بیت المال کو مال یا نقدی کی صورت میں معاہدہ کے مطابق سالانہ جزیہ ادا کرتی، اسے تقریباً اتنا ہی فی کس محصول بھی ادا کرنا پڑتا، اس کے بدلے اسے بیرونی دشمنوں سے تحفظ ملتا، اور وہ ان داخلی جرائم سے بھی تحفظ کی مستحق بن جاتی جو خود مسلمانوں کو حاصل ہوتا تھا... ہر اقلیت اپنے داخلی معاملات میں بالکل خود مختار تھی... رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جتنے معاہدات ہوئے ان سب میں واضح طور پر اس امر کی ضمانت دی گئی کہ ہر ذمی اقلیت کو اپنے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی حاصل ہوگی اور یہ آزادی بعد کے زمانوں میں بھی برقرار رہی'' (دی مجسٹی دیٹ واز اسلام سدوک اینڈ جیکسن، لندن ۷ ۱۹۴ء ص: ۷ ۔ ۴، بحوالہ بنیادی حقوق / ۱۷۹)۔

اسلامی آئین کے مطابق حقوق انسانی کی دفعات انسانی رشتے سے اکثریت پر بھی عائد ہوتی ہیں اور اقلیت پر بھی، البتہ حکومت اسلامی ان حقوق کے نفاذ اور تحفظ کی بھی قانونی طور پر پابند ہے جبکہ غیر اسلامی حکومت محض اخلاقی طور پر اس کی پابند ہے، اس لئے کہ غیر اسلامی حکومت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان حقوق کو قانونی تحفظ فراہم کرانا بظاہر مشکل ہے۔

ہم ذیل میں اسلام کے انسانی حقوق سے متعلقہ دفعات پر نظر ڈالتے ہیں:

معاشی اور سماجی حقوق دفعات

حق مساوات

الف- بحیثیت انسان، انسانوں میں مساوات کا تصور سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا، اسلام نے انسانوں کے درمیان پھیلی ہوئی مختلف نسلی، لسانی، لونی اور دیگر سماجی تفریقات کو مٹا کر پوری انسانی برادری کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ اسلام قبیلہ و برادری کو محض تعارف و پہچان کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ اس کو کسی تفاخر و تفاضل کا سبب نہیں مانتا۔ اسلام کے نزدیک فضیلت کا معیار بس تقوی اور ذاتی نجابت و شرافت ہے۔

ب- اور یہ محض کوئی نظریہ نہیں بلکہ اسلامی تاریخ میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں غریب و امیر، غلام و آقا، حاکم و شہری اور مسلم و غیر مسلم کے درمیان انصاف کے معاملے میں اصول مساوات پر سختی سے عمل کیا گیا، بلکہ حقوق و معاملات میں حضور ﷺ نے خود اپنی ذات کو بھی دوسروں کے برابر رکھا۔

ج- اسلامی تعلیمات اور اکابر اسلام کے عملی نمونوں کی رو سے اسلامی ریاست کی حدود میں بسنے والے تمام انسان قانون کی نظر میں "مساوی الحیثیت" ہوں گے۔ معاشرتی زندگی میں بھی ان کے درمیان تقوی کے سوا اور کوئی معیار فضیلت نہیں ہوگا۔ مذہب، نسل، ذات یا مقام پیدائش کی بنا پر کسی کو کسی پر امتیاز حاصل نہ ہوگا۔

اقوام متحدہ کے عالمی منشور میں بھی اس بنیادی حق کو تسلیم کیا گیا ہے، دفعہ ۱-۲ اور ۷، میں اس کا ذکر ہے۔ مگر اس میں نقص یہ ہے کہ پورے منشور میں مساوات کے ساتھ کوئی ترجیحی بنیاد ذکر نہیں کی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحفظ جان کا حق

الف- اسلامی آئین انسانی جان کو انتہائی قابل احترام قرار دیتا ہے، اور چند استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر کسی صورت میں انسانی خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل قرار دے کر تحفظ جان کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے، اس کی نظیر دنیا کے مذہبی، اخلاقی یا قانونی لٹریچر میں نہیں ملتی۔

ب- کسی بڑی سے بڑی مجبوری کے تحت بھی انسانی جان لینے کی اجازت نہیں، یہاں تک کہ اپنی اولاد جس پر انسان کو بہت سا حق ہے، فقر و فاقہ کے خوف یا اور کسی مصلحت کی بنیاد پر ان کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں۔

ج- بلکہ اسلام میں خود اپنی جان لینے کی بھی اجازت نہیں۔

د- اس باب میں اقلیت و اکثریت اور مذہب و ملت کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔

ہ- ایک خاص بات یہ ہے کہ دنیا کے عام قوانین تحفظ جان کے حق کا اطلاق بعد از ولادت پر کرتے ہیں، جبکہ اسلامی قانون میں اس کا اطلاق استقرار حمل سے ہوتا ہے۔

و- فقہاء نے تحفظ جان کے حق کو استقرار حمل کے ۱۲۰ دن کے بعد سے قابل اطلاق قرار دیا ہے، کیونکہ اس عرصے میں جنین گوشت کے لوتھڑے سے تبدیل ہو کر انسانی شکل و صورت میں ڈھلنے لگتا ہے، اور اس پر انسان ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے فقہاء کی اس رائے کو اب صدیوں بعد جدید میڈیکل سائنس نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔

ز- اسلامی آئین کے مطابق غیر ثابت النسب بچہ کی جان بھی قابل تحفظ ہے۔

اقوام متحدہ کے عالمی منشور میں بھی تحفظ جان کی دفعات شامل کی گئی ہیں، مگر ان میں اس سلسلہ کے ضروری پہلوؤں کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ دفعہ ۳-۲۵، شق ر ۲، اس سے متعلق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجی املاک کے تحفظ کا حق

الف- اسلام جائز ذرائع سے حاصل شدہ نجی املاک (جن سے تمام شرعی حقوق وواجبات اور ملکی جائز مطالبات ادا کئے جا چکے ہیں کو تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اور انہیں کسی فرد یا حکومت کی مداخلت سے قطعی محفوظ قرار دیتا ہے، ان املاک میں مالک کو درج ذیل حقوق حاصل ہوں گے:

۱-استعمال اور تصرف کا حق

۲- جائز کاروبار میں لگانے کا حق

۳-انتقال ملکیت کا حق

۴-ملکیت کی حفاظت کا حق

ب-حکومت اگر اجتماعی مفاد کے تحت کسی کی ذاتی ملکیت پر قبضہ کی ضرورت پڑے تو وہ مالک کی مرضی سے مناسب معاوضہ ادا کر کے حاصل کرے گی۔

عالمی منشور کی دفعہ ۱۷ میں یہ حق دیا گیا ہے۔

عزت وآبرو کے تحفظ کا حق

الف-ریاست کے ہر فرد کو بحیثیت رکن ریاست اپنی عزت وآبرو کے تحفظ کا حق ہوگا، کسی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ دوسرے کی ہتک عزت کرے، یا اس کی حیثیت عرفی کو پامال کرے، اسلامی آئین کے مطابق یہ بدترین جرم ہے۔

ب- اسلام کے حد قذف کی بنیاد بھی یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے الزام کے ذریعہ کسی کی ہتک عزت کرتا ہے تو دنیاوی سزا کے طور پر اس پر حد قذف لگائی جاتی ہے۔ آخرت کا عذاب تو اور بھی زیادہ سخت ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۱۲ اسی حق سے متعلق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجی زندگی کے تحفظ کا حق

الف- اسلام نے انسانی برادری کے ہر فرد کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ ہر شخص کی شخصیت کو آئینی احترام بخشا ہے، اور اسی لئے ہر شخص کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے بعض گوشے اپنے ہی لئے مخصوص رکھے، اور کوئی اس میں مداخلت نہ کرے، اسلام کسی کے ذاتی معاملات اور نجی زندگی میں غیر آئینی مداخلت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

ب- قرآن میں دوسروں کے مخصوص گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے، اس سے وہ مکانات مستثنیٰ ہیں جو غیر آباد یا ہر ایک کے لئے عام ہیں، اسی طرح گھروں میں تاک جھانک کرنا بھی سخت ممنوع ہے۔

ج- اور اسی اصول کے پیش نظر اسلام میں غیبت، تجسس، ایک دوسرے کے راز ٹٹولنے اور نجی معاملات کی ٹوہ لینے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

د- اسلام میں نہ صرف دوسروں کی عیب جوئی ممنوع ہے، بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ کسی کے عیب کا علم ہو جائے تو اس کی پردہ پوری کرو۔

عالمی منشور کی دفعہ ۱۲ میں اس حق کا ہلکا ساذکر کیا گیا ہے۔

تعلیم کا حق

الف- تعلیم ہر شخص کا مساوی حق ہے، اور علم حاصل کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

ب- جو شخص کسی سے علم حاصل کرنا چاہیے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اس باب میں اس کی مدد کرے۔

ج- ہر فرد کا حکومت یا معاشرہ پر یہ حق بنتا ہے کہ اس کی تعلیم و تعلم کے لئے مناسب مواقع فراہم کئے جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

د- تعلیم و تعلم میں انسان اپنے ذوق اور صلاحیت کے لحاظ سے موضوع اور میدان کا انتخاب کرسکتا ہے۔

ہ- اسلام میں تعلیم و تعلم کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے، اس لئے یہاں معاوضہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ اللہ کی عبادت اور قوم کی خدمت ہے، اس کا کوئی معاوضہ ممکن نہیں، قوم کی طرف سے ان کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ تعلیم کا معاوضہ نہیں، بلکہ محنت کا محض نذرانہ ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور میں بھی اس حق کو جگہ دی گئی ہے (دیکھئے: دفعہ ۲۶)۔

محنت و اجرت کا حق

الف- ریاست کے ہر شہری کو اپنی پسند کا جائز پیشہ اختیار کرنے اور اپنی محنت کی مناسب اجرت وصول کرنے کا حق ہے، کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی پر کسی عمل کی پابندی عائد کرے یا کسی محنت کش سے بیگار لے۔

ب- اسلام میں نہ صرف یہ کہ محنت کی پوری اجرت دینے کی تاکید کی گئی ہے، بلکہ اس کی ادائیگی میں عجلت کا مظاہرہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

ج- مزدوروں سے ان کی برداشت سے زیادہ کام لینے سے منع کیا گیا ہے۔

د- مزدوروں کو یہ ہدایت دی گئی کہ پوری امانت اور قوت کے ساتھ اپنا کام انجام دو۔

عالمی منشور کی دفعات ۲۳ اور ۲۴ میں مزدوروں کے حق سے بحث کی گئی ہے۔

نقل و حرکت اور سکونت کی آزادی

الف- ہر شخص کو آزادانہ پورے ملک میں نقل و حرکت اور عام حالات میں بیرون ملک آمدورفت اور ملک کے کسی بھی علاقے میں بودوباش اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔

ب- قرآن نے لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کو جرم قرار دیا ہے، جلاوطنی کی سزا مفسدوں کے سوا کسی کو نہیں دی جاسکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ ۱۳ میں اس کا ذکر ہے۔

مذہبی آزادی

الف- اسلامی آئین ریاست کے ہر فرد کو فکر و عقیدہ اور مذہب کی آزادی دیتا ہے، ہر شخص اپنے مذہبی معاملات وخیالات میں آزاد ہے، اسلام ایک سچا مذہب ہے اور اس کا آئین ایک مکمل آئین ہے۔ اس کی تبلیغ کی جائے گی، اس کی صداقت پر دلیل وبرہان فراہم کیا جائے گا، اور اس کی توسیع واشاعت کی پوری حوصلہ افزائی کی جائے گی، لیکن کسی کو اس کے یا کسی مذہب کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور نہ اس کے لئے کوئی جنگی اسلحہ استعمال کیا جائے گا اور نہ کوئی سماجی دباؤ۔

ب- تبلیغ کے باب میں یہ پابندی ہے کہ جارحانہ انداز اختیار نہ کیا جائے، کسی کی مذہبی شخصیات یا مقامات کی توہین نہ کی جائے اور اسلوب بیان کو انتہائی خوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے۔

ج- مذہبی آزادی کے تحت تبدیلی مذہب کی آزادی کا مسئلہ بھی آتی ہے، اسلامی آئین مسلمانوں کے سوا ہر قوم کو اس کی آزادی دیتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ آزادی اس لئے نہیں ہے کہ ایک تو دلائل کی روشنی میں اسلام سب سے سچا مذہب ہے۔ دوسرے دائرۂ اسلام میں کسی کو زبردستی یا لالچ دے کر داخل نہیں کیا جاتا، جو بھی آتا ہے اپنی تحقیق کی روشنی میں اپنی مرضی سے آتا ہے، اس لئے ایک بار اپنی مرضی سے اس میں داخل ہونے کے بعد اس سے خروج کرنا دراصل اسلام کو بدنام کرنے کی سازش کے مترادف ہوگی، جیسا کہ عہد نبوی ﷺ میں مدینہ کے منافقین نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ صبح مسلمان ہو جاؤ اور شام کو مرتد ہو جاؤ، یا شام کو مسلمان ہو جاؤ اور صبح کو مرتد ہو جاؤ، اس طرح اسلام بدنام ہوگا اور اس کی تبلیغ واشاعت کا راستہ رک جائے گا، ظاہر ہے کہ کوئی آئین اپنے نظریہ ومذہب کو بدنام کرنے یا اس کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالفرض یہ جبر ہے تو یہ جبر غیروں کے لئے نہیں، بلکہ اپنوں کے لئے ہے، اس لئے اس پر غیروں کی طرف سے اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

د- آئین کے مطابق اقلیتوں کو اپنے مذہبی عبادت گاہوں کے آزادانہ تحفظ اور ضرورت کے وقت نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی بھی اجازت ہے۔ حکومت وقت کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ کسی قوم یا فرقہ کے مذہبی مقامات پر تسلط جمائے یا ان کے مذہبی نظام میں مداخلت کرے۔

عالمی منشور کی دفعہ ۱۸ اس حق سے متعلق ہے۔

شہری وسیاسی حقوق

اقلیتوں کو اپنے مفادات کے تحفظ کی آزادی

مذہبی معاملات کی طرح اقلیتوں کو اپنے دیگر مفادات وحقوق کے تحفظ کا بھی حق حاصل ہے، اس سلسلہ کا اہم ماخذ ایک حدیث ہے: "خبردار! جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف وصول کرے گا اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث ہوں گا" (ابوداؤد، کتاب الجہاد)۔

اظہار خیال کی آزادی

الف- اسلامی آئین کے مطابق ہر شہری کو اظہار خیال کا حق حاصل ہے وہ کسی بھی معاملہ میں اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہے۔ اسلام زبان بندی کا قائل نہیں ہے۔ قرآن میں حق کے لئے تعبیر واظہار اور تعمیری تنقید واصلاح کو مقام تحسین پر ذکر کیا گیا ہے۔

ب- البتہ اتنی پابندی ضرور ہے کہ اس حق کا استعمال منفی چیزوں یا خیر کے خلاف یا شر کی اشاعت کے لئے نہ کیا جائے۔ قرآن میں اس کو منافقین کی صفت قرار دیا گیا۔

عالمی منشور کی دفعہ ۱۹ میں اس حق کا ذکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنظیم واجتماع کا حق

ریاست کے ہر فرد کو صالح مقاصد کے لئے انجمن یا یونین قائم کرنے، تعلیمی اور ثقافتی ادارے بنانے اور چلانے اور متعلقہ افراد کو منظم ومجتمع کرے کا حق حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ قرآن میں امت مسلمہ کا مقصد وجود، صالح مقاصد کے لئے جدوجہد اور مفاسد کا انسداد بتایا ہے۔

اس لئے نیک مقاصد کے لئے مختلف افراد وشخصیات کی تنظیم اور بکھری ہوئی قوتوں کے اجتماع کی اجازت ہوگی، اسی طرح اپنے جائز حقوق ومفادات کے تحفظ، شکایات کے ازالہ اور مسائل کے حل کے لئے انجمن یا یونین قائم کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا استعمال منفی مقاصد کے لئے نہ کیا جائے۔

اقوام متحدہ کی منشور کی دفعہ ۲۰ دیکھئے۔

سرکاری ملازمت یا عہدے کا حق

الف- ریاست کے ہر شہری کو سرکاری ملازمت، یا عہدہ حاصل کرنے کا مساویانہ حق حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ نے متعدد جنگی مہمات میں بڑے صحابہؓ کی موجودگی میں چھوٹے صحابہؓ کو سربراہ بنا کر روانہ فرمایا۔ اسی طرح متعدد احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معمولی سے معمولی شخص بھی بحیثیت رکن ریاست بڑے سے بڑا منصب حاصل کرسکتا ہے۔ اور کسی شخص کو محض اس بنیاد پر اعتراض کا حق نہیں کہ یہ عہدہ ایک معمولی شخص کو کیوں حاصل ہوا؟

ب- البتہ اسلام ایک صالح قیادت کے لئے اہلیت وصلاحیت کو اہمیت دیتا ہے، نااہل اور بے صلاحیت آدمی اگر کوئی عہدہ حاصل کرلے تو قانونی طور پر اس کے لئے جواز موجود ہے مگر یہ کسی ریاست کے لئے اچھی علامت نہیں ہے۔

عالمی منشور کی دفعہ ۲۱ شق ۲ کے تحت اس حق کا ذکر موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکیل حکومت یا سیاسی عمل میں شرکت

الف- اسلامی آئین کی رو سے ریاست کے ہر شہری کو (بشرطیکہ وہ صاحب عقل وفہم ہو) حکومت کی تشکیل اور ملک کے انتظام وانصرام میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

دراصل اسلامی تصور کے مطابق حکومت یا خلافت کسی خاص فرد، گروہ، خاندان، نسل یا جماعت کو نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی پوری ملت اسلامیہ کو عطا کی گئی ہے۔ یہ اقتدار کوئی حقیقی اقتدار نہیں، بلکہ نیابتی اقتدار ہے جو اللہ کی طرف سے بحیثیت خلیفہ انسان کو دیا گیا ہے۔

اس لئے ہر اس شخص کو جو خلافت کا اہل ہو (یعنی مؤمن) تشکیل خلافت کے عمل اور ملک کے انتظام وانصرام میں حصہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔

ب- اسلام نظام ریاست کو کسی ایک فرد پر منحصر نہیں کرتا بلکہ اس کو شوری کا پابند کرتا ہے۔ شورائی نظام کے قیام کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس پر کسی فرد، خاندان یا جماعت کی اجارہ داری نہیں ہے، بلکہ یہ ریاست کے باشعور عوام کی مشترکہ میراث ہے۔

حضرت یوسفؑ کا اسوہ قرآن نے مثبت طور پر نقل کیا ہے، اس لئے یہ غیر اسلامی حکومت میں حصہ داری، اعلی مناصب کے حصول اور سیاسی زندگی کی شرکت کے باب میں ہمارے لئے بھی حجت ہوگا، اور اسلامی منشور کی دفعات میں اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکے گی۔

اقوام متحدہ کے منشور میں بھی اس مفہوم کی دفعہ شامل کی گئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا منشور سارے عوام کی مرضی کو حکومت واقتدار کی بنیاد بناتا ہے، جبکہ اسلامی آئین کے مطابق یہ اعزاز صرف اہل شوری کو حاصل ہے۔

ج- اسلام کی نگاہ میں حق رائے دہی ایک امانت ہے اور امانت کے بارے میں حکم ہے کہ امانتیں اہل امانت تک پہنچاؤ۔

اس لئے سیاسی عمل میں شرکت اور حکومت میں حصہ داری کے باب میں اسلامی آئین کی دفعات زیادہ محتاط اور محفوظ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصول انصاف کا حق

الف- اسلامی آئین ریاست کے ہر شہری کو (خواہ وہ اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو یا اکثریتی فرقہ سے) حصول انصاف کا مساوی حق دیتا ہے۔ اور حصول انصاف کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کرتا ہے۔ قرابت، عداوت، قومی یا نظریاتی اختلاف، عہدہ و منصب کا فرق، کسی بھی چیز کو انصاف کی راہ میں اثر انداز ہونے نہیں دیتا۔ قرآن پاک کی متعدد آیات میں اس سلسلہ کی ہدایات دی گئی ہیں۔ اور قیام عدل کے منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ب- اسلام کے نزدیک قیام عدل کی اہمیت ذاتی اور خاندانی مفادات اور امیر وغریب، اونچ نیچ، مذہب وملت کے فرق کے احساسات سے بالاتر ہے۔

ج- اسلام کے نزدیک عدل یا شہادت محض کوئی عدالتی کھیل یا ہار جیت کا معاملہ نہیں، بلکہ یہ ایک بڑی عبادت ہے۔ جو رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے اسلامی آئین کے مطابق عدل وانصاف، ریاست کے ہر شہری کا ایسا حق ہے جو اسے مفت ملنا چاہیئے، انصاف کی قیمت وصول کرنا کسی صورت میں جائز نہیں، یہ کسی مظلوم کے ساتھ دوہرا ظلم ہوگا کہ اس سے انصاف کی فیس وصول کی جائے۔

آج کی عدالتوں میں انصاف کی جو صورت رائج ہے اور بڑی عدالتوں اور ان کے وکلاء کی بھاری فیسوں نے انصاف کے دروازے کو عام لوگوں کے لئے عملاً جس طرح بند کر دیا ہے، اس کی اسلامی آئین میں کوئی گنجائش نہیں۔

د- اسلام ناکافی یا فرضی شہادتوں کی بنیاد پر فیصلے کا بھی مخالف ہے، اسلامی آئین کے مطابق فریقین کو اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہے، اور محض الزامات کی بنیاد پر کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی جب تک کہ آزادانہ طور پر اس کی مکمل تحقیق نہ ہو جائے۔

ہ- اسلام نے جھوٹے دعویداروں کو بھی سخت تنبیہ کی ہے کہ عدالتوں میں جھوٹے دعوے لے کر نہ جاؤ۔ اس لئے کہ اگر تمہاری چرب زبانی یا جھوٹی شہادتوں کی بنیاد پر تمہارے حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فیصلہ ہو بھی جائے تو بھی خدا کے نزدیک وہ چیز تمہارے لئے جائز نہ ہو گی اور خدا کی عدالت میں تمہارا جرم اور شدید ہو جائے گا۔

و- اسلامی آئین میں اقلیت و اکثریت اور امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں ہے، وہ ایک اقلیتی فرقے کے فرد کو اکثریتی فرقے کے فرد کے خلاف بلکہ خود حاکم و سلطان کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا حق دیتا ہے، اس کی سماعت کرتا ہے اور معتبر شہادتوں کی بنیاد پر آزادانہ فیصلے کرتا ہے۔

عملی طور پر تاریخ اسلامی میں اس کی مثالیں اتنی کثرت سے ملتی ہیں کہ دنیا کے کسی قوم و ملک کی عدالتی تاریخ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اقوام متحدہ کے منشور کی ۸-۹-۱۰-۱۱ نمبر کی دفعات اس سے متعلق ہیں، مگر ان میں وہ جامعیت نہیں جو اسلامی دفعات میں موجود ہے۔

ظلم و جبر کے خلاف آئینی چارہ جوئی کا حق

الف- اسلام نے دیگر عدالتی حقوق کی طرح شہریوں کو ظلم و جبر کے خلاف آئینی چارہ جوئی کا بھی حق دیا ہے۔

ب- بلکہ اسلام یہ حق بھی دیتا ہے کہ اگر یہ احتجاج بے اثر ثابت ہو تو ظالم کی اطاعت سے انکار کر دیا جائے اور اس کو اس کے منصب سے ہٹا دیا جائے، اس لئے کہ عدل و انصاف امارت کی شرط اولین ہے۔

اس طرح اسلامی دفعات پر نظر ڈالی جائے تو غیر اسلامی حکومت میں آباد اقلیتیں بھی ان سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں پناہ گزینوں کے حقوق

مولانا ڈاکٹر سلطان احمد اصلاحی ☆

موجودہ دور میں ''حقوق انسانی'' کے مسئلے میں مختلف حیثیتوں سے ترقی اور بہتری کے کھلے اعتراف کے باوجود بہت سارے پہلوؤں سے یہ مسئلہ ہنوز حل طلب اور ارباب علم وعمل کی توجہ کا طالب ہے۔ انہی میں سے ایک ''پناہ گزینوں کے حقوق'' کا بھی مسئلہ ہے، عام انسانی حقوق کے سلسلے میں اسلام کے حوالہ سے بہت کچھ کہا جا چکا ہے (چند حوالوں کے لئے: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ م ۱۹۷۹ء انسان کے بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین م ۱۹۹۴ء بنیادی حقوق، نیز خاکسار کی کتاب ''اسلام کا تصور مساوات'' کی بحث ''شہریت کے حقوق، جنگ کے پس منظر میں انسانی حقوق'' کی تفصیل کے لئے: مولانا مودودیؒ کی شاہکار ''الجہاد فی الاسلام'' کے متعلقہ مباحث، جملہ کتب مطبوعہ مرکزی مکتبہ پبلیشرز نئی دہلی)، اور کہا جا سکتا ہے۔ اسی دوسری شق کے ذیل میں زیر نظر تحریر میں ''پناہ گزینوں'' (مستأمنین) کے مسئلے میں اسلام کی تعلیمات کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ وہ ان کی کون کون سی قسمیں قرار دیتا ہے۔ اور ہر ایک کے کیا حقوق مقرر کرتا ہے اور ان کے لئے کیسی سہولتوں کا بہم پہنچانا اپنے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔

پناہ گزینوں کا مسئلہ ـــــ معاصر منظر نامہ

حقوق انسانی کے دیگر بہت سارے مسائل میں ''پناہ گزینوں'' کا مسئلہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں پوری شدت کے ساتھ موجود ہے، اس کے اندازے کے لئے معاصر دنیا کے احوال

☆ ادارہ علم وادب، دودھ پور روڈ، علی گڈھ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہئے، رواں عیسوی صدی کے نصف اول میں جنگ عظیم اول و دوم کے پس منظر میں آبادیوں کی جو اتھل پتھل ہوئی اور پناہ گزینی کے سنگین مسائل سامنے آئے، اسکی تفصیلات میں نہ جاتے ہوئے ماضی قریب اور حال کی صورت حال بھی اسکی شدت اور عمومیت کا اندازہ کرانے کے لئے کافی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں برصغیر میں بنگلہ دیش کی لڑائی میں قریب ایک کروڑ پناہ گزیں ہندوستان میں آئے، جو اس سال کے آخر میں اس ملک کی آزادی تک ہمارے ملک میں مقیم رہے۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۸ء تک کی عراق ایران کی لڑائی میں بھی ان کا مسئلہ سامنے آیا۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کے کویت پر حملے کے وقت بھی اس کا اعادہ ہوا، اسرائیل اور فلسطین کے تنازعہ کا بھی یہ ایک مستقل حصہ ہے۔ افغانستان اور روس کی لڑائی اور اس ملک پر اس کے قبضہ۔ ۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۰ء کے دوران بھی اس کا مسئلہ رہا، تازہ مثالوں میں بوسنیا کی جنگ میں اور اس وقت جاری چیچنیا پر روس کی جارحیت میں اسکے مسائل سے دنیا دوچار ہے، براعظم افریقہ میں کسی نہ کسی ملک میں اس کا لگاتار سلسلہ رہتا ہے، جس کی تفصیلات کو دہرانے کی بہت زیادہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے، اس کے علاوہ بھی پناہ گزینی کا یہ مسئلہ دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف بہانوں سے سامنے آتا رہتا ہے۔ جن میں دیگر خطوں اور علاقوں کے علاوہ نئی دنیا امریکہ کا جنوبی حصہ خصوصی طور پر شامل ہے، جس کے حالات اس پہلو سے جنوبی افریقہ سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ پڑوسی ملک برما (میانمار) کو اس بحث میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جہاں کی جابرانہ حکومت ایک عرصہ سے اپنی آبادی کے ایک حصے کو پناہ گزینوں کی زندگی گزارنے کے لئے مجبور کئے رہتی ہے، ایسا ہی ہمارا دوسرا پڑوسی سری لنکا ہے، جس کے پناہ گزینوں کا مسئلہ دوسرے پس منظر کے ساتھ اس کا مستقل دردسر ہے۔

پناہ گزینوں کی مختلف قسمیں

اس پس منظر میں موٹے طور پر پناہ گزینوں کی چار قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) غیر مسلم غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو۔ (ب) مسلمان غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو۔
(ج) مسلمان مسلمان کے یہاں پناہ گزیں ہو۔ (د) غیر مسلم مسلمان کے یہاں پناہ گزیں ہو۔

پہلی دو قسموں کے سلسلے میں ہم کو بہت زیادہ نہیں کہنا ہے، غیر مسلم غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو یا مسلمان غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو، ان دونوں صورتوں میں اصل حال اور مؤثر تعلق غیر مسلموں کا دین ومذہب، ان کی تہذیب اور ان کی اقدار اور روایات ہیں۔ ان کا جو تقاضہ ہو یہ لوگ اپنے غیر مسلم/مسلم پناہ گزینوں سے اسی کے مطابق معاملہ کریں گے۔ اسلام کا رول ان کے سلسلے میں اپنے تبلیغ اور تلقین کے معروف اصول سے ان لوگوں کو ان کے ساتھ حق و انصاف کے تقاضوں کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھنے کی تلقین اور رائے عامہ کو اس کے حق میں زیادہ سے زیادہ ہموار کرنا ہے۔ مخصوص حالات میں فتنہ وفساد سے بچتے ہوئے اسی نیک مقصد کے لئے وہ بالواسطہ اور بلا واسطہ طاقت کا استعمال بھی کرسکتا ہے۔ لیکن یہ بہت ہی مخصوص صورت حال ہے، جسکی اپنی ایسی ہی بہت خاص شرطیں ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس مسئلے میں اسلام کی اصل دلچسپی آخری دو قسموں سے ہے اور انہی کے حوالہ سے اس کے سلسلے میں اسکی تعلیمات وہدایات کی خوبی اور جامعیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ دوسری صورت کے لئے اسلام کی تاریخ سے ہجرت حبشہ اور شاہ حبشہ کے کردار کی نظیریں ہیں۔ خدانہ کردہ آج کے حالات میں اسکی کوئی مثال سامنے آئے، تو اس تاریخ کے حوالہ سے وہ اپنے لئے شاہ حبشہ کے اسی کردار کی توقع رکھتے ہیں جو اسلام کی روشن تاریخ کا انتہائی ذریں باب ہے (ہمارے یہاں اردو کے سیرت اور تاریخ کے ذخیرے میں عام طور پر "ہجرت حبشہ اور شاہ نجاشی" کے کردار کا ذکر سرسری ہے، اور ہر جگہ ایک ہی طرح کے مواد کا اعادہ ہے۔ اس کو مستقل موضوع بنا کر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے، دوسرے پہلو سے "شاہ حبشہ" کے کردار کے ایک جائزہ کے لئے ہماری کتاب مسلمان اقلیتوں کا مطلوبہ کردار، نظر ثانی شدہ (منتظر طبع))۔

مسلمان کی مسلمان کے یہاں پناہ گزینی

پہلی دو قسموں کی طرح اس تیسری قسم کا مسئلہ بھی بڑی حد تک صاف ہے، اسلام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بتائے گئے ہیں۔قرآن وحدیث میں جس طرح ان کو آپس میں بھائی بھائی اوران کو ایک جسم کے مانند قرار دیا گیا ہے، اور ایک کے آرام کو دوسرے کا آرام اوراس کی تکلیف کو دوسرے کی تکلیف بتایا گیا ہے (اس مضمون کی احادیث کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب "مومنانہ زندگی کے اوصاف" کا مضمون 'مرحمت ومواسات' شائع کردہ مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی)۔تو اسلام کی یہ تعلیمات آخری درجہ تک عمومی، مطلق اور بین الانسانی نوعیت کی حامل ہیں۔چنانچہ اس کے نتیجے میں ان حقوق کی ادائیگی اوران کے وجوب کے لئے صرف اسلام اور دین کے رشتہ کا حوالہ کافی ہے۔ذات برادری، پیشہ وحرفت، رنگ ونسل اور زبان وعلاقے کی بنیاد پر اس حوالہ سے مسلمان اور مسلمان میں کسی تفریق اور امتیاز کی گنجائش نہیں ہے۔جیسا کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کی دوسری مثال میں انصار اور مہاجرین کے مثالی کردار میں اس کے نمونے کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا یہ بھی بڑا درخشاں اور اہم باب ہے۔اوراس کی تفصیلات میں بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے عبرت ونصیحت کے سبق کبھی پرانے نہیں ہوسکتے۔اورنئی تلاش اور تحقیق سے اس کے اچھوتے پہلوؤں سے آج بھی معاصر ادب کو مالا مال کیا جاسکتا ہے (ہمارے یہاں ابھی عام طور پر صدر اول کی تاریخ کے بیانیہ مطالبہ کا انداز ہے، اسلامی تاریخ کے استنباطی اور استخراجی مطالعہ کی بہت کمی ہے، عصری جامعات کے تاریخ کے اسکالرس کے ساتھ ہمارے علماء کرام کو بھی اب اس طرف توجہ دینی چاہئے)۔

پناہ گزینوں کی اس تیسری قسم میں یہ بات تو واقعۃً بڑی بدقسمتی کی ہوگی کہ مسلمان اکثریتی ملکوں میں جن کی اپنی الگ اور خود مختار حکومتیں ہوں، ناسمجھی اور نادانی سے وہاں ایسے حالات پیدا ہوجائیں کہ ایک مسلمان ملک سے دوسرے مسلمان ملک میں ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول کے ماننے والے مسلمان کی منتقلی عمل میں آئے، وہ گھر سے بے گھر اور حرم سے بے حرم ہوجائیں۔جیسا کہ عراق وایران اور عراق اور کویت کی حالیہ لڑائیوں میں ہوا، جس کے بقایا جات کو نپٹانے کا کام ہنوز جاری ہے۔اس سلسلے میں متعلقہ مسلمان حکومتیں اپنے کئے کا جواب اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں دیں گی۔

مسلک، زبان اور نسل کے کسی فرق کے بغیر جہاں تک عام مسلمان پناہ گزینوں کا سوال ہے، کسی تحفظ اور کسی تنگی کے بغیر اخوت اسلامی کے رشتے سے میزبان مسلمانوں کے لئے ان کی ہر طرح سے خبر گیری، دلجوئی، ان کی امداد اور اعانت اپنی قدرت اور صلاحیت کی آخری حد تک ان کے اوپر واجب ہے۔ اور پناہ گزینوں کی جب تک یہ حالت قائم رہے اور وہ اس کے لئے مجبور ہوں، ان کے ہم مذہب میزبانوں پر یہ مدد اور اعانت بدستور واجب رہے گی۔ اسلام میں عام میزبانی کی مدت تین دن ہے، جس کے بعد بلا ضرورت مہمان کے میزبان کے یہاں پڑے رہنے کی حدیث میں ممانعت ہے (تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''شادی کی رسمیں اور اسلام'' کا مضمون 'چوتھی' منتظر طبع)۔ اس کی ذمہ داری مسلمان کے اوپر کی جاتی ہے کہ وہ بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے خواہ مخواہ کے لئے اپنی پناہ گزینی کو طول نہیں دے گا، اور جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے، وہ اپنے ملک اور اپنے وطن پہنچ جانے کے لئے بے چین ہوگا، لیکن اس خواہش کے علی الرغم اگر اس کے احوال درست نہیں ہوتے تو مسلمان میزبان کے لئے اس کی نسبت سے جلدی اور اکتاہٹ کا رویہ کسی طرح سے مناسب نہیں ہوگا۔ متعلق مسلم حکومت اور مسلم عوام دونوں کے تعاون سے یہ مسئلہ حل کیا جائے، اور کسی شخص پر اس کی طاقت سے اوپر بوجھ نہ پڑنے پائے، متعلق ملکوں کے وسائل اگر اس کے لئے کفایت نہ کریں، تو عالمی سطح پر درجہ بدرجہ مسلمان حکومتوں اور مسلم عوام کا اشتراک اور تعاون اس کام میں ضروری ہے، دین کے رشتے کے حوالہ حد بندیوں کے غیر قائل اسلام کے بین الانسانی کردار کا یہ عین تقاضا ہے۔ قیامت تک کے لئے یہ اسکی سب سے بڑی امتیازی شناخت ہے، جس کو کسی حال میں مدھم اور مضمحل نہیں ہونے دیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ آگے تفصیل آئی ہے۔ جب غیر مسلم پناہ گزینوں کے سلسلے میں اسلام اپنے ماننے والوں کو اکتاہٹ اور جلد بازی سے منع کرتا ہے، تو مسلمان پناہ گزینوں کے لئے اسکی اس ممانعت کی شدت اور تاکید کو آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان پناہ گزینوں کے سلسلے میں ان کے ہم مذہب میزبانوں کی ذمہ داری اس صورت میں مزید بڑھ جائے گی، جبکہ وہ کسی غیر مسلمان حکومت کے ظلم وستم سے عاجز آ کر کسی مسلمان مملکت میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہوں، اس سلسلے میں سورۂ نساء کی آیات: ۷۵-۷۶ اور ۹۷ تا ۱۰۰ سے ہم کو رہنمائی ملتی ہے۔

"ومالكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا أخرجنا من هذه القرية الظالم أهلها واجعل لنا من لدنك وليا واجعل لنا من لدنك نصيرا۔ الذين آمنوا يقتلون في سبيل الله والذين كفروا يقاتلون في سبيل الطاغوت فقاتلوا أولياء الشيطن إن كيد الشيطان كان ضعيفاً" (سورۃ النساء: ۷۵-۷۶) (اور تمہیں کیا ہوگیا ہے جو تم اللہ کے راستے میں اوران کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر جنگ نہیں کرتے، جن کی زبان پر ہر وقت بس یہی ایک بات ہوتی ہے کہ ہمارے رب! ہم کو اس بستی سے نکالئے، جس کے لوگ ظلم پر اتارو ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار بنایئے جو ایمان والے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کفر والے ہیں، وہ غیر اللہ (طاغوت) کی راہ میں لڑائی لڑتے ہیں، تو (اے مسلمانو!) تم شیطان کے ہم نشینوں سے جنگ کرو (اور ان کی چالوں کو ناکامیاب کرو) اچھی طرح سمجھ لو کہ شیطان کی چال میں کوئی دم نہیں ہے)۔

اس آیت کریمہ کی عبارت النص سے ظالم اور جابر حکومتوں کے درمیان پھنسے کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے حقوق کی بحالی کے لئے جنگ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ جسے قرآن بتاکید ایک سے دوبار اللہ کی راہ میں جنگ سے تعبیر کرتا ہے، اس کی اشارۃ النص سے ایسے کمزوروں کے اپنا گھر بار چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ گزیں ہونے کا اضافی نکتہ ہاتھ آتا ہے۔ وہ ہنوز نکل نہیں پا رہے ہیں، لیکن جیسے ہی موقع ملے، وہ اس کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس سے پناہ گزینوں کے دائرے کی وسعت کا پتہ چلتا ہے، جس میں مردوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں افراد ہی نہیں بلکہ پورے کے پورے خاندان اور بستیاں کی بستیاں پناہ گزینی کے لئے مجبور ہوسکتی ہیں اور ان دونوں صورتوں میں مسلمان فرد، معاشرے اور حکومت کی طرف سے ان کے حقوق کی ادائیگی ہونی چاہئے۔ آگے کی آیات کریمہ سے یہ نکتے مزید واضح ہوتے ہیں۔

"إن الذين توفاهم الملائكة ظالمي أنفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين في الأرض قالوا ألم تكن أرض الله واسعة فتهاجروا فيها فأولئك مأواهم جهنم وساءت مصيرا، إلا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا، فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم و كان الله عفوا غفورا، ومن يهاجر في سبيل الله يجد في الأرض مراغما كثيرا وسعة، ومن يخرج من بيته مهاجرا إلى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع أجره على الله وكان الله غفورا رحيما" (سورة النساء:۹۷-۱۰۰) (ہاں، جن لوگوں کی فرشتے جان نکالیں گے دریں حالیکہ وہ (سرزمین کفروشرک میں دینداری کے تقاضوں کو پورا نہ کر کے) اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہونگے، تو وہ ان سے پوچھیں گے کہ یہ تم کس حال میں پڑے رہ گئے۔ اس پر ان کا جواب ہوگا کہ ہم اپنے ملک میں دبائے ہوئے تھے (جس سے کہ دینداری کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتے تھے) تو وہ کہیں گے کیا اللہ کی سرزمین پھیلی ہوئی نہیں تھی کہ تم (اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر) اس میں ہجرت کر جاتے۔ تو یہ لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے، اس سے صرف کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کا استثناء ہے کو اپنے لئے کوئی تدبیر کرنے سے قاصر ہوں اور اپنے لئے کوئی راہ نہ نکال سکیں، تو ایسے لوگوں کے بارے میں امید کی جاتی ہے کہ اللہ انہیں معاف کردے اور وہ تو ہے ہی عفو ودرگذر سے کام لینے والا اور بخشنے والا۔ اور جو کوئی اللہ کے راستے میں اپنا گھربار چھوڑے گا تو دنیا میں اس کے لئے بہت سارا ٹھکانا اور کشادگی ہاتھ آئے گی۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے سچے ارادے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے گھر بار سے نکلے اور اسی اثناء میں اسے موت آجائے، تو اللہ کے اوپر اس کا بدلہ پکا ہو چکا۔ اور اللہ ہے بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا)۔

ان آیات کریمہ میں ان مسلمانوں کو توبیخ ہے، جو ترک وطن کی قدرت کے باوجود دینداری کے لحاظ سے ناموافق ماحول میں بدستور پڑے رہیں۔ اس سے صرف کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کا استثناء ہے، جو اسکی راہ نکالنے سے قاصر ہوں۔ ان آیات کے ظاہر الفاظ سے دینداری کے لحاظ سے ناموافق ماحول کے ترک کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ آج کے حالات میں ضمناً اس کا یہ مفاد سامنے آتا ہے کہ عالمیت کے رجحان (Globlisation) کی سہولت سے کسی مسلمان کے لئے اپنی جائے قدیم اور سکونت کے انتخاب کے لئے صرف شہری سہولیات اور مادی اسباب کو ہی پیش نگاہ نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ اصلاً اس کی نظر دینداری پر مرکوز ہو، جس شہر اور جس ملک کا ماحول کسی کی دینداری میں جس قدر معاون ہو مخصوص معاملات اور مخصوص ترجیحات سے ہٹ کر اپنے رہنے بسنے کے لئے آدمی کو اسی شہر اور اسی ملک کا انتخاب کرنا چاہیے، ان آیات کا ایک مفہوم زیر نظر بحث کے پس منظر میں یہ کہ دین پر عمل کے لئے جب اپنی مالوف سرزمین کو چھوڑنے کی یہ ترغیب بلکہ تاکید ہے، تو اس کے نتیجے میں متوقع مسلمان میزبان کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے اور اس کار خیر میں اس کا زیادہ سے زیادہ اشتراک اور تعاون ہونا چاہیے، آخری آیت کریمہ کے الفاظ ”مراغما وسعة“ سے یہ باریک بات نکلتی ہے کہ ہر حال میں پناہ گزیں کی قسمت تنگ وتاریک مکان اور معاشی تنگ حالی اور پریشانی ہی نہیں ہے، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے برعکس اس کے لئے کشادہ رہائش اور خوش حال زندگی کی خوش خبری ہے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کے لئے غیب سے تو اس کے اسباب پیدا کرتا ہی ہے، لیکن کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کے لئے ان نعمتوں کے حصول کا ایک ذریعہ وہ اپنے ایسے ہی دوسرے منظور نظر بندوں کو بنائے۔ مزید ان آیات کریمہ میں مردوں، عورتوں اور بچوں کا ذکر اگر مطلق ہے لیکن فحوائے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اہل ایمان سے متعلق ہے۔ اور اسی سے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک مسلمان کے اوپر دوسرے مسلمان پناہ گزیں کے حقوق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ عام حالات میں تو یہ ترک وطن کا فر اور غیر مسلم حکومتوں سے ہی متعلق ہے، لیکن مخصوص حالات میں شریعت سے منحرف نام نہاد مسلم حکومتیں بھی اس کے دائرے میں اسی طرح آتے ہیں، جیسا کہ حال کی تاریخ میں بدقسمتی سے عالم اسلام کے حوالہ سے اسکی مثالیں نایاب نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ کہ نظام مملکت کی سیکولر روایت کی پیروی میں غیر مسلم حکومتوں کی طرح عمومی طور پر مسلمان حکومتیں بھی پناہ گزینوں کے معاملے میں تنگ دل ہیں۔ آج کے عالم عرب اور عالم اسلام میں کسی غیر ملکی مسلمان کے لئے شہریت کا مسئلہ تو کٹھن ہے ہی، اس سے بڑھ کر مشکل پناہ گزینی کا مسئلہ ہے۔ کوئی مسلمان ملک بدقت تمام ہی کسی دوسرے ملک کے پناہ گزینوں کو اپنے یہاں قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے، قریب تیس سال سے بنگلہ دیش میں پھنسے پانچ لاکھ بہاری مسلمان کا معاملہ اس کی زندہ مثال ہے۔ بنگلہ دیش میں ان کی زندگی اجیرن ہے اور مملکت خدا داد پاکستان اپنے ہزار وعدوں اور یقین دہانیوں کے باوجود آج تک ان بدقسمت مسلمانوں کو اپنے یہاں آباد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بلاشبہ بین المملکتی مصلحتوں کا لحاظ رکھا جائے کہ یہ مصلحتیں بھی شریعت کا ناگزیر حصہ ہیں۔ کچھ مسلمان ممالک آبادی کے اپنے مسائل کو دوسروں پر لاد کر آرام سے رہنے کی ہوشیاری کا مظاہرہ نہ کریں، لیکن معقول وجوہ سے بالخصوص دین وشریعت پر عمل کے حوالہ سے کسی غیر مسلمان/مسلم ملک سے مسلمانوں کی کسی جماعت کی مہاجرت ہوتی اور وہ ترک وطن کے لئے مجبور ہوتے ہیں، تو پھیلے ہوئے عالم اسلام کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے سینے کو ان کے لئے کھلا رکھے، ہجرت مدینہ کے بعد صرف ہجرت کی فرضیت ساقط ہوئی ہے (مشہور حدیث نبویؐ کی طرف اشارہ: "لاهجرة بعد الفتح و لكن جهاد و نيته" روایت بخاری ومسلم بحوالہ: نووی: ریاض الصالحین/۷، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر ۱۹۳۸ء مزید ملاحظہ ہو: ہمارا تحقیقی ترجمہ دعوت دین کے علمی تقاضے/۹-۱- مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی)۔ اس کا ندب واستحباب قیامت تک کے لئے باقی ہے۔ معقول وجوہ سے اگر یہ مہاجرت ہوگی، تو آج کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو درجہ کے فرق سے انصار مدینہ کا کردار ادا کرنا ہوگا اور آبادی کے اضافی بوجھ سے اپنے عیش کو کرکرا کرنے کا ان کا عذر خدا اور رسول ﷺ کی نظروں میں ہرگز ہرگز قابل تسلیم نہ ہوگا۔

غیر مسلم کی مسلمان کے یہاں پناہ گزینی

اسلام میں پناہ گزینوں کے حقوق کی بحث دراصل اسی عنوان سے شروع ہوتی ہے، اس سلسلے میں اسلام کی دلچسپی کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کے یہاں شہریوں کی مستقل قسموں میں ایک مستقل قسم پناہ گزیں "مستامنین" کی ہے۔ معلوم ہے کہ شریعت محمدی ﷺ میں شہری تین طرح کے ہیں، (الف) مسلمان یعنی کہ اسلامی ریاست کا مستقل اصل شہری۔ (ب) ذمی: اسلامی ریاست کا مستقل غیر مسلم شہری جس کے مخصوص حقوق اور اختیارات اسلامی ریاست تسلیم کرتی ہے (تفصیل کے لئے: مولانا سید جلال الدین عمری: غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق"، نیز خاکسار کی کتاب "اسلام اور آزادی فکر وعمل" (منتظر طبع) پہلی: مطبوعہ: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، نیز مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ: اسلامی ریاست کی بحث "غیر مسلموں کے حقوق" مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور بار اول ۱۹۶۲ء)، اور (ج) مستامنین: دار الحرب کا غیر مسلمان شہری جو کسی مدت مخصوص کے لئے دار الاسلام میں قیام کا خواہش مند ہو۔ فقہ اسلامی میں پہلے دونوں شہریوں کی طرح مستامنین کے حقوق واختیارات بھی پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، جن کے لئے متعلقہ مآخذ سے رجوع کیا جاسکتا ہے (فقہ قدیم سے اس کے جائزہ کے لئے: امام محمد صاحب ابی حنیفہ اور ان کے شارح شمس الائمہ سرخسی کی: المبسوط ۴/۳۸-۲۲۴-۵/ ۴۸-۲۰۰-۱۰/ ۶۶-۱۲۳ ودیگر، نیز انہی دونوں کی شرح السیر الکبیر: ۱/ ۱۶۸-۲۶۸ آخر جلد، نیز دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد الدکن، اردو میں اس کی ایک جھلک کے لئے شیخ ابوزہرہ مصری کی کتاب کا ہمارا ترجمہ: انسانی معاشرہ- اسلام کے سائے میں/ ۲۲۷ اور اس سے آگے، مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی)، لیکن اس موقع پر اس بحث میں ہم صرف اس سے متعلق سورۂ توبہ کی دستوری آیت کریمہ کے نکات کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھولنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔اس کے آئینے میں مسئلہ کے اہم پہلوؤں اور اس کے دیگر متعلقات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے اور موقع اور ضرورت کی مناسبت سے اسکی جزئیات اور تفصیلات مرتب کی جا سکتی ہیں:

"وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه ذلك بأنهم قوم لا يعلمون" (سورۃ التوبۃ:٦) (مشرکوں (اور کافروں) میں سے کوئی اگر تمہاری پناہ کا طالب ہو تو تم اس کو یہ پناہ فراہم کرو، یہاں تک کہ اس کو اللہ کا کلام سننے کا موقع مل جائے، پھر تم اس کو اس کے اطمنان کی جگہ پر پہنچا دو، یہ اسلئے کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو سمجھ نہیں رکھتے ہیں)۔

اس آیت کریمہ کے سلسلے میں سب سے پہلی بات دیکھنے کی یہ ہے کہ یہ سورۂ توبہ کی آیت ہے، قرآن کی یہ واحد سورہ ہے، جو بسم اللہ سے خالی ہو کر رحمت رب کے تذکرے سے خالی ہے، توبہ کے علاوہ اس کا دوسرا معروف نام "برأۃ" ہے جس سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔اس میں مشرکوں سے برأت اور بیزاری اور ان کے خلاف اعلان جنگ ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ اللہ کے عذاب کی سورہ ہے۔جیسا کہ اس کا دوسرا معروف نام یہی ہے (سورۃ العذاب، حضرت حذیفہؓ کی روایت، تفسیر الجلالین/۲۳۹ طبع جدید، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۳ھ، اسی سورہ کے ایسی ہی دوسرے نام "فاضحہ" "مبعثرۃ" اور "مقشقشۃ" ہیں کہ یہ لوگوں کی قلعی کھولنے والی اور ان کو آئینہ دکھانے والی سورہ ہے، قاضی ابوبکر بن عربی مالکی م ۵۴۲ھ: احکام القرآن:۱/ ۱۳۶۵ مطبعۃ السعادہ، مصر ۱۳۳۱ھ طبع اول)۔اس کے باوجود اس سورہ کے اندر مشرک کی پناہ گزینی سے متعلق اوپر کی آیت کریمہ ہے، جو اس لحاظ سے بہت معنی خیز ہے۔اس کے بعد اس سے پناہ گزینوں کے لئے مستنبط ہونے والے حقوق کی غیر معمولی وسعت سامنے آتی ہے۔

پناہ دینے کا وجوب

اس سلسلے میں پہلا غور طلب نکتہ یہ ہے کہ اس میں مسلمان کے اوپر کافر و مشرک یعنی کہ غیر مسلم کو پناہ دینے کو واجب قرار دیا گیا ہے، معروف اصول سے جبکہ کوئی تخصص نہ ہو، امر کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتضاءِ وجوب ہے، اس لئے عام حالات میں اگر کوئی معتبر مصلحت اور ضرورت اس کے برعکس نہ ہو، کسی کافر اور مشرک کے پناہ طلب کرنے پر مسلمان کے لئے اس کو پناہ دینا واجب ہے۔ جس طرح یہ بات فرد سے متعلق ہے اسی طرح اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت سے متعلق ہے، اور ان عام حالات سے جنگی حالات کا استثناء نہیں ہے کہ مسلمان معاشرہ یا مسلمان کسی کافر جماعت اور حکومت سے برسر جنگ ہو، تو کسی بھی حال میں ان کے کسی پناہ طلب کرنے والے کو مسلمانوں کے یہاں پناہ نہ ملے۔ یہ آیت کریمہ جیسا کہ گذرا سورہ براۃ کی ہے، جو فتح مکہ کے پس منظر میں مدینہ میں اس وقت نازل ہوئی تھی، جبکہ جزیرۃ العرب میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان نزاع اور کشمکش اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔ ظاہر ہے جب ان حالات میں مسلمانوں کے لئے اس کو واجب قرار دیا گیا، تو اسی جیسے دوسرے حالات کا اس سے استثناء نہیں ہوسکتا۔ مخصوص حالات کا مطلب اس سے ہٹ کر یہ کہ مضبوط ترین قرائن اور یقینی ذرائع سے ایسے کافر ومشرک کا پناہ کے بہانے سے جاسوس ہونا یا کسی دوسرے ذریعہ سے مسلمان معاشرے اور مسلمان حکومت کو نقصان پہنچانے کا ظن غالب حاصل ہو جائے، صرف اسی مخصوص صورت میں اس وجوب سے استثناء کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔

اصلاح وتربیت کی فکر

دوسری بات اس دستوری آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کے پناہ گزیں/ پناہ گزینوں کی نسبت سے صرف عام انسانی حقوق کا ادا کرنا ہی کافی نہیں ہے کہ ان کے کھانے پینے، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان کیا جائے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کی اصلاح وتربیت کا سامان کیا جانا ضروری ہے۔ جس کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، اس کے کان میں اللہ کا کلام پڑھے جسکی برکت سے وہ شرک وکفر کی تاریکی سے نکل کر اسلام کے اجالے میں آجائے۔ کلام کی تربیت: "فأجره حتى يسمع كلام الله" (تو تم اس کو پناہ فراہم کرو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے) سے یہ اضافی نکتہ اپنے آپ نکلتا ہے کہ جلد رخصت کرنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے اپنے یہاں اس کے قیام کو لمبا اور دراز کیا جائے، جس سے کہ بار بار اس کو اللہ کے کلام کو سننے کا موقع ملے۔ ظاہر ہے یہاں پر یہ سننا برائے سننا نہیں ہے، بلکہ یہ ہدایت کے مقصد سے ہے۔ جیسا کہ فقہ میں اسکی صراحت ہے اور اسی کی بنیاد پر اسلام میں غیر مسلم کے قرآن اور علم دین کے حاصل کرنے کے حق کا اثبات کیا گیا ہے (حوالہ کے لئے ہماری کتاب "اسلام اور آزادی فکر وعمل" کی بحث 'علم دین کے حصول کی آزادی' بحوالہ بالا)۔ عام حالات میں یہ مقصد ایک دو بار سننے سے حاصل نہیں ہوسکتا، بلاشبہ قرآن کی تاثیر غیر معمولی ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ اسکی کسی ایک آیت سے انسان کی کایا پلٹ جائے اور وہ کفر وشرک سے تائب ہو کہ اسلام کے سایہ رحمت میں پناہ لینے کے لئے اپنے کو مجبور پائے۔ لیکن عام حالات میں ایک عقیدے کو چھوڑ کر دوسرے عقیدے کو اختیار کرنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس طرز ادا کا دوسرا نکتہ ہے کہ مسلمان گھر، معاشرے اور مسلمان حکومت میں ہر وقت کتاب اللہ اور کلام اللہ کا چرچا ہونا چاہئے۔ یہاں جو شخص آئے سب سے پہلے اور بار بار اس کے کان میں اللہ کی بات اور اس کا کلام پڑھے۔ اور مختصر قیام میں بھی وہ اس کی فیض بخشیوں سے اپنے کو محروم نہ رکھنے پائے۔ اس کے علاوہ دوسری بلاغت یہ ہے کہ پناہ گزین ایک طرح سے مسلمان گھر، معاشرے اور حکومت کا مہمان ہے۔ اس کے اوپر بوجھ نہ ہو کہ مخصوص حالات کا فائدہ اٹھا کر اس کے اوپر زبردستی اپنے عقیدے اور مذہب کو تھوپا جا رہا ہے، اسی لئے یہ نہیں کہا کہ یہاں تک کہ تم اس کو اللہ کا کلام سنا دو، بلکہ یہ کہا کہ یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے، اس سے یہ نہیں نکلتا کہ اس نیت سے اس کو اللہ کے کلام سنانے کی ممانعت ہے۔ بلکہ طرز ادا کی نزاکت ہے کہ یہ کام اس طرح انجام پائے کہ مہمان کے لئے یہ گرانی کا باعث نہ ہو، اس سلسلے کا آخری نکتہ یہ کہ یہ بات مخاطب عرب کے پس منظر میں کہی گئی ہے۔ جس کے سامنے قرآن کی سادہ تلاوت بھی اس کے معانی ومفاہم کے ادراک کے لئے بالکل کافی تھی، اس سے یہ اپنے آپ نکلتا ہے کہ جہاں مشرک پناہ گزین عربی داں اور قرآن کے اسلوب سے آشنا نہ ہو، وہاں اس کے سامنے اللہ کے کلام کی تلاوت تو ہو ہی کہ اس کلام کی سادہ تلاوت بھی اپنا غیر معمولی اثر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلوں کو موڑنے کی ایسی ہی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس سے آگے اس کی زبان اور اس کے اسلوب میں اس کے سامنے قرآن کے پیغام کو پیش کیا جائے۔

اکتاہٹ سے گریز

یہ نکتہ ضمنا اوپر آچکا ہے، لیکن آیت کریمہ کے آگے کے بیان سے اس کی مزید تاکید ہوتی ہے: "ثم أبلغه مأمنه" (پھر تم اس کو اس کے اطمنان کی جگہ پہنچادو)۔

معروف عربی قاعدے سے "ثم" تراخی یعنی دیر کے لئے ہے۔ یہ دیر گھنٹے دو گھنٹے، دن دو دن مہینے دو مہینے اور برس دو برس اور برسہا برس کی بھی ہوسکتی ہے، کتاب اللہ میں اس لفظ کے متنوع استعمالات سے یہ ظاہر ہے (سردست اس کے صرف تین نظائر: مدثر:۲۱-۲۳- قیامۃ:۳۱-۳۳ اور: مومنون: ۱۳-۱۶)۔ یہاں تک کہ دنیا کی پوری زندگی کے ساتھ برزخ کی طویل زندگی گذرنے کے بعد انسان جب خدا کے حضور پہنچے گا، تو اس موقع کے لئے بھی اس "ثم" کا استعمال ہوا ہے جس سے کہ اس کی وسعت اور درازی کا اندازہ ہوتا ہے:

۱- "...... ثم إلينا ترجعون" (عنکبوت:۵۷، مزید کے لئے: روم: ۱۱، اور زمر ۴۴)

(......پھر تم ہمارے ہی پاس پلٹ کر آؤ گے)۔

۲-"......ثم إلينا مرجعكم" (یونس:۲۳، نیز ملاحظہ ہو: آل عمران:۵۵، انعام:۶۰ اور ۱۶۴)

(......پھر تمہارا ہمارے پاس پلٹنا ہوگا)۔

اس سے ایک بات تو یہ موکد ہوئی کہ اگر حالات کا یہی اقتضاء ہو، تو غیر مسلم پناہ گزین کو رخصت کرنے میں جلدی نہ کی جائے، وہ مسلمان فرد، معاشرے اور حکومت کے زیر سایہ پورے سکون اور اطمنان سے رہے اور جب وہ جانے کے لئے ضد کرے اور مزید رکنے کے لئے تیار نہ ہو، تو اس صورت میں بھی یہ نہیں کہ گھر سے لاکر اس کو بس سڑک پر کھڑا کر دیا جائے کہ جہاں اسکی سینگ سمائے وہ جیسے تیسے وہاں کے لئے روانہ ہوجائے۔ نہیں بلکہ اس موقع پر "ثم" کے بعد قرآن کے دونوں الفاظ "أبلغه" اور "مأمنه" معنی خیز ہیں اور اپنے الگ الگ تقاضے رکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أبلغه" "اس کو پہنچا دو" کا تقاضا ہے کہ جیسے تیسے نہیں بلکہ مشرک پناہ گزیں کو مہمان کی طرح عزت اور تکریم کے ساتھ پہنچایا جائے، اس کی اپنی کمائی کی نہ ہو، تو اس کے لئے زادراہ اور سفرخرچ کا انتظام کیا جائے، جس سے کہ وہ پورے سکون اور اطمنان کے ساتھ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے، آج کے حالات میں ٹرین کا سفر ہو، تو ریزرویشن کرایا جائے، ہوائی جہاز کا سفر ہو، تو اس کے ٹکٹ کا انتظام کیا جائے اور سفر کی نوعیت اور فاصلے کی قربت اور دوری کے لحاظ سے زاد راہ اور سفرخرچ کا الگ سے اہتمام کیا جائے دوسرا لفظ:

"مأمنه" "اس کے اطمنان کی جگہ" اس سے آگے کا مطالبہ کرتا ہے کہ غیر مسلم پناہ گزیں کے وہاں پہنچنے کا انتظام کیا جائے، جہاں کہ وہ امن واطمنان کے ساتھ زندگی گزار سکے، اسکی پسند کی یہ امن واطمنان کی جگہ بسا اوقات دور ہوسکتی اور کثیر مصارف کی طالب ہوسکتی ہے۔ لیکن آیت کریمہ کا یہ لفظ مسلمان فرد، معاشرے اور مسلمان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ کافر اور مشرک پناہ گزیں کو ہر حال میں اس کے امن واطمنان کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ یہ غیر مسلم پناہ گزیں ایک یا چند افراد، ان کی کوئی جماعت، اسی طرح ان کی بڑی سے بڑی آبادی بھی ہوسکتی ہے، اس سلسلے میں فرد کی طرح اگر کسی مسلمان حکومت کے وسائل کفایت نہ کریں، تو زیر بحث آیت کریمہ پر عمل درآمد کے مقصد سے دیگر مسلمان حکومتوں، یہاں تک درجہ بدرجہ پورے عالم اسلام کی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ وہ اس انسانی مسئلہ کے حل میں متعلق حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ تعاون ان کے اوپر حسب حیثیت اور حسب مقدرت واجب ہوگا اور اس میں کوتاہی پر وہ عنداللہ جوابدہ قرار پائیں گی۔

بہرحال وہ جائیں تو اپنے امن واطمنان کی جگہ ہی جائیں، اور کسی متعین مدت کی تحدید کے بغیر جب تک ان کو یہ جائے امن نصیب نہ ہو، وہ مسلمان فرد، معاشرے کی طرح مسلمان حکومت کے زیرسایہ زندگی بسر کریں۔ زمین اللہ کی ہے، وہ اللہ کے بندے اور اس کے بندوں کے مہمان ہیں، پھر ان کو گھبرانے اور اکتانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ جب تک مسلمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے اور اسلامی حکومت کی کوئی مخصوص مصلحت اور مخصوص ضرورت اس کے برعکس کی متقاضی نہ ہو، اسلامی ریاست کے غیر مسلم پناہ گزیں کو اپنے اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے یہ بات اپنے آپ نکلتی ہے کہ ایسی ہی کوئی دوسری مصلحت اور رکاوٹ نہ ہو، تو ایسے پناہ گزینوں کو عارضی شہریت کے ساتھ اسلامی ریاست کی مستقل شہریت بھی دی جا سکتی ہے۔ اصولی طور پر اس کی پوری گنجائش نکلتی ہے (اس موقع پر علماء کی ایک جماعت کی طرف سے کہا گیا ہے کہ دار الحرب سے آنے والے کسی غیر مسلم کو دار الاسلام میں سال بھر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، ہاں چار مہینے تک وہ ٹھہر سکتا ہے، جہاں تک چار مہینے سے اوپر اور سال بھر سے کم مدت کا سوال ہے، تو اس کے سلسلے میں حضرت امام شافعیؒ اور دیگر علماء کے دو قول ہیں۔ ایک کے مطابق یہ جائز اور دوسرے کے مطابق نا جائز ہے۔ حافظ ابن کثیر م ۷۷۴ھ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۳۷، مکتبۂ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور امت کے علماء اور ان کے ارباب حل وعقد کے لئے اپنے حالات کے لحاظ سے اس سے ہٹ کر بھی رائے بتانے اور اس پر عمل کرنے کی پوری گنجائش ہے۔ اسی طرح اس سلسلے میں فقہائے احناف کے یہاں یہ جو کہا گیا ہے کہ امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی سبب اور عذر کے بغیر کسی حربی کو دار الاسلام میں یوں ہی پڑا نہ رہنے دے، بلکہ کام ختم ہو جانے پر اسے اس کے گھر چلے جانے کے لئے اقدام کرے نیز یہ کہ اس اقدام کے بعد بھی اگر وہ سال بھر تک دار لاسلام میں پڑا رہتا ہے، تو وہ 'ذمی' ہو جائے گا اور اس سے خراج وصول کیا جائے گا۔ ابو بکر الجصاص م ۳۷۰ھ: احکام القرآن: ۳/ ۱۰۴ مطبعہ بہیہ مصر ۱۳۴۷ھ تو فقہ حنفی کی یہ رائے بھی مبنی بر اجتہاد ہی ہے اور بدلے ہوئے حالات میں اس سے مختلف رائے اختیار کی جا سکتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی واضح رہے کہ حکومت اسلامیہ کے علاوہ عام حالات میں امان دینے کا یہ حق آزاد کی طرح غلام، عورت اور بچے ہر ایک کو حاصل ہوگا۔ حضرت امام اعظم بھی اپنی شرحوں کے ساتھ غلام کی امان کے حق کے قائل ہیں۔ حضرات مالکیہ کے یہاں بچے کی امان کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ابن العربی: احکام القرآن: ۱/ ۳۷۰-۱۳۷۱، بحوالہ بالا)۔

عام انسانی حقوق کا اہتمام

قرآن کریم میں غیر مسلم پناہ گزیں کے لئے جب اس قدر خیال ولحاظ کیا گیا ہے، جس کی تفصیل اوپر گذری، تو اس سے اپنے آپ نکلتا ہے کہ اللہ کے دین میں اس کے عام انسانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق کا کتنا خیال ہوگا۔ اور اسلام ان کے سلسلے میں کس درجہ مستعد اور چوکس ہوگا۔ معلوم ہے کہ اسلام میں خدمت خلق اور حسن سلوک کی کس قدر تاکید ہے۔ یہ خدمت اور سلوک عقیدے اور مذہب کی قید سے بے نیاز ہے، صرف انسان کا انسان ہونا اس کے لئے کافی ہے کہ آڑے وقت میں اس کے کام آیا جائے اور اس کے ساتھ رحمت ونرمی کا سلوک کیا جائے۔ اسلام میں اخلاق کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی ہیں، اپنی عدل ورحمت کے صفات کے ساتھ اللہ رب العزت کا اپنے بندوں کے ساتھ جس وسعت اور کشادگی کا معاملہ ہے کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو بھی اچھی طرح کھلاتا پلاتا اور ان کو ہر طرح سے نوازتا ہے۔ ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے اس کے محبوب بندوں کے رویے کو بھی اس سے مختلف نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن میں اہل ایمان کو صاف حکم ہے کہ مسلم وغیر مسلم کے کسی امتیاز کے بغیر وہ ہر ایک سے بھلی بات کہیں: "......وقولوا للناس حسنا" (البقرۃ: ۸۳، دوسری نظیر کے لئے: اسرار: ۵۳) (......اور تمام لوگوں سے بھلی بات کہو)۔

نیز یہ کہ علی الاطلاق وہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ کریں: "......وافعلوا الخیر" (حج: ۷۷، ایضا: آل عمران ۱۱۵) (......اور ہر ایک کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو)۔

اسی طرح حدیث میں اللہ کے آخری رسول ﷺ کی تاکید ہے: "الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء" (جامع ترمذی جلد ۲/، أبواب البر والصلة باب ماجاء فی رحمة الناس، رشیدیہ دہلی)، (رحم کرنے والے لوگ اللہ ان پر رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا)۔

نیز یہ کہ: "الخلق عیال الله فأحب الخلق إلی الله من أحسن إلی عیاله" (بیهقی فی شعب الایمان بحواله مشکوٰة المصابیح ۴۲۵/، رشیدیہ دہلی) ((تمام) مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، تو اپنی مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کا معاملہ کرے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لحاظ سے اسلام میں اس کے کسی ماننے والے کے اوپر غیر مسلموں کے جو حقوق مرتب ہوتے ہیں، غیر مسلم پناہ گزیں اس کی طرف سے بدرجہ اولی ان حقوق کا مستحق ہوگا۔ اسلام اگر عقیدے، مذہب، رنگ و نسل اور زبان و علاقائیت کی بنیاد پر انسانوں اور انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز کا قائل نہیں ہے، تو غیر مسلم پناہ گزیں کے ساتھ ان کی بنیاد پر اس سے بڑھ کر اس کے نزدیک کسی قسم کا امتیاز برتنا ہرگز ہرگز جائز اور درست نہیں ہوگا۔ اسلام اپنے غیر مسلم مستقل شہریوں ''اہل ذمہ'' کے ساتھ جس حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے اور ان کے لئے بھرپور انسانی حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے، غیر مسلم پناہ گزیں اس سے بھی زیادہ ان حقوق کا حقدار اور اس حسن سلوک کا مستحق ہوگا، اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو کیا حقوق حاصل ہیں اور اسلام کی عدل گستری ان کے لئے کون کون سی غیر معمولی مراعات اور سہولیت فراہم کرتی ہے، اس کی تفصیل میں قدیم سے جدید تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے (اسی مضمون کے حواشی ۱۱، اور ۱۲)۔

دیگر متعلقہ حقوق

جہاں تک غیر مسلم پناہ گزیں کے دیگر حقوق و فرائض کا سوال ہے، تو اس میں معاش کے حصول اور اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم کی آزادی جیسے حقوق میں کسی تخفیف کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، جس اسلامی ریاست کے مستقل غیر مسلم شہریوں کو حدود کی رعایت سے اس کی آزادی حاصل ہے جس کی تفصیل اوپر کے حوالہ پر دیکھی جا سکتی ہے، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم پناہ گزیں کو یہ سہولت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اپنی تفصیلات کے ساتھ اسلامی ریاست کے مکمل قانون (Law of the land) کے بھی یہ اہل ذمہ کی طرح پوری طرح سے پابند ہوں گے۔ اس کی تفصیلات بھی اسی حوالہ میں دیکھنی چاہئیں (حاشیہ ۱۹ سے مراجعت)۔ جہاں تک اسلامی ریاست کے غیر مسلم پناہ گزینوں کی شہریت، اسی طرح سیاست اور انتظامیہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملازمت میں ان کی شرکت کا سوال ہے، اس کی گنجائش اور عدم گنجائش کا فیصلہ متعلقہ حکومت اپنے حالات اور مصالح کی روشنی میں ہی کر سکتی ہے۔ اور اس کے سلسلے میں کوئی عمومی اور اصولی موقف متعین نہیں کیا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پناہ گزینوں کے حقوق اسلامی اصول کی روشنی میں

مولانا ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

ا- پناہ گزینی کا حق اور پناہ گزینوں کے حقوق اسلامی اصول کی روشنی میں

پناہ گزینی کا حق ایک فطری حق ہے، ہر انسان اور ہر جاندار ظلم کا شکار ہونے سے بچنے کے لئے پناہ گاہ کی تلاش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں پناہ (عوذ) کا ذکر سترہ مقامات پر آیا ہے۔ جن میں سات جگہ پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن میں پانچ جگہ شیطان سے پناہ چاہی گئی ہے، قرآن مجید میں متکبر، ظالم، جاہل، حاسد، جادوگر اور وسوسہ ڈالنے والے جنات وانسان سے رب تعالیٰ کی پناہ چاہی گئی ہے، سورۂ دخان میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جملہ نقل کیا ہے: "وإني عذت بربي وربكم أن ترجعون" (الدخان:۲۰) (میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں، اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر سے قتل کرو)۔

اسی طرح امام نسائی نے اپنی سنن میں استعاذہ سے متعلق احادیث کو ایک کتاب (کتاب الاستعاذہ) میں جمع کیا ہے۔ جن میں ۶۴ ابواب ہیں، واضح ہو کہ ان آیات اور احادیث میں اللہ کے حضور پناہ چاہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ پناہ حاصل کرنا انسان کا فطری حق ہے۔ اور یہ کہ مومن کو مصیبت کے وقت سب سے پہلے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور اس کے حضور پناہ کی درخواست کرنی چاہئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اللہ کے سوا کسی دوسرے سے پناہ حاصل نہ کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے طائف سے نامراد

☆ لکچرار اردو گورنمنٹ جونیئر کالج ظہیر آباد ضلع میدک اے پی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپسی کے بعد اخنس بن شریق کی پناہ چاہی، اس نے انکار کیا، تو سہیل بن عمرو کی پناہ حاصل کرنی چاہی، اس کی طرف سے بھی نفی میں جواب ملا، تو مطعم کی پناہ چاہی، اس نے آپ ﷺ کو پناہ دی، وہ اور اس کے اپنے خاندان والے ہتھیار سے لیس ہو کر مسجد حرام آئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی پناہ میں مسجد حرام میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا، وہاں پر نماز پڑھی، پھر اپنے گھر لوٹے (سیرۃ ابن ہشام ا/ ۳۵۳ ط: دار المنار ھیلو بولیس ۱۹۹۴ء)۔

اسی طرح حبشہ ہجرت کرنے والوں کو جب مکہ والوں کے اسلام لانے کی خبر ملی، تو ان میں سے (۳۳) آدمی مکہ واپس آئے، مکہ کے قریب جب ان کو معلوم ہوا کہ مکہ والوں کے اسلام لانے کی خبر غلط تھی، تو ان میں کچھ لوگ چھپ کر مکہ میں داخل ہوئے، اور کچھ لوگ پناہ حاصل کر کے مکہ آئے، چنانچہ سید عثمان بن مظعون ولید بن مغیرہ کی پناہ میں مکہ آئے۔ ابو سلمہ بن عبد الاسد اپنے ماموں ابو طالب بن عبد المطلب کی پناہ میں آئے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ والوں کی اذیت سے حبشہ ہجرت کے لئے نکل گئے تھے، راستہ میں احابیش کے سردار ابن الدغنہ اپنی پناہ میں لے کر ان کو مکہ لائے، اور قریش سے کہا: اے قریش کی جماعت! میں نے ابن ابی قحافہ کو پناہ دی ہے، کوئی ان سے تعرض نہ کرنا، لہٰذا قریش ان کو ستانے سے باز رہے (دیکھئے سیرۃ ابن ہشام: ۱/ ۳۴۲-۳۴۷)۔

پناہ گزینوں کو پناہ دینے کے بارے میں قرآن مجید کا واضح حکم موجود ہے: "وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه ذلك بأنهم قوم لا يعلمون" (سورۃ التوبہ: ٦) (اور اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ کا طالب ہو، تو آپ اس کو پناہ دیجئے یہاں تک کہ وہ اچھی طرح اللہ کا کلام سن لے، پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جانتے نہیں ہیں)۔

گرچہ اس آیت کے ظاہر سے کلام اللہ کو سننے کی خاطر پناہ دینے کا حکم معلوم ہوتا ہے، لیکن مفسرین نے دوسری مصلحت کے پیش نظر بھی پناہ دینے کی اجازت دی ہے، چنانچہ علامہ قرطبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں: بہ ظاہر یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے، جو قرآن سننا اور اسلام کے بارے میں غور کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کے علاوہ مسلمانوں کی مصلحت اور ان کے فائدے کی خاطر بھی پناہ دی جاسکتی ہے (الجامع لأحکام القرآن ۸/ ۴۹ طبع بیروت)۔

اس لئے فقہاء نے مستأمن کے لئے بہ غرض تجارت دارالاسلام آنے کی اجازت دی ہے، نیز دیکھا جائے تو آیت میں شرط نہیں لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی کلام اللہ کو سننے کا خواہش مند ہو تو اسے پناہ دی جائے، پناہ دینا تو دراصل مصیبت زدہ کی مدد ہے، البتہ پناہ دینے کے نتیجہ میں یہ فائدہ ہوسکتا ہے کہ پناہ گزیں اسلام کی تعلیمات سے واقف ہو جائے، اور اس طرح اس کو اسلام کے سمجھنے کا اور مسلمانوں کو اسلام کی تفہیم کا موقع ہاتھ آجائے، لیکن اس کو شرط کا درجہ نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی فقہاء نے اس آیت سے مسائل کے استنباط میں اس شرط کو لازمی قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینبؓ اور اپنے چچا ابوطالب کی بیٹی ام ہانی کے پناہ دینے کو باقی رکھا، چنانچہ طبرانی کی روایت: **"عن أنس بن مالک أن زینب بنت رسول اللہ ﷺ أجارت أبا العاص فأجاز النبی ﷺ جوارھا وإن أم ھانی بنت أبی طالب أجارت أخاھا عقیلا فأجاز النبی ﷺ جوارھا"** (رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط وفیہ عباد بن کثیر الثقفی وھو متروک، مجمع الزوائد ۵/ ۵۹۴) (سیدنا انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاصؓ کو پناہ دی، تو نبی کریم ﷺ نے اسے درست قرار دیا، اور سیدہ ام ہانیؓ بنت ابوطالب نے اپنے بھائی عقیل کو پناہ دی، تو نبی ﷺ نے اسے جائز قرار دیا)۔

آیت اور احادیث کی وجہ سے اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو مامون ہو کر رہنے کی گنجائش رکھی گئی، اس لحاظ سے فقہاء نے امان کی تین قسمیں کی ہیں:

چنانچہ علامہ کاسانیؒ نے وضاحت کی ہے: **"الأمان فی الأصل نوعان: أمان مؤقت، وأمان مؤبد، أما المؤقت فنوعان أیضاً أحدھما: الأمان المعروف وھو أن یحاصر الغزاۃ مدینۃ أو حصنا من حصون الکفرۃ فیستأمنھم الکفار**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیؤمنوهم" (بدائع الصنائع ۶/۱۰۷ ط: دیوبند) (امان کی اصل میں دو قسمیں ہیں: امان مؤقت اور امان مؤبد، امان مؤقت کی بھی دو قسمیں ہیں: اول امان معروف وہ یہ کہ مجاہدین کسی شہر یا کافروں کے کسی قلعہ کا محاصرہ کرلیں، اور کفار امن کی درخواست کریں تو مسلمان انہیں امن بخشیں)۔

"......**والثاني الموادعة وهي المعاهدة والصلح على ترك القتال**" (حوالہ سابق:۱۰۷) (......امان مؤقت کی دوسری قسم موادعت یعنی جنگ بندی پر صلح اور معاہدہ ہے)۔

"...... **وأما الأمان المؤبد فهو المسمى بعقد الذمة**" (حوالہ سابق:۱۰۷)۔

(......امان کی دوسری قسم امان مؤبد ہے، اسی کا دوسرا نام عقدِ ذمہ ہے)۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے لکھا ہے: "یہ فصل کافروں کو امن دینے کے بارے میں ہے، جو جزیہ اور ہدنہ کا ایک حصہ ہے، اور مطلق امن کی ایک قسم ہے، جو ان تینوں میں منحصر ہے، کیونکہ اگر اس کا تعلق محصور سے ہو تو وہ پہلی قسم ہے، اور محصور سے اور نہ ہی اس کی کوئی انتہا ہو تو وہ دوسری قسم ہے اور اگر اس کی انتہا ہو تو وہ تیسری قسم ہے، اس کی اصل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا طالب ہو۔ الخ، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مسلمانوں کا عہد ایک ہے جس کی ایک ادنی مسلمان کوشش کرسکتا ہے تو جو کسی مسلمان کو رسوا کرے تو اس پر اللہ فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، ذمہ کے معنی عہد اور امان کے ہیں" (تحفۃ المحتاج بشرح المنهاج ۹/۲۶۵ ط: دار احیاء التراث العربی)۔

اس کے علاوہ فقہاء نے امان کی ایک اور قسم "استیمان" بتائی ہے (الهدایة والعنایة مع فتح القدیر ۶/۱۶)۔

اس طرح امان کی چار قسمیں کی جاسکتی ہیں:

(۱) کسی شہر یا کسی قلعہ والے کو متعینہ مدت کے لئے امان دینا۔

(۲) کسی قوم سے ترکِ جنگ کا معاہدہ۔

(۳) امان مؤبد یعنی دار الاسلام میں غیر مسلموں کو مستقل شہریت عطا کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) استیمان یعنی دارالاسلام میں غیر مسلموں کو متعینہ مدت تک کے لئے تجارت، سفارت اور پیغام رسانی وغیرہ کی غرض سے رہنے کی اجازت دینا۔

امان مؤقت ہو یا مؤبد امن حاصل کرنے والے لوگوں کی جان و مال اور عزت وعصمت محفوظ ہو جاتی ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۶/ ۷۳، ۷۶، ۷۹، ۸۰)۔

چنانچہ سیدنا علیؓ کا ارشاد منقول ہے: "**إنما قبلوا عقد الذمة لتكون أموالهم كأموالنا و دمائهم كدمائنا**" (دیکھئے: بدائع الصنائع ۶/ ۸۰) (انہوں نے عقد ذمہ قبول کیا ہے، تا کہ ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں)۔

اور سیدنا عمرؓ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت فرمائی تھی: "**وأوصيه بذمة الله وذمة رسوله ﷺ أن يوفى لهم بعهدهم وأن يقاتل من ورائهم وأن لا يكلفوا فوق طاقتهم**" (بخاری ۱/ ۱۸۷ کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ وأبی بکر وعمرؓ) (میں اسے ذمیوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے عہد کی مکمل پاسداری کی جائے، ان کے دشمنوں سے جنگ کی جائے، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے)۔

"**ثم أبلغه مأمنه**" کی تفسیر میں فقہاء ومفسرین نے لکھا ہے: حربی امن گزیں کو ستایا نہ جائے، بلکہ ان کی حفاظت کی جائے، چنانچہ حجۃ الاسلام امام ابو بکر جصاص رازیؒ کا بیان:

"اور اللہ تعالی کا فرمان (پھر تم اس کو اس کے محفوظ مقام پر پہنچاؤ) اس بات پر دلیل ہے کہ امام پر اس پناہ گزیں حربی کی حفاظت ونگرانی اور لوگوں کو انہیں ایذا پہنچانے سے روکنے کی ذمہ داری ہے، اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ امام پر ذمیوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہے، ان کو ایذا پہنچانے اور ان پر ظالمانہ قدم اٹھانے سے باز رکھا جائے) (أحکام القرآن للجصاص ۴/ ۲۷۳ ط: دار إحیاء التراث العربی)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے ذمیوں کے بارے میں اپنی تفسیر میں یوں لکھا ہے: "ان کو "اہل ذمہ" بھی کہا جاتا ہے، یعنی عہد و پیمان والے، جن کے معاملے میں اسلام عدل اور مساوات کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب قرار دیتا ہے۔ان کو" معاہدین" بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ اس عہد کے مطابق دارالاسلام میں مقیم رہتے ہیں، جو ہمارے اور ان کے درمیان منعقد ہوتا ہے،اس معاہدہ کو نافذ کرنا اور اس کا احترام کرنا، دونوں فریقوں کی طرف سے واجب ہے،اور ان پر ظلم کرنا اور ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا حرام ہے"(التفسیر المنیر ١٠/ ١٧٥ط: دارالفکر دمشق)۔

آگے انہوں نے فقہی احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:"**ومقتضی عقد الذمة حقن الدماء ومنع القتال، والتزام أحکام الإسلام مع تقریرنا البقاد علی دینهم إذ لا إکراه فی الدین، ولکن لیس یراد بذلک الرضا بکفرهم**" (التفسیر المنیر ١٠/ ١٧٨) (عقد ذمہ کا تقاضہ ہے: خون ریزی سے بچنا اور جنگ و جدال سے رکنا اور اپنے دین پر باقی رہتے ہوئے اسلامی احکام کو اپنے اوپر لازم قرار دینا، کیونکہ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے،لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے کفر سے راضی ہونا سمجھا جائے)۔نیز دیکھئے: علامہ ابن حجر ہیثمی کی کتاب" تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج ٩/ ٢٩٢ وغیرہ)۔

لہٰذا ان تمام تصریحات سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کسی ملک کے پناہ گزینوں کو مندرجہ ذیل حقوق حاصل ہوں گے:

(١)ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہوگی۔

(٢)انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

(٣)ان کے عقیدہ کے مطابق حلال چیزوں (جیسے خمر اور خنزیر)وغیرہ کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

(٤)ان کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے گا۔

(٥)ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔

(٦)ان کو ایذا رسانی اور ان پر ظلم کی کوششوں سے باز رہا جائے گا۔

(٧)ان کی خوش دلی کے بغیر ان سے کوئی چیز نہیں لی جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸)ان کی جان و مال کے اتلاف کا تاوان ادا کیا جائے گا۔

(۹)ان کو ذرائع معاش کے حصول کا حق دیا جائے گا۔

۲-اس ملک میں ذرائع معاش کے حصول کا حق

ذرائع معاش کے حصول کا حق ایک بنیادی حق ہے، کسی ملک کے پناہ گزینوں کو یہ حق دینا ضروری ہے۔ بلکہ اس ملک کے ارباب حکومت کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ذرائع معاش کے حصول میں ان کا تعاون اور رہنمائی کریں، اور ان کے لئے مختلف معاشی اسکیمیں چلائیں، اور انہیں روزگار نہ ملنے تک ان کے اخراجات کا متبادل نظم کریں، اور ان کی امداد کے لئے باشندگانِ ملک اور عالمی برادری کو ترغیب وتوجہ دلائیں۔ اسلامی دورِ حکومت میں اس کی بہتر مثال ''مستأمن تاجر'' کی ملتی ہے، جو امن کا پروانہ حاصل کر کے بغرض تجارت دار الاسلام آیا کرتا تھا، اسی طرح مسلمان بھی بغرض تجارت اجازت لے کر دار الحرب جایا کرتے تھے (دیکھئے: السیر الصغیر: ۳۵، ۳۷، البحر الرائق ۵/۱۶۷ کتاب السیر باب المستأمن اور الدر المختار مع الرد ۶/۲۷۵ طبع دیوبند)۔

علامہ برہان الدین مرغینانیؒ لکھتے ہیں: ''و إذا دخل المسلم دار الحرب تاجرا فلا یحل له أن یتعرض لشئی من أموالهم ولا من دمائهم'' (الهدایۃ مع الفتح ۶/۱۶ ط: دار الکتب العلمیہ بیروت) (جب مسلمان تاجر بن کر دار الکفر میں داخل ہو، تو اس کے لئے کافروں کے مالوں اور جانوں سے تعرض کرنا جائز نہیں)۔

اسی طرح اسلامی دورِ حکومت میں ذمیوں کو ذرائع معاش کے حصول کا پورا حق حاصل تھا، اگر پناہ گزینوں کو ذرائع معاش کے حصول کا حق نہ دیا جائے، تو پناہ دینے کا کوئی حاصل نہیں رہ جاتا ہے، حج کے موقع پر پوری دنیا کے مسلمان مکہ مکرمہ آتے ہیں، حج کرنے والوں کی اکثریت غیر ملکیوں کی رہتی ہے، لیکن حج کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے تلاش معاش کی اجازت دی ہے: ''لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم'' (البقرۃ/۱۹۸) (تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ حج کے موقع پر معاش کی تلاش کرو، جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے)۔

۳-مذہب، رنگ، نسل اور علاقہ کی بنیاد پر پناہ گزینوں کے درمیان امتیاز نہ برتا جائے

اس سلسلہ میں قرآن کی آیت: "وإن أحد من المشركين استجارك" سے ہی واضح ہوتا ہے کہ پناہ چاہنے والا خواہ کوئی بھی ہو، اسے پناہ دی جائے، اور پناہ گزینوں کے درمیان مذہبی، لونی، نسلی اور علاقائی تعصب نہ برتا جائے، کیونکہ پناہ دینے کا مقصد انسانی ہمدردی اور خیر خواہی ہے، اور بہ حیثیت انسان سب برابر ہیں، اور سب ہمدردی اور خیر خواہی کے مستحق ومحتاج ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم وتقسطوا إليهم إن الله يحب المقسطين" (الممتحنہ:۸) (اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتے، جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے، اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا، اور اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں)۔

اور بخاری کی روایت میں ہے: "عن ابن عمر قال: رأى عمر حلة على رجل تباع، فقال للنبي ﷺ: ابتع هذه الحلة تلبسها يوم الجمعة وإذا جاءك الوفد، فقال: إنما يلبس هذه من لا خلاق له في الآخرة، فأتى رسول الله ﷺ منها بحلل فأرسل إلى عمر منها بحلة فقال عمر: كيف ألبسها وقد قلت فيها ما قلت؟ فقال: إني لم أكسكها لتلبسها تبيعها أو تكسوها فأرسل بها عمر إلى أخ له من أهل مكة قبل أن يسلم" (بخاری ۱/۳۵۷) (حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے ایک آدمی کے پاس لباس بکتے ہوئے دیکھا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ یہ لباس خرید لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن اور جب وفد آئے تو اسے پہنیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس لباس کو وہ شخص پہنتا ہے، جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، پھر نبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک ﷺ کے پاس ویسے جوڑے پیش کئے گئے۔آپ ﷺ نے ان میں سے ایک جوڑا سیدنا عمرؓ کے پاس بھیجا،عمرؓ نے کہا: میں اسے کیسے پہن سکتا ہوں جب کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ایسی بات کہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا ہے، میں نے اس لئے دیا ہے کہ تم اسے بیچ ڈالو یا کسی کو پہنا دو، چنانچہ انہوں نے وہ کپڑا اپنے غیر مسلم بھائی کے لئے مکہ بھیج دیا)۔

۴-اس ملک کے عوامی قانون کو ان پر نافذ کرنے کے مضر و مفید اثرات

پناہ گزینوں پر اس ملک کا قانون نافذ کرنا چاہئے، دارالاسلام میں رہنے والے ذمیوں اور مستامن پر دو طرح کے اسلامی احکام نافذ ہوتے ہیں، ایک مالی معاملات، مالی معاملات میں ان کو اسلامی احکام پر عمل ضروری ہوتا ہے، ان کے لئے سودی کاروبار اور دوسرے حرام معاملات کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔دوسرے اسلامی حدود ان پر نافذ ہوں گے، رسول اللہ ﷺ نے دو یہودیوں کو سنگسار کیا ہے (مسلم ۲/ ۶۹)۔

البتہ ان کے علاوہ ان کے مذہبی عقائد، عبادات اور عائلی قوانین پر ان کو عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوگی (فقہ السنہ ۳/ ۶۵ ط: دارالفکر بیروت، نیز دیکھئے: المغنی ۹/ ۲۸۷، الشرح الصغیر ۲/ ۲۹۰)۔

ان پر ملکی قانون نافذ کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان میں نظم وضبط باقی رہے گا، وہ ایک ذمہ دار شہری کی طرح رہنے کی کوشش کریں گے۔لیکن اگر ان سے قانونی پابندیاں اٹھالی جائیں، تو اس سے نہ صرف ان میں بے ڈھنگی پیدا ہوگی، بلکہ ملک میں رہنے والے دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی قانون کا احترام ختم ہونے لگے گا۔اور وہ بھی اپنے لئے قانون سے مستثنیٰ ہونے کی صورت اختیار کرنے کی کوشش کریں گے۔

البتہ ان پر ملکی قانون نافذ کرنے سے ممکن ہے کہ خانہ بدوشانہ زندگی کی بناء پر کسی قانون پر عمل کرنا ان کے لئے تنگی کا باعث بن جائے، ایسی صورت میں ان کو خصوصی مراعات دی جانی چاہئے۔جیسا کہ پس ماندہ طبقات کو حکومت کی طرف سے خصوصی مراعات دی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵- پناہ گزینوں کے بچوں کو مذہبی تعلیم دلانے کی آزادی

پناہ گزینوں کو جس طرح اسلامی اصول کے مطابق مذہبی آزادی حاصل ہے، اسی طرح ان کے بچوں کو تعلیم دلانے کی آزادی حاصل ہوگی۔ اس کا ثبوت خود قرآنی آیت سے ملتا ہے:

"وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه ذلك بأنهم قوم لا يعلمون" (سورۃ التوبہ:٦) (اور اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ کا طالب ہو، تو آپ اس کو پناہ دیجئے۔ یہاں تک کہ وہ اچھی طرح اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جانتے نہیں ہیں)۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ (م: ۷۷۴ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "ان لوگوں کو امن دینا اس لئے جائز ہے کہ وہ اللہ کا دین سیکھ لیں اور اللہ کے بندوں میں اللہ کی دعوت عام ہو جائے۔ ابن نجیح نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے: کوئی آدمی تمہارے پاس آئے، تاکہ وہ تمہاری بات اور تم پر نازل کردہ احکام سنے، تو وہ مامون ہے، جب تک کہ وہ تمہارے پاس آئے اور اللہ کا کلام سنے اور اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو امن عطا کرتے تھے، جو ہدایت کی غرض سے آپ ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے" (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۳۲۲)۔

٦- پناہ گزینوں کی سیاست وانتظامیہ میں شرکت اور ملازمت کے مواقع

پناہ گزینوں پر اگر اہل ملک کو اعتماد ہو تو انہیں سیاست وانتظامیہ میں شرکت کا موقع دیا جاسکتا ہے، اسی طرح ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ان کو ملازمت کا موقع دیا جانا چاہئے، اللہ کے رسول ﷺ نے یہودیوں سے جنگی خدمات لی ہیں۔ چنانچہ روایات میں ہے:

"عن ابن عباسؓ قال: استعان رسول الله ﷺ بيهود قينقاع فرضخ لهم" (سنن البیہقی ۹/ ۵۳) (سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قینقاع کے یہودیوں سے مدد حاصل کی، اور ان کو کچھ بدلہ میں دیا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ترمذی کی روایت میں ہے: "أن النبي ﷺ أسهم لقوم من اليهود قاتلوا معه" (سنن الترمذی ۱/۲۸۴ کتاب السیر باب ما جاء فی أهل الذمة يغزون مع المسلمين) (نبی پاک ﷺ نے قوم یہود کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا کیا، جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تھی)۔

فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ جس کے بارے میں مسلمانوں کی اچھی رائے ہو اور مسلمان اس سے مطمئن ہوں، اس سے جنگی خدمات لی جائے۔

چنانچہ ابن قدامہ کا بیان ہے: "ويشترط أن يكون من يستعان به حسن الرأي في المسلمين فإن كان غير مأمون عليهم لم تجزئه الاستعانة به، لأننا إذا منعنا الاستعانة بمن لا يؤمن من المسلمين" (المغنی ۹/۲۰۷) (جن سے مدد حاصل کی جائے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ ان کے بارے میں مسلمانوں کی رائے اچھی ہو، اگر اس پر بھروسہ نہ ہو، تو اس سے مدد لینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہمیں ایسے مسلمانوں سے مدد لینے سے روکا گیا ہے، جن پر اطمنان نہ ہو)۔

لہٰذا اگر پناہ گزینوں پر اطمنان ہو، تو ان کو سیاست وانتظامیہ کا موقع دیا جاسکتا ہے۔

۷- پناہ گزینوں کے لئے شہریت حاصل کرنے کا حق اور اس کی شرائط

پناہ گزینوں کو یہ حق ہونا چاہئے کہ جب تک وطن میں حالات پرامن نہ ہوں، وہ اسی ملک میں رہیں، جہاں وہ پناہ گزیں ہیں، جیسا کہ قرآن مجید نے کہا ہے: "ثم أبلغه مأمنه" (التوبہ:۶) (پھر ان کو ان کی پناہ کی جگہ پر پہنچادو)۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب تک پناہ گزینوں کو مامون جگہ حاصل نہ ہو جائے، ان کو واپس کرنا جائز نہیں۔ حافظ ابن کثیر آیت کے اس جزء کے تحت لکھتے ہیں: "وهو آمن مستمر الأمان حتى يرجع إلى بلاده وداره ومأمنه" (تفسیر ابن کثیر ۲/۳۲۲) (وہ ہمیشہ مامون رہے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے ملک، اپنے گھر اور اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پناہ گزینوں کے لئے شہریت حاصل کرنے کا مسئلہ ایسا ہی ہے، جیسے دارالاسلام میں ذمیوں کا شہریت حاصل کر کے مستقل قیام پذیر ہونا، فقہاء اسے "امان مؤبد" سے تعبیر کرتے ہیں (دیکھئے: بدائع الصنائع ۶/۷۷)۔

فقہاء نے اس کے لئے کئی شرائط بتائی ہیں، تاہم ان میں دو شرائط اہم ہیں، جن کو ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے: "ولا يجوز عقد الذمة المؤبد إلا بشرطين: أحدهما أن يلتزموا إعطاء الجزية في كل حول، والثاني: إلتزام أحكام الإسلام وهو قبول ما يحكم به عليهم من أداء حق أو ترك محرم، لقول الله تعالىٰ "حتىٰ يعطوا الجزية عن يد و هم صاغرون" وقول النبي ﷺ في حديث بريدة: فادعهم إلىٰ أداء الجزية فإن أجابوك فاقبل منهم و كف عنهم" (المغنی ۹/۲۶۶) (مستقل عقد ذمہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے: ایک یہ کہ وہ لوگ سالانہ جزیہ پابندی سے ادا کریں۔ دوسرے یہ کہ اسلامی احکام کا اہتمام کریں۔ یعنی اس فیصلہ کو قبول کریں جو ان کے خلاف کیا جائے، چاہے اس کا تعلق کسی حق کی ادائیگی سے ہو یا کسی حرام چیز کے چھوڑنے سے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہاں تک کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں، اور سیدنا بریدہؓ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ان کو جزیہ ادا کرنے کی ترغیب دو، اگر وہ تیار ہو جائیں، تو ان کی درخواستِ امن منظور کرلو اور ان سے تعارض کرنے سے باز آجاؤ)۔

اس کی روشنی میں کسی ملک میں شہریت حاصل کرنے کے لئے درج ذیل شرائط لگائی جاسکتی ہیں:

(۱) جو ٹیکس ادا کرنے کے لائق ہیں، ان کے لئے سالانہ ٹیکس کی ادائیگی۔

(۲) کسی ملک کے قانون کو تسلیم کرنا۔

(۳) ملک اور قوم سے وفاداری کا عہد کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت جنگ میں انسانی حقوق کی پاسداری اور اسلامی تعلیمات

مولانا محمد عیسیٰ منصوری☆

آج کل مغربی میڈیا اسلام کو سب سے زیادہ نشانہ انسانی حقوق کے حوالے سے بنا رہا ہے مغربی دنیا پر اپنی سیاسی، عسکری، علمی، فکری اور تمدنی بالادستی اور ذرائع ابلاغ پر مکمل تسلط کی بدولت بزعم خود انسانی حقوق کا چمپئن (Champion) بن بیٹھا ہے، اس کی پوری کوشش ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے کسی طرح اسلام کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے، ہم اس مضمون میں انسانی حقوق کے صرف ایک چھوٹے سے پہلو یعنی جنگی حالات میں انسانی حقوق کے حوالے سے علمی و تاریخی طور پر معروضی حقائق کی روشنی میں جائزہ لیں گے۔

اسلام نے ''جنگ'' کے متعلق جو اصلاحی و انقلابی نظریہ پیش کیا ہے اور حالت جنگ میں بنی نوع انسان کے حقوق کی جس طرح پاسداری و تحفظ کیا، اس کے ذکر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ نزول قرآن کے وقت پوری دنیا میں جنگ کا جو تصور، طریقہ کار اور عملی صورت حال تھی، اس پر ایک نظر ڈالیں، کیونکہ اس کے بغیر اسلام کی دور رس انقلابی اصلاحات کی اہمیت کما حقہ نہیں سمجھی جا سکتی۔

نزول قرآن کے وقت عرب کی حالت زار

اسلام سے پہلے عربوں کے نزدیک لڑائی سے زیادہ پسندیدہ اور مرغوب کوئی چیز نہیں تھی، عرب میدان جنگ کے علاوہ کہیں اور مرنے کو اپنے لئے عار اور ذلت سمجھتے تھے۔ ان کے

☆ لندن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک جنگوں کا مقصد قتل و غارت گری، لوٹ مار، اموال پر قبضہ، غلام باندی بنانے کا شوق، حسین لڑکیوں کا حصول، زرخیز علاقوں، باغات، چراگاہوں اور پانی کے چشموں پر قبضہ کرنا ہوتا تھا، اسلام سے پہلے عرب میں جتنی بھی لڑائیاں لڑی گئیں وہ عموماً اپنے تفاخر، غرور اور بڑائی کے اظہار سے شروع ہوئیں۔ عرب کی مشہور لڑائی ''حرب بسوس'' جو بنی بکر بن وائل کے درمیان چالیس برس تک جاری رہی، صرف اس بات سے شروع ہوئی تھی کہ بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کی چراگاہ میں بنی بکر بن وائل کے ایک مہمان کی اونٹنی گھس گئی تھی، جب تک دونوں قبائل پوری طرح تباہ نہیں ہو گئے، ان کی تلواریں نیام میں نہیں گئیں۔ دوسری بڑی لڑائی جو ''حرب داحس'' کے نام سے مشہور ہے، محض اس بات پر شروع ہوئی تھی کہ بنی عبس کے سردار قیس بن زہیر کے دو تیز رفتار گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں بنی بدر کے سردار حذیفہ بن بدر سے آگے نکل رہے تھے۔ یہ جنگ بھی تقریباً نصف صدی جاری رہی، اس وقت تک نہیں رکی، جب تک دونوں قبیلوں کے گھوڑوں اور اونٹوں کی نسل منقطع ہونے کے قریب نہیں پہنچ گئی، اسی طرح مدینہ منورہ کے دو بڑے قبیلوں اوس وخزرج کی مشہور لڑائی، جس کا سلسلہ آں حضرت ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے تک تقریباً ایک صدی جاری رہا، اس بات پر شروع ہوئی تھی کہ بنی قینقاع کے بازار میں ایک قبیلہ نے تعلی اور فخر سے اعلان کر دیا کہ میرا حلیف قبیلہ زیادہ اشرف وافضل ہے۔ اسی طرح پہلی حرب ''فجار'' عکاظ کے میدان میں بنی کنانہ کے ایک شخص کے فخر ومباہات کے بڑے بول سے ہوئی، جس سے نہ صرف کناز و ہوازن، بلکہ دونوں حلیف قبائل عرصۂ دراز تک لڑتے لڑتے بدحال ہو گئے۔

ایران اور روم کا طریق جنگ

جنگوں کے حوالے سے یہ تو جاہل وحشی عربوں کا حال تھا، اس وقت دنیا میں دو سپر طاقتیں تھیں، جو اپنی تہذیب وتمدن پر نازاں تھیں، دونوں نے دنیا کے بڑے حصہ کی بندر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بانٹ کر رکھی تھی۔ ایک پرشین امپائر، دوسری رومن امپائر۔ دنیا کی اکثر اقوام (عرب، مشرق وسطیٰ، شمالی بھارت، یورپ) ان دونوں میں سے کسی کے زیر اثر تھیں۔ ان کا حال بھی عربوں سے مختلف نہ تھا۔ شہنشاہ ایران قباد (۵۰۱ء-۵۳۱ء) کے زمانے میں جب حکومت ایران کے ایما پر حیرہ کے بادشاہ منذر نے شام پر چڑھائی کی تو انطا کیہ میں چارسو راہبات (عیسائی مبلغہ) کو پکڑ کر اپنے بت ''عزیٰ'' پر ذبح کر دیا اور جب خسرو پرویز نے سلطنت روم کے خلاف اعلان جنگ کیا، تو اپنی تمام مملکت میں مسیحی رعایا کے کلیسا مسمار کرا دیئے اور مسیحیوں کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔ سینٹ ہلینا اور قسطنطین کے عظیم الشان گرجا گھروں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ نوے ہزار عیسائیوں کو قتل وقید کیا۔ خود ایران میں جب مانی نے اپنے نظریات کا پرچار کیا، تو شاہ ایران بہرام نے ایسی شدید کارروائی کی کہ اس کے ایک ایک ماننے والے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا اور خود مانی کو گرفتار کر کے اس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا کر جندی سابور کے دروازے پر لٹکا دیا۔ جب رومن شہنشاہ ہرقل کے سفیر صلح کا پیغام لے کر خسرو پرویز کے دربار میں پہنچے، تو خسرو نے ان کے رئیس کی کھال کھنچوا ڈالی اور باقی سفیروں کو قید کر دیا۔ ہرقل کے نام جو خط لکھا، وہ اس طرح شروع ہوتا ہے:'' خداوند بزرگ وفرماں روائے عالم کی جانب سے اس کے احمق وکمینہ غلام ہرقل کے نام''، اسی طرح ''عادل'' کہلانے والے ایرانی شہنشاہ نوشیرواں نے ۵۷۲ء میں جب شام پر حملہ کیا، تو تقریباً تین لاکھ شامیوں کو پکڑ کر ایران بھیج دیا اور ملک کی حسین لڑکیاں گرفتار کر کے ایلخان اتراک کے پاس بھیج دیں، تاکہ وہ رومیوں سے اتحاد ختم کرے۔ دوسری جانب ۵۷۱ء میں جب رومی شہنشاہ ٹیٹوس نے بیت المقدس فتح کیا، تو پورے علاقے کی حسین لڑکیاں اس کے لئے چن لی گئیں اور تمام بالغ لڑکے اور مرد پکڑ کر مصری کانوں میں مشقت کے لئے روانہ کر دیئے گئے۔ اہرام جیسے عجائب کے نیچے ایسے ہی ہزارہا بدقسمت غلاموں کی لاشیں دبی ہیں اور ایمی تھیٹروں اور کلوسیموں میں نمائش بینوں کے آگے جنگلی درندوں سے پھڑوانے اور شمشیر زنوں سے کٹوانے کے لئے بھیج دیئے گئے۔ ۹۷ ہزار قیدیوں میں سے گیارہ ہزار صرف اس وجہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرگئے کہ نگہبانوں نے انہیں کھانے کو نہیں دیا، صرف بیت المقدس کے شہر میں جو لوگ قتل عام کی بھینٹ چڑھے، ان کی تعداد ایک لاکھ ۳۳ ہزار ۷ سو ۴۹ ہے، اس کے علاوہ دمشق، انطاکیہ، حلب وغیرہ دوسرے شہروں میں بھی انسانیت کا یہی حشر ہوا، قیصر روم جسٹنین نے جب افریقہ کے ونڈالوں پر چڑھائی کی تو پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، ایک لاکھ ساٹھ ہزار نبرد آزما مردوں کے علاوہ کسی عورت، بچے، بوڑھے کو زندہ نہ چھوڑا۔ جب پروکوہیوس سیاح نے اس ملک میں قدم رکھا، تو آبادی کی کثرت، تجارت، زراعت، خوشحالی دیکھ کہ انگشت بدنداں رہ گیا، اس کے بیس سال بعد قیصر روم نے ۵۰۸ء میں اس خوشحال ملک کی آبادی کو اس طرح فنا کے گھاٹ اتارا کہ یورپ کا مشہور مورخ گبن لکھتا ہے: "سارا ملک اس طرح تباہ ہوا کہ ایک سیاح سارا دن گھومتا، مگر کسی آدم زاد کی شکل دکھائی نہ دیتی۔ خود یورپ میں گاتھوں کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ آبادی کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کے بادشاہ ٹوٹیلا کو قتل کر کے اس کے تخت و تاج کے ساتھ بدن کے کپڑے تک اتار کر قیصر روم جسٹنین کے پاس بھیج دیئے گئے۔ نزول قرآن تک بدقسمت مفتوح قوموں کے گرفتار شدہ مردوں (غلاموں) کا ایک مصرف فاتح اقوام کو کھیل وتفریح بہم پہنچانا بھی ہوتا تھا۔ رومیوں کے یہ تفریحی کھیل اتنے بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے کہ ہزار ہا آدمیوں کو بیک وقت تلواروں سے قتل ہونے کا تماشا دکھانا پڑتا۔ ٹیٹس جسے مغرب میں نسل انسانی کا لاڈلا (DARLING OF THE HUMAN RACE) کہا جاتا ہے، نے ایک بار پچاس ہزار درندوں کو پکڑ کر تفریح طبع کے لئے کئی ہزار یہودیوں کے ساتھ ایک احاطہ میں چھوڑ دیا۔ اسی طرح یورپ کے ٹراجان کے کھیلوں میں گیارہ ہزار درندے اور دس ہزار آدمی ایک ساتھ لڑائے جاتے تھے، یہ کھیل ایک شخص کے باقی رہنے تک جاری رہتے، اس دور میں شکست کھانے والی بدقسمت قوموں کے لئے قتل ہو جانا، سب سے باعزت اور بہتر راستہ تھا، دوسرا غلامی کا تھا، جو بقول فیرز "وہ ذلت کے بچپن، مشقت کی جوانی اور بے رحمانہ غفلت کے بڑھاپے میں پیدائش سے موت تک کے مراحل طے کرتے"۔ رومیوں کی فتوحات جب وسیع ہوئیں تو کروڑوں مقتولوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ غلاموں کی تعداد چھ کروڑ تک پہنچ گئی، رومی و یونانی اپنے علاوہ سب قوموں کو وحش و برابرہ کہتے، ان قوموں کے لئے ان کے پاس قتل یا غلامی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ارسطو جیسا معلم اخلاق بے تکلف لکھتا ہے کہ قدرت نے برابرہ (غیر یونانی) اقوام کو محض غلامی کے لئے پیدا کیا۔ دوسرے مقام پر حصول دولت وثروت کے جائز و معزز طریقے گناتے ہوئے کہتا ہے کہ ان اقوام (غیر یونانیوں) کو غلام بنانا بھی ان میں شامل ہے۔

اسلام سے پہلے جنگوں کا مقصد

اسلام سے پہلے مختلف قوموں، ملکوں یا مذاہب میں جو لڑائیاں ہوتی تھیں، ان میں حکام وسلاطین کے سامنے جنگ کا کوئی مقصد یا اخلاقی نصب العین نہیں ہوتا تھا، محض اقتدار کو وسعت دینا اور اپنی برتری جتانا مقصود ہوتا۔ جنگ کے مواقع پر عام باشندوں کا جو انبوہ عظیم ساتھ ہو جاتا، ان کا مقصد عیش وعشرت کے لئے مال ودولت، لونڈی، غلام اور شہوت رانی کے لئے خوبصورت لڑکیاں حاصل کرنا ہوتا، اس لئے جب فوجیں کسی ملک پر حملہ آور ہوتیں تو بچے، بوڑھے، عورتیں، جانور، درخت اور عبادت گاہیں کوئی چیز ان کے دست ستم سے نہیں بچتی تھیں، جو لوٹا جا سکتا، لوٹ لیا جاتا اور جو نہ لوٹا جا سکتا اسے توڑ پھوڑ اور جلا کر خاک کر دیا جاتا۔

یہودی اور ہندو مذہب میں جنگ کا مقصد اور طریق

اسلام سے پہلے دنیا میں جو بڑے مذاہب موجود تھے، ان میں عیسائیت اور بدھ مذہب میں تو سرے سے کسی بھی حالت میں جنگ کا تصور ہی نہیں۔ ان مذاہب میں انسان کی نجات نفس کشی اور رہبانیت یعنی کاروبار دنیا سے فرار اور کنارہ کشی اختیار کرنے میں رہے۔ یہ مذاہب شر وفساد، ظلم وطغیان کو ختم کرنے کی کوشش کے بجائے، انسان کو اس سے فرار اختیار کرنے اور پہاڑوں جنگلات میں بھاگ جانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ البتہ یہودی اور ہندو مذہب میں نہ صرف جنگ کا تصور موجود ہے، بلکہ ان کی بیشتر مذہبی کتابیں درحقیقت جنگوں کی رزمیہ داستانیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہیں۔ موجودہ توراۃ میں کثرت سے لڑائیوں کا ذکر آیا ہے اور جگہ جگہ لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ توراۃ میں بہت سی جگہوں پر ہر مرد کو قتل کرنے، عورتوں، لڑکوں، مویشی اور دیگر مال واسباب کو لوٹ لینے، ہر سانس یعنی چیز (جاندار) کو قتل کرنے، باغوں کو کاٹ دینے، عمارتوں، مندروں، معبدوں اور بتوں کو توڑ ڈالنے کا حکم ملتا ہے۔ کنواری لڑکیوں کے علاوہ سب کو موت کے گھاٹ اتار دینے یا زیادہ سے زیادہ رحم کر کے غلام بنا لینے کا حکم ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب کے بنیادی ماخذ (چاروں وید، بھاگوت، گیتا، منوسمرتی) میں بکثرت دشمنوں کو جلا ڈالنے، برباد کرنے، ان کے مویشی خاص طور پر خوبصورت گھوڑوں اور گائیوں کے حصول، مال وخزانے کو حاصل ہونے کی دعاؤں اور دشمنوں (غیر آریہ) کے لئے بددعاؤں کے سیکڑوں کلمات ملتے ہیں، یہی نہیں دشمن کو ہلاک کر کے سر قلم کرنے، اس کی کھال کھینچنے، ہڈیوں کو توڑنے، کچلنے، ان کے جسم کو بوٹی بوٹی کرنے کی دعائیں ہیں۔ بھاگوت گیتا جو جنگ کے فلسفہ کا سب سے بڑا گرنتھ ہے، اس میں سری کرشن کے بھاشن (خطاب) کے ذریعہ لڑنے، قتل وغارت گری، خونریزی پر ابھارنے کی نہایت موثر وبلیغ الفاظ میں تعلیم وتلقین ہے۔ گیتا کے فلسفۂ جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی انسان کے قتل کو گناہ وجرم سمجھنا اور اس پر رنج کرنا محض جہالت اور دھرم کی حقیقت سے ناواقفیت ہے، کیونکہ روح کے لئے جسم کی حیثیت وہی ہے جو جسم کے لئے کپڑے کی۔ کسی انسان کا قتل کرنا ایسا ہی ہے جیسے جسم کے کپڑے پھاڑ دینا، جب انسان کو ایک دن مرنا ہی ہے تو اسے قتل کرنے میں کیا برائی ہے۔ نیک وبد کا امتیاز صرف ان لوگوں کے لئے ہے، جو گیانی (عارف) نہیں۔ گیان (عرفان) حاصل ہو جانے پر بد سے بدتر فعل (قتل، خونریزی) انسان کے لئے گناہ نہیں رہتا۔ ایک طرف گیتا پوری طرح انسان کو قتل وخونریزی پر اکساتی ہے، دوسری طرف گیتا کے اٹھارہ ابواب میں کسی ایک جگہ بھی نہ جنگ کا کوئی بہتر نصب العین اور مقصد بتاتی ہے اور نہ جنگ کے آداب وحدود، نہ کوئی اعلیٰ اخلاقی ہدایت، گیتا سے زیادہ سے زیادہ جنگ کا جو مقصد معلوم ہوتا ہے، وہ ہے حکومت وسلطنت، مال ودولت، ناموری وشہرت کا حصول اور شکست کی بدنامی وذلت کا خوف۔ یہی حال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کی توراۃ کا ہے، وہ بھی جنگ کا کوئی اعلیٰ مقصد اور اخلاقی ہدایات سے یکسر خالی ہے، موجودہ دور میں بھارت زور و شور سے خود کو (اہنسا، عدم تشدد و امن) کا پیامبر و معلم ظاہر کر رہا ہے اور جنگ کے حوالے سے الزام تراشی میں (اسلام پر) مغربی میڈیا کا ہمنوا ہے، جبکہ ویدک دھرم میں اہنسا کی تعلیم کہیں موجود نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت نے اہنسا کا تصور بدھ مذہب سے لیا ہے، جو ایک زمانہ میں بھارت کی اکثریت کا مذہب تھا، مگر ساتویں صدی عیسوی میں ہندومت کے پیروکاروں نے بدھ مذہب کے پیروکاروں کا قتل عام کر کے انہیں بہت معمولی اقلیت میں تبدیل کر دیا۔ بھارت کی تاریخ بتاتی ہے کہ مہاتما بدھ سے لے کر مہاتما گاندھی تک امن و اہنسا کی بات کرنے والے ہر شخص کو مار دیا گیا، ہندومت کے جتنے بھی ہیروز ہیں، وہ سب ہی جنگ کے ہیرو ہیں۔

اسلام میں جنگ کا مقصد اور نصب العین

جبکہ اسلام نے جنگ کے نظریہ و مقصد، قوانین و ضوابط میں اعلیٰ و ارفع اصلاحات کا علم بلند کیا، جنگ کے متعلق اسلام کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کسی اعلیٰ و ارفع مقصد کے جنگ و قتال ایک معصیت اور گناہ عظیم ہے۔ ہاں جب دنیا میں ظلم و طغیاں پھیل جائے اور خدا کے نافرمان و سرکش لوگ خلق خدا کو جینا دوبھر کر دیں، ان کا امن و راحت چھین لیں، تو محض دفع مضرت کے لئے جنگ کرنے کی اجازت بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس مقصد کو ایران کے سپہ سالار رستم کے دربار میں صحابی رسول ﷺ حضرت ربعی بن عامرؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

"ہمارا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی بندگی میں اور مذہب کے ظلم و ستم سے اسلام کے عدل میں، دنیا کی تنگیوں سے نکال کر اس کی وسعت و فراخی میں داخل کریں"۔

اس نظریہ کے مطابق جنگ کا مقصد چونکہ حریف و مقابل کو ختم کرنا یا تباہ کرنا نہیں، بلکہ محض اس کے ظلم و طغیان، شر و فساد اور نافرمانی کی طاقت کو ختم کر کے اس کے شر و ظلم کو دفع کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس لئے اسلام یہ اصول پیش کرتا ہے کہ جنگ میں صرف اتنی ہی طاقت استعمال کرنی چاہیئے، جتنی دفع شر وطغیان کے لئے ناگزیر ہو۔ اس لئے جنگ اور اس کے ہنگامہ کارزار کو ان لوگوں تک متجاوز نہیں کرنا چاہیئے، جن کا جنگی طاقت اور ظلم وطغیان کے بقا سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے بے ضرر طبقات کو جنگ کے اثرات وتباہ کاریوں سے حتی الامکان محفوظ رکھنا چاہیئے۔ جنگ کے اس مقصد اور اعلیٰ تصور کو ہر وقت پیش نظر رکھنے کی خاطر اسلام نے جنگ ولڑائی کے تمام رائج الوقت الفاظ چھوڑ کر جنگ کے لئے ایک ایسی اصطلاح پیش کی، جو اس کو وحشیانہ جنگ کے تصور سے بالکل الگ کر دیتی ہے اور اسلام کے اعلیٰ وارفع تصور جنگ پر ٹھیک ٹھیک دلالت کرتی ہے۔ وہ ہے "جہاد" یعنی کسی مقصد کے حصول کے لئے انتہائی کوشش صرف کرنا، مگر کوشش کا الفاظ بھی انسانی خیر خواہی و بہبودی کے پورے مفہوم کو ظاہر نہیں کرتا، کیونکہ کوشش نیکی اور بدی دونوں جہت میں ہو سکتی ہے، اس لئے اسلام نے جنگ کا اعلیٰ تصور ومقصد ہر وقت پیش نظر رکھنے کے لئے فی سبیل اللہ کی قید لگا دی۔ اب ہر وہ لڑائی جو کسی ملک وقوم کی تسخیر، اقتدار کی ہوس، مال ودولت یا کسی عورت کے حصول، ذاتی عداوت ودشمنی یا شہرت وناموری کی خاطر ہو، وہ جہاد سے خارج ہوگی اور اسلام کے نزدیک جہاد نہیں کہلائے گی، جہاد صرف وہ جنگ ہے، جو محض اللہ کی رضا کے لئے ہو، ظلم وشر کو دفع کرنے کے لئے ہو۔ جس میں کوئی اور غرض یا خواہش کا شائبہ تک نہ پایا جائے۔

اسلام کا تصور جنگ وجہاد

جنگ کے اس ارفع اور پاکیزہ تصور کے تحت اسلام نے جنگ کا ایک مکمل ضابطہ اور قوانین وضع کئے۔ جن میں جنگ کے آداب، اخلاقی حدود، محاربین (لڑنے والے دشمن) کے حقوق وفرائض، مقاتلین وغیر مقاتلین کا امتیاز، قیدیوں کے حقوق اور مفتوح قوموں کے حقوق نہ صرف تفصیل سے بتائے، بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین نے اپنے عمل سے برت کر اعلیٰ نمونے بھی قائم کر کے ہر دور کے لئے عملی نظائر اور مثال قائم فرما دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سی صحیح احادیث میں بتایا گیا کہ اگر کوئی شخص مال غنیمت کے حصول، فرمانروائی کی خواہش، شہرت وناموری، اپنی شجاعت کے اظہار، حمیت قومی وملکی یا جوش انتقام میں لڑتا ہے، تو وہ اسلام کے نزدیک ہرگز جہاد نہیں، بلکہ وہ شخص خدا کا بدترین نافرمان قرار پائے گا۔ اسلام نے جنگ کی اصلاح وتطہیر کے سلسلہ میں سب سے پہلی اصلاح یہ کی کہ دشمن کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا۔ اہل قتال اور غیر اہل قتال، ایک وہ جو جنگ میں عملاً حصہ دار بنتے ہیں یا حصہ لینے کی قدرت رکھتے ہیں، جیسے جوان وتندرست مرد۔ دوسرے جو عرفاً وعقلاً عملی جنگ میں حصہ نہیں لیتے یا عام طور پر حصہ نہیں لیا کرتے، جیسے عورتیں، بچے، بیمار، زخمی، اپاہج، اندھے، عبادت گاہوں کے مجاور، کاروبار دنیا سے یکسو رہبان اور ایسے ہی دیگر بے ضرر لوگ۔ اسلام نے جنگ میں صرف اول الذکر طبقہ کو قتل کرنے کی اجازت دی اور ثانی الذکر طبقات کے قتل کرنے کو سختی سے منع کر دیا۔ غرض جو لوگ عادۃً معذور کے حکم میں ہیں یا لڑتے نہیں، جنگ میں ان سے تعرض نہ کیا جائے گا، البتہ اگر یہ لوگ عملاً اہل قتال بن جاتے ہیں، مثلاً بیمار یا زخمی کمانڈر جنگی چالیں بتا رہا ہو یا عورت جاسوسی یا تخریب کاری کر رہی ہو، تو اس وقت وہ بھی اہل قتال کے حکم میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر اہل قتال جن سے جنگ کرنا اور ان پر تلوار اٹھانا جائز ہے، ان پر بھی غیر محدود حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ اسلام نے اس کے بھی حدود وآداب کا تعین کیا ہے، جن کی پابندی لازمی ہے، نہایت اختصار کے ساتھ ہم انہیں ذکر کرتے ہیں۔

اسلام میں طریقۂ جنگ کی تطہیر واصلاحات

۱- اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ رات کو جب لوگ بے خبر سوتے تھے، اچانک قتل وغارت گری شروع کر دیا کرتے۔ آں حضرت ﷺ نے اس وحشیانہ طرز کی اصلاح فرمائی۔ آپ ﷺ جب کسی دشمن پر رات کے وقت پہنچ جاتے، تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہیں فرماتے۔

۲- عربوں اور دیگر اقوام میں عام طور پر شدت انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دینے کا رواج تھا۔ آں حضرت ﷺ نے اس وحشیانہ حرکت کو قطعاً ممنوع قرار دیا اور حکماً زندہ جلانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ممانعت فرمادی۔ آگ میں جلانا صرف خدا کا حق قرار دیا۔

۳- دشمن کو باندھ کر قتل کرنا بھی معمول تھا، پیغمبر اسلام ﷺ نے دشمن کو باندھ کر تکلیفیں دے دے کر یا تڑپا تڑپا کر مارنے سے منع فرمادیا۔ ایک صحابی عبدالرحمٰن بن خالد نے لاعلمی میں چار دشمنوں کو باندھ کر قتل کر دیا، جب انہیں اسلام کے حکم کا علم ہوا، تو اپنی غلطی کے کفارے کے طور پر چار غلام آزاد کئے اور سخت نادم ہوئے۔

۴- میدان جنگ کے علاوہ لوٹ مار سے منع کر دیا۔ فتح خیبر کے وقت کچھ مسلمانوں نے مفتوح قوم کے ساتھ زیادتی شروع کر دی، آں حضرت ﷺ کو علم ہوا، تو آپ ﷺ نے اسی وقت سب کو جمع فرما کر اسلام کا حکم پہنچاتے ہوئے فرمایا: "فتح کے بعد اب تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ بلا اجازت ان کے گھروں میں گھس جاؤ یا خواتین پر ہاتھ اٹھاؤ یا ان کے پھل کھا جاؤ"۔

آپ ﷺ نے اس حکم کو قرآن کی طرح بلکہ اس سے زیادہ واجب العمل قرار دیا۔

۵- دشمن کے مویشی چھین لینے سے اسلام نے روک دیا۔ ایک جنگی سفر کے موقع پر اسلامی لشکر نے کچھ بکریاں چھین کر ان کا گوشت پکا لیا، جب پیغمبر اسلام ﷺ کو اس کی اطلاع ملی، تو آپ ﷺ نے آکر پکے ہوئے گوشت کی دیگچیاں الٹ دیں اور فرمایا: "چھینا ہوا مال مردار کی طرح بدترین حرام ہے"۔

۶- اس دور کا عام دستور تھا کہ جب فوجیں نکلتیں تو ساری منزل اور راستوں میں پھیل جاتیں اور راہ گیروں کے لئے راستے تنگ یا بند ہو جاتے، پیغمبر اسلام ﷺ نے منادی کرائی، یعنی جو کوئی منزل و راستوں کو تنگ کرے گا، اور راہ گیروں کو لوٹے گا اس کا جہاد نہیں۔

فوجوں کو اخلاقی ہدایات کا رواج

انسانی تاریخ میں فوجوں اور لشکروں کو اخلاقی ہدایات دینے کا دستور آپ ﷺ نے قائم فرمایا۔ جب آپ ﷺ کسی لشکر کو روانہ فرماتے، تو لشکر کو تقویٰ اور خدا کا خوف اختیار کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نصیحت کے بعد فرماتے: ”جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں لڑو، ان لوگوں سے جو خدا سے کفر کرتے ہیں، جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرنا، مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، مثلہ (اعضاء کاٹنا) نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا“۔

اسی طرح خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب شام کی طرف فوجیں روانہ کیں، تو ان کو دس ہدایات دیں، جن کو تمام مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے، وہ ہدایات یہ ہیں:

۱- عورتیں بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔

۲- مثلہ نہ کیا جائے (یعنی جسم کے اعضا نہ کاٹے جائیں)۔

۳- راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کے معابد مسمار کئے جائیں۔

۴- کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے، نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔

۵- آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

۶- جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

۷- بدعہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔

۸- جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے، جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔

۹- اموال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

۱۰- جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

ان احکامات کے ذریعہ اسلام نے جنگ کو تمام وحشیانہ اور ظالمانہ افعال سے پاک کر دیا اور جنگ کو ایک ایسی مقدس جدوجہد میں بدل دیا، جس کے ذریعہ ایک نیک شریف اور بہادر آدمی کم سے کم ممکن نقصان پہنچا کر دشمن کے شر و فساد کو دفع کر کے امن قائم کر سکے۔

جنگوں میں انسانی حقوق کی پاسداری کی تلقین

اس دور میں حالت جنگ میں دشمن قیدیوں کے قتل عام، عمارتوں کی توڑ پھوڑ، آتش زنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ساتھ فصلوں اور کھیتوں کو برباد کر دینا بھی جنگ کی عام روایت تھی۔ قرآن نے فصلوں اور نسلوں کی بربادی وقتل کو فساد قرار دے کر اس کو ممنوع قرار دیا (دیکھئے سورہ بقرہ آیت: ۲۰۵)۔

البتہ جنگی ضرورت کے تحت درختوں کو کاٹنے کی اجازت ہے، جیسا کہ بنی نضیر کے محاصرہ کے وقت کیا گیا، اس وقت بھی قرآن کی تصریح کے مطابق صرف ایک خاص قسم کے کھجور کے درخت جنہیں ''لینہ'' کہا جاتا تھا، کاٹے گئے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ بنی نضیر کھجوروں میں عجوہ و برنی بطور غذا استعمال کرتے تھے، "لینہ" ان کی غذا نہیں تھی، یہ کاٹنا بھی محاصرہ کو مضبوط بنانے کے لئے جنگی ضرورت کے تحت تھا، لہٰذا شرعاً ناگزیر حالات میں جنگی ضرورت کے لئے درخت کاٹے جاسکتے ہیں، محض دشمن کا نقصان کرنا یا تخریب وغارت گری کے لئے نہیں۔

اسی طرح عرب کا یہ دستور بھی تھا کہ دشمن کے قتل پر اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ جوش غضب میں اس کو مثلہ کیا جاتا یعنی کان ناک اور دیگر اعضا کاٹے جاتے، اسلام نے مثلہ کی سختی سے ممانعت کردی اور دشمن کا صرف سرقلم کرنے پر اکتفا کرنے کا حکم دیا، اسی طرح قیدیوں کے متعلق قرآن نے صرف دو طرح کے سلوک کی اجازت دی: "إما منا بعد وإما فداء"۔ یا تو احسان کا برتاؤ کر کے بلا معاوضہ رہا کردو یا مزید (مالی معاوضہ) لے کر رہا کرو۔ البتہ قیدیوں میں جو شر وفساد کے ائمہ اور فتنہ عظیم اور قتل وغارت گری کے اصل ذمہ دار ہیں، انہیں قتل کرنے کی اجازت ہے۔ اس دور میں سفیروں اور قاصدوں تک کو بے دریغ قتل کردیا جاتا تھا خواہ وہ قاصد خود بادشاہ و وزیر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام نے مطلقاً قاصد کے قتل کو ممنوع قرار دیا۔ مسیلمہ بن کذاب کا قاصد عبادۃ بن حارث جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت اقدس میں نہایت گستاخانہ پیغام دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لو لا أن الرسول لا تقتل لضربت عنقک" (قاصدوں کا قتل (اسلام میں) ممنوع نہ ہوتا، تو میں اسی وقت تیری گردن ماردیتا)۔

فتح مکہ کے موقع پر جب اسلامی لشکر مکہ مکرمہ میں داخل ہورہا تھا (جہاں رسول اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے ساتھیوں کو ۱۳ سال تک شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا) آپ ﷺ نے حکم دیا، کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے۔

اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کے اثرات

جنگ کے متعلق اسلام کی اس اصلاحی اور اعلیٰ تعلیم نے عرب کی جاہل وحشی اور خونخوار قوم میں جو کسی قانون یا اخلاقی ضابطہ کی قائل نہیں تھی، ایسا زبردست ذہنی انقلاب پیدا کردیا، جس کی مثال پوری انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جو وحشی لٹیرے تھے، اب دنیا میں بنی نوع انسان کی جان و مال، عزت و آبرو کے محافظ بن گئے۔ اس کا سب سے بڑا نمونہ خود فتح مکہ ہے۔ ایک ایسا شہر جس نے پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان اور جانثار ساتھیوں پر اذیت رسانی، تکلیف دہی اور وحشیانہ ظلم و جور کے وہ تمام طریقے آزمالئے تھے، جو انسانی بس میں ہو سکتے ہیں، مگر ان پر قابو پانے کے بعد نہ قتل عام کیا جاتا ہے، نہ لوٹ مار ہوتی ہے، نہ کسی کے مال و عزت سے تعرض ہوتا ہے۔ پورے شہر کی تسخیر و فتح میں صرف وہی ۲۴ آدمی مارے جاتے ہیں، جو خود پیش قدمی کر کے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہبار بن اسود جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کی بے قصور جواں بیٹی کو بے رحمی سے شہید کیا۔ وحشی بن حرب جس نے آپ ﷺ کے محبوب چچا کو قتل کیا، ہندہ بنت عتبہ جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کے چچا کے کان ناک کاٹے، کلیجہ نکال کر چبایا۔ سب سے بڑے دشمن ابوجہل کا بیٹا عکرمہ عبداللہ بن سراح اور کعب بن زہیر جیسے پیغمبر اسلام ﷺ کے جانی دشمن تک کے قصور یک لخت معاف کردیئے جاتے ہیں۔ کیا اس کا ہزاروں حصہ بھی آج کی تہذیب کی علمبردار اور انسانی حقوق کی ٹھیکدار مغربی اقوام کرسکتی ہیں؟ یوں تو جینوا کنونشن اور اقوام متحدہ نے حالت جنگ کے متعلق بڑے اچھے اچھے قوانین اور چارٹ بنا رکھے ہیں، لیکن اچھے اچھے الفاظ کا لکھ لینا اور چیز ہے، عمل کار دیگر، کسی نے سچ کہا ہے، اخلاق کہنے کی نہیں کرنے کی چیز ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت جنگ میں انسانی حقوق کی پاسداری کی چند مثالیں

اسلام نے حالت جنگ میں انسانی حقوق کی پاسداری کے لئے جو اصلاحات کیں، پیغمبر اسلام ﷺ نے کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی ان پر عمل کرنے کی درخشاں روایت قائم رکھیں، اختصار کی خاطر صرف تین مثالیں پیش خدمت ہیں:

اسلام کی پہلی فیصلہ کن جنگ بدر کے موقع پر کفار مکہ کے گیارہ سو لشکر جرار (جو جنگی ہتھیاروں سے پوری طرح مسلح تھا) کا مقابلہ محض تین سو تیرہ بے سروسامان اور نہتے مسلمانوں سے تھا، اس وقت ایک ایک شخص کی ضرورت واہمیت تھی، ایسی حالت میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے والد کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچتے ہیں اور بتاتے ہیں ہمیں راستے میں دشمنوں کے لشکر نے روک لیا تھا، مجبوراً ہمیں یہ وعدہ کرنا پڑا کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر ان کے خلاف نہیں لڑیں گے، آپ ہمیں ایسے اہم اور فضیلت کے موقع پر جنگ میں حصہ لینے کی اجازت دیں، مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے اجازت نہیں دی اور ابوجہل جیسے سخت دشمن اسلام سے مجبوری کے عالم میں کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

اسی طرح جنگ خیبر کے موقع پر جب دشمنوں (یہود) کا سخت محاصرہ تھا، قلعہ سے ایک چرواہا ان کی بکریاں چرانے کے لئے نکلتا ہے اور آں حضرت ﷺ سے سوال جواب کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے، تو آں حضرت ﷺ اسے پہلا حکم یہ دیتے ہیں کہ اہل خیبر (اسلام کے شدید دشمن اور حالت جنگ میں ہیں) کی بکریاں واپس کرکے آؤ۔

اور آگے بڑھئے حضرت معاویہؓ بلاد روم یعنی اہل یورپ سے معاہدہ کرتے ہیں، آپ صلح کی مدت ختم ہوتے ہی اچانک حملہ کرنے کے لئے اسلامی فوجوں کو اپنی سرحد پر جمع کرنا چاہتے ہیں، تو ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہؓ اس کو بدعہدی سے تعبیر کرتے ہوئے پکار کر کہتے ہیں: "اللہ اکبر وفاء لا غدراً"، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جس کسی قوم (دشمن) سے معاہدہ ہو، اس میں اتنی سی بھی خیانت نہ کی جائے (کہ دشمن سمجھے کہ اگر حملہ ہوا تو مسلمانوں کا لشکر مرکز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے چل کر اتنے دنوں میں سرحد پہنچے گا، اس لئے اسے پہلے معاہدہ کے ختم کرنے کا نوٹس دیا جائے) اس پر حضرت معاویہؓ لشکر کو سرحد سے واپس بلا لیتے ہیں۔ کیا دنیا کی کوئی قوم بشمول مغرب کے حالت جنگ کی پاسداری کی ایسی ایک مثال بھی پیش کر سکتی ہے؟ کیا مغرب کی مہذب کہلانے والی اقوام حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ ایسے اخلاقی برتاؤ کا تصور بھی کر سکتی ہیں۔ ان انسانی حقوق کے ٹھیکیداروں کا یہ حال ہے کہ حالت جنگ میں نہیں (سرد جنگ میں) لیبیا و ایران کے مسافر بردار طیاروں کو مار گراتی ہیں، عراق، ایران، لیبیا کے کھربوں ڈالر کے بینک اثاثوں کو منجمد کر کے بے دھڑک ہضم کر جاتی ہیں اور ان کا ضمیر ذرہ برابر شرم و حیاء محسوس نہیں کرتا۔

انسانی حقوق کی پاسداری میں مغربی اقوام اور مسلمانوں کا موازنہ

مسلمانوں کا حالت جنگ میں انسانی حقوق کی پاسداری کا ریکارڈ اتنا شاندار ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت سیکڑوں جنگیں کرتی ہیں۔ نصف سے زیادہ دنیا فتح کرتی ہے، مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ ان عظیم الشان فتوحات اور مسلسل جنگوں میں کبھی کسی عورت، بچے یا بوڑھے پر ہاتھ اٹھایا ہو، اس کے برخلاف اس صدی میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں تہذیب و تمدن کی دعویدار مغربی اقوام نے جو خود کو انسانی حقوق کی چمپئن کہتی ہیں، ایک دوسرے کے ملک میں گھس کر جو تباہیاں پھیلائیں اور کروڑوں بے قصور شہریوں کو جن بھیانک طریقوں سے ہلاک کیا، دشمن (جرمنی و جاپان) کے ہتھیار ڈالنے کی موثق اطلاعات کے باوجود محض اپنی ہیبت و طاقت کے مظاہرے کے لئے (ہیروشیما پر ایٹم بم ڈال کر) جنگ کے اختتام کا جو وحشیانہ طریقہ اختیار کیا، اس سے کون ناواقف ہے؟ حال ہی میں بوسنیا اور کوسوو میں مغرب کے سرب درندوں ہی نے نہیں، بلکہ اقوام متحدہ کے محافظ دستوں میں شامل امریکہ یورپ کے فوجیوں نے ہزارہا مسلمان خواتین کے ساتھ جو کچھ کیا وہ طشت از بام ہو چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ میں اسلام کے اصلاحی اقدامات کے ثمرات ونتائج

جنگ میں انسانی حقوق کے متعلق اسلام کی عطا کردہ اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا نتیجہ اور اس کی برکت تھی کہ چند ہی سالوں میں نہ صرف جزیرہ عرب ومشرق وسطیٰ کے ممالک بلکہ ایشیاو افریقہ کا بڑا حصہ اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزیں ہوگیا، یہ اقوام اتنی سرعت سے اسلام کی طرف آئیں کہ مؤرخین کو حیرت ہے۔ ہم نہایت اختصار سے سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں۔

عہد نبوت میں کل لڑائیوں (غزوات وسرایا) کی تعداد بیاسی ہیں، جس کے نتیجہ میں تقریباً دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوااور اس میں ایسا امن وامان قائم ہوا کہ مملکت کے آخری کنارے حیرہ (یمن) سے ایک حسین عورت سونے کے زیورات سے لدی نکلتی ہےاور بیت اللہ کا طواف کرکے واپس آجاتی ہے۔ ہزارہا میل کے طویل سفر میں کوئی متنفس اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، اس قدر عظیم اخلاقی ذہنی انقلاب کے لئے طرفین کا جو جانی نقصان ہوا، وہ یہ ہے کہ کل ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے اور کل ۷۵۹ غیر مسلم قتل ہوئے۔ دس سالہ جنگوں میں کام آنے والے مسلم وغیر مسلم کا کل میزان ۱۰۱۸ بنتا ہے، جب کہ آج اتنے انسان تو معمولی جھڑپوں میں ہلاک کردیئے جاتے ہیں۔

اور آگے بڑھیے دور فاروقی میں ۲۲ لاکھ مربع میل، دورعثمانی میں ۴۴ لاکھ مربع میل اور دور معاویہؓ میں تقریباً ۶۵ لاکھ مربع میل کا علاقہ یعنی اس دور کی معلوم دنیا (ایشیا افریقہ و یورپ) کے بڑے حصہ پر اسلام کی عملداری قائم ہوجاتی ہے۔ اس میں صرف ۳۰ سال کا عرصہ لگتا ہے اور آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کرنے میں جانی نقصان اس قدر کم ہوتا ہے کہ اس پر آج تک مؤرخین کو حیرت ہے۔ اس کے برعکس انسانی حقوق کی علمبردار مغربی اقوام نے گزشتہ نصف صدی میں جس قدر انسانوں کو قتل کیا، اس پر بھی ایک نظر ڈالیں۔ الجزائر میں فرانس نے تقریباً دس لاکھ، صرف ویت نام میں امریکہ نے ۱۴ لاکھ، لیبیا میں اٹلی نے تقریباً ساڑھے تین لاکھ، افغانستان میں روس نے تقریباً ۱۵ لاکھ، دونوں جنگ عظیم میں مغربی اقوام نے تقریباً ڈیڑھ کروڑ، روس، چین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کمیونسٹ انقلاب میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ افراد ہلاک ہوئے، دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں کوئی بڑی جنگ نہ ہونے کے سبب اسے سرد جنگ یا امن کا دور کہا جاتا ہے، مگر اس سرد جنگ کے دوران گزشتہ ساٹھ سالوں میں جنگوں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ ہے اور تقریباً اتنی ہی تعداد وطن سے ہجرت پر مجبور ہونے والوں کی ہے، ایک محتاط اندازے کے مطابق جنگوں میں مرنے اور ہجرت کرنے والوں میں تقریباً نصف کے قریب مسلمان ہیں۔ تازہ اعداد و شمار کے مطابق اس وقت دنیا میں ۴۵ ملین مہاجرین ہیں، جن میں ۳۲ ملین مسلمان ہیں، یعنی گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سالوں میں اتنے مسلمان قتل نہیں ہوئے، جتنے مغرب کے عطا کردہ امن کے ساٹھ سالوں میں ہوئے۔ کہیں یہ فریضۂ جہاد کو چھوڑنے کی سزا تو نہیں؟۔

دنیا سے جنگوں کے خاتمہ اور انسانی حقوق کی بحالی کا واحد طریقہ

نزول قرآن کے وقت دنیا کو امن کی جس قدر ضرورت تھی، آج پھر دنیا کو امن کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ پوری دنیا تباہی کے کنارے پہنچ چکی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دنیا سے جنگیں اور فساد کبھی اخلاقی وعظ و نصیحت سے ختم نہیں ہوا۔ سقراط سے ایک بار پوچھا گیا، انسان کو جنگوں سے نجات مل سکے گی؟ اس کا جواب تھا، جنگیں اس وقت تک ناگزیر رہیں گی، جب تک انسان دیوانگی میں مبتلا رہے گا، اس پر انہوں نے سوال کیا اور انسان کب تک دیوانگی میں مبتلا رہے گا؟ سقراط کا جواب تھا ہمیشہ، امن کے شہزادے (حضرت عیسیٰ) کا اعلان تھا، وہ دنیا کو امن نہیں تلوار دینے آیا ہے۔ فنلے (FINLY) لکھتا ہے: ''عیسائیت نے اہنسا کا خوشنما مژدہ ضرور سنایا، مگر اس پر کبھی نہ کسی رومی شہنشاہ نے عمل کیا، نہ مذہبی پادریوں اور یورپ نے''۔

آج بھی مسیحی دنیا کی ذہنی صلاحیت اور مادی وسائل کا بڑا حصہ دنیا کی تباہی و ہلاکت کے ذرائع کی ایجاد میں صرف ہو رہا ہے، یہی حال اہنسا کے علمبردار بھارت کا ہے۔ اہنسا کا تصور ہمیشہ ناقابل عمل رہا ہے۔ مشہور آسٹریلوی مدبر آر جی کیس (R.G.CASE) مسٹر گاندھی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریۂ عدم تشدد پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''یہ تو میری سمجھ میں آتا ہے کہ میں دوسروں کے خلاف تشدد نہ کروں، لیکن میں دوسروں کو اپنے خلاف تشدد سے کیسے باز رکھ سکتا ہوں''۔

اسلام نے دنیا سے ظلم اور جنگوں کو ختم کرنے کے لئے ہی تلوار اٹھانے کا حکم دیا ہے، جیسے کوئی ماہر جراحت نشتر لے کر آپریشن روم میں جاتا ہے، اسلام کا فلسفۂ امن یہ ہے کہ طاقت اور ہتھیار نفس وخواہش پرست، جنگ کے دلدادہ لوگوں کے بجائے انسانی حقوق کے پاسباں ومحافظ، جہاد کا تصور رکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہوں۔ انسانی تاریخ شاہد ہے، دنیا میں امن صرف اسی وقت قائم ہوسکا، جب تلوار خوف خدا رکھنے والوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ماضی کی طرح مستقبل میں جب بھی دنیا میں صحیح معنی میں امن قائم ہوگا، وہ اسلام کے ارفع فلسفہ امن یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ ہی ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیدیوں کے حقوق - شریعت اسلامی میں

مفتی نسیم احمد قاسمیؒ ☆

طلوع اسلام سے قبل حکومتوں اور افراد کی نگاہوں میں انسانی جان، اس کے مال اور عزت وآبرو کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں تھی۔ انسانی عظمت اور اس کے تقدس سے دنیا نا آشنا تھی، معمولی معمولی واقعات اور اسباب کی بنیاد پر انسانوں کو قتل کیا جاتا تھا، اور اس کی عزت وآبرو کو پامال کیا جاتا، خواتین، قیدیوں اور ماتحت افراد کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا، اوران پر ہر قسم کا ظلم وستم کیا جاتا تھا، انسانیت کا یہ کمزور طبقہ اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم تھا۔

"المدنية والإسلام" کے مصنف علامہ فرید وجدی نے بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا کی متمدن ومہذب کہی جانے والی حکومتوں کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اسیران جنگ کے لئے عذاب اور قید کے حکم نافذ ہوتے تھے، اور بچے اور بوڑھوں کو فتح کی گاڑیاں کھینچنے کی سزادی جاتی تھی" (المدنیۃ والاسلام/۵۱)۔

اور حکومت روما کے مظالم اور داستان ظلم وجور کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جس وقت کسی شخص کی نسبت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس قید گراں سے نجات حاصل کرنے کے لئے حرکت کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً اس کی بہ نسبت الحاد وارتداد کا فتوی دیکر اسکو آگ میں جلا دیتے تھے۔ یا ایسے سخت دردناک عذاب میں مبتلا کردیتے تھے، جس سے جانور کے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے" (المدنیۃ والاسلام/۵۱)۔

☆ سابق نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے عدل کا جامع نظام

جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس نے انسانیت کو اس کا بھولا ہوا مقام یاد دلایا، اور انسانی شرافت وعزت کا سبق پڑھایا، چنانچہ قرآن کریم نے انسانوں کے بارے میں یہ اعلان کیا: "ولقد كرمنا بني آدم وحملنٰهم في البر والبحر ورزقنٰهم من الطيبات وفضلنٰهم علي كثير ممن خلقنا تفضيلا" (سورۃ بنی اسرائیل/۷۰) (اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور بڑھایا ان کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے)۔

انسانی جان کی قدر وقیمت

اسلام نے انسانی جان کو نہایت ہی محترم اور عطیۂ خداوندی قرار دیا ہے، ناحق اسے قتل کرنے کو حرام اور غضب الٰہی کا موجب قرار دیا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق" (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۳) (جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اسے مت قتل کرو، مگر حق شرعی کی وجہ سے)۔

اسلام ایک انسان کے قتل اور اس کے ناحق خون کرنے کو ساری انسانیت کا قتل اور اس کا خون قرار دیتا ہے، چنانچہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: "اور اس واقعہ کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی انسان کی جان کے بدلہ یا زمین پر فساد برپا کرنے (کے عوض) کے بغیر قتل کر ڈالے، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا، اور جو شخص کسی انسانی زندگی کی بقاء کا سبب بنا، تو گویا اسنے تمام نوع انسانی کو زندہ رکھا" (سورۃ المائدۃ: ۳۲)۔

اسلام میں قانون کی عمل داری

اسلامی قانون کا وصف امتیازی یہ ہے کہ خالق کائنات اور علیم وخبیر عز اسمہ نے قرآن کریم کی صورت میں انسانیت کی ہدایت اور گم گشتہ راہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے جو "دستور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات" اور جامع قانون نازل فرمایا ہے، صاحب قرآن اور مہبط وحی نبی آخرالزماں ﷺ خود قرآنی ہدایات اور احکام خداوندی پر عمل پیرا ہو کر انسانیت کے لئے "لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنة" (الاحزاب:۲۱) کے تمغے سے نوازے گئے، حضرت عائشہؓ سے اخلاقِ نبوی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: "کان خلقه القرآن" (اقضیۃ رسول اللہ، ۱۶۹) (آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن تھے)۔

آپ ﷺ اپنی حیات طیبہ ہی میں صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت تیار فرمادی تھی، جس نے قانون اسلامی کو مکمل طور پر اپنی زندگی میں جاری اور نافذ کیا، دور رسالت اور خلافت راشدہ کے عہد مبارک میں اسلامی قانون کی عمل داری کی بہترین اور قابل تقلید روایات ملتی ہیں، جو ساری انسانیت اور حکومتوں کے لئے آج بھی مشعل راہ ہیں۔ ان کی چند نظیریں نمونہ کے طور پر درج کی جاتی ہیں۔

اسلامی قانون میں عادلانہ نظام

حضرت عروہ بن زبیرؓ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کی ایک خاتون فاطمہ جس کا تعلق قبیلۂ بنو مخزوم سے تھا، چوری کے جرم کی مرتکب ہوئی، اس معاملہ کو لیکر خاندان کے لوگ پریشان ہو گئے، اور اس کوشش میں لگ گئے کہ کسی طرح فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ چوری کے جرم میں نہیں کٹنے پائے، بالآخر سفارش کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو تیار کر لیا جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب تھے، انہوں نے اپنی سادہ لوحی میں آکر رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أتشفع فی حد من حدود الله ثم قام فخطب فقال: یا أیها الناس إنما ضل من قبلکم أنهم کانوا إذا سرق الشریف ترکوه وإذا سرق الضعیف فیهم أقاموا علیه الحدود أیم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد یدها" (بخاری شریف ۲؍۱۰۰۳) (تم اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدود کے بارے میں سفارش کررہے ہو، پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب ان میں سے کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حدود قائم کرتے، خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیتا)۔

اسلامی قانون پر عمل داری کی اس سے بہتر کوئی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔

حدود و کفارات کے نفاذ اور اجراء میں اسلام کسی قسم کی تفریق کا قائل نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے: **"أقيموا حدود الله في القريب والبعيد ولا يأخذكم في الله لومة لائم"** (مشکوۃ شریف ر ۳۱۳) (حدود اللہ کو بلا تمیز نزدیک اور دور سب پر نافذ کرو، اور اس بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی فکر نہ کرو)۔

ملزم کو دفاع کا حق

اسلام کے نظام عدل و انصاف ہی میں انسانیت کو پناہ مل سکتی ہے، اور اسی کے ذریعہ اس کے حقوق کا تحفظ ہو سکتا ہے، اسلامی نظام عدل کی خوبی یہ ہے کہ ہر انسان کو آسانی کے ساتھ انصاف مل جاتا ہے، اسلامی نظام عدل میں یہ ممکن نہیں ہے کہ بغیر کسی عدالت میں مقدمہ چلائے اور ملزم کو بغیر اپنی دفاع کا حق دیئے اس کی آزادی سلب کی جائے۔

اسلام میں عدالتی چارہ جوئی کا کیا طریقہ ہے؟

اسلام میں عدالتی چارہ جوئی کا طریقہ بالکل سہل اور آسان ہے، ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے حق کے لئے اور انصاف طلب کرنے کے لئے عدالت کی طرف رجوع کرے، اسلام میں عدالتی چارہ جوئی کا طریقہ یہ ہے کہ مدعی اپنے معاملہ سے متعلق عرضی دعویٰ قاضی شریعت کی عدالت میں پیش کرے، عرضی دعویٰ کے صحیح ہونے کی صورت میں قاضی شریعت کی طرف سے مدعا علیہ کو نوٹس کی جائے گی، اور اس سے تحریری جواب طلب کیا جائے گا، پھر سماعت کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریقین کو گواہوں کے ساتھ طلب کیا جائے گا، اور مقدمہ کی سماعت کی جائے گی، اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کی کارروائی ہوگی، اور صاحب حق کو اس کا حق دلایا جائے گا۔

موجودہ عدالتی نظام کے نقائص کا ازالہ

موجودہ عدالتی نظام کی سب سے بڑی خرابی اور کمزوری یہ ہے کہ ہر آدمی کے لئے عدالت تک رسائی مشکل ہے، ہزاروں روپے رشوت کے طور پر دینے پڑتے ہیں، پھر بسا اوقات عدالتوں میں فیصلے ہونے تک انسان عدالت میں حاضری دینے اور مقدمہ کی پیروی میں اپنا سارا اثاثہ برباد کر دیتا ہے، نقدی اور جائداد سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، اور یہ سب مراحل سے گذرنے کے بعد برسہا برس کے بعد فیصلہ ہو پاتا ہے، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مظلوم انصاف کی بھیک مانگتے ملک عدم کو راہی ہو جاتا ہے، اور کبھی ظالم اپنی طاقت اور اپنے اثر ورسوخ اور دولت کی وجہ سے اپنے حق میں فیصلہ کرالیتا ہے، اور قانون اسے بری کر دیتا ہے، اور مظلوم انصاف کے لئے سسکتا رہتا ہے۔

موجودہ عدالتی نظام کے نقائص کو اسلامی تعلیمات اور نظائر کی روشنی میں دور کر کے ہر شخص کے لئے عدل وانصاف کا دروازہ کھولا جاسکتا ہے۔

قیدیوں کو تعلیم، امتحان اور شادی وغیرہ کا حق دینا

اسلام کے نقطۂ نظر سے قیدیوں کو سارے انسانی حقوق ومراعات حاصل ہیں، اسلام ان کے ساتھ حسن سلوک، مروت، نرمی اور اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہے، ان کے خورد ونوش کے انتظام کرنے کی ہدایت دیتا ہے، اور اسے رضاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کی صفات حسنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما وأسیرا" (سورۃ الانسان:۷۶) (اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدیوں کو)۔

اور بنو قریظہ کے قیدیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے حسن سلوک کی تاکید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "أحسنوا أسارھم وقیلوھم" (شرح السیر الکبیر ۱۰۲۹/۳) (ان کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور انہیں قیلولہ کا موقع دو)۔

اور فرمایا: "لا تجمعوا علیھم حر ھذا الیوم وحر السلاح" (حوالہ بالا) (ان پر اس دن کی گرمی اور ہتھیار کی گرمی کو جمع نہیں کرو)۔

آیت قرآنی اور ارشادات نبوی ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ قیدیوں کو تعلیم، امتحان، شادی، حق جماع، ولادت، رضاعت، علاج، ہنر سیکھنے اور مذہبی رسومات ادا کرنے کا بنیادی حق حاصل ہوگا، البتہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قیدی ہونے کی حالت میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، امام زہری کا بھی یہی قول ہے (المغنی ۵۱۱/۱)۔

لگائے گئے الزامات جاننے کا حق

ہر شخص کو اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کے جاننے کا حق ہے، تاکہ وہ اپنی طرف دفاع کر سکے، اس کے بغیر اسے نہ تو سزا دی جاسکتی ہے، اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے، بسا اوقات کسی پاکدامن شخص پر بھی الزام لگا دیا جاتا ہے، اس لئے محض الزام عائد ہونے سے کسی شخص کو نہ تو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی کارروائی ہوسکتی ہے۔

کارروائیوں کے وقت دفاع کا حق

ہر شخص کو عدالتی کارروائیوں کے وقت دفاع کا حق ہے، یہ اس کا بنیادی اور انسانی حق ہے، جس سے اسے کسی حال میں محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مترجم فراہم کرنے کا حق

حکم کی زبان نہ سمجھنے کی صورت میں مترجم کے فراہم کرنے کا حق حاصل ہوگا، جو مترجم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی زبان میں حکم کی بات اور اس کے فیصلہ کو نقل کر کے سنائے گا، اسی طرح اگر حکم فریقین کی زبان نہ جانتا اور سمجھتا ہو، تو اسکے لئے بھی مترجم رکھنے کی اجازت ہوگی۔ مگر مترجم کا عادل، ثقہ، آزاد اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ اگر مترجم میں یہ اوصاف نہ ہوں، تو اس کی ترجمانی قبول نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالک ابن انسؒ، اور ابن ابی لیلیؒ کا اس پر اجماع ہے، پھر امام شافعیؒ اور امام مالک بن انسؒ کے نزدیک دو عادل شخصوں ہی کی ترجمانی قابل قبول ہوگی، امام محمد بن الحسن شیبانیؒ کی بھی یہی رائے ہے (أدب القاضی لابن القاص ۱۲۱/۱)۔

امام ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلی ایک آزاد، ثقہ مسلمان کی ترجمانی کو قبول کرتے ہیں (حوالہ بالا)۔

ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں چیلنج کرنے کا حق حاصل ہوگا

اگر ہائی کورٹ کی طرف سے کسی شخص کے خلاف فیصلہ صادر ہو جائے، تو اسے یہ اختیار اور حق حاصل ہوگا کہ اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرے، کیونکہ جمہوری نظام میں سپریم کورٹ سب سے بڑی عدالت ہے، اور اسے اپنی ماتحت عدالتوں کے فیصلوں پر نظر ثانی کا اختیار ہوگا۔

سزا کے خلاف اپیل کرنے کا حق

سزا ہو جانے کے بعد بھی اسے سزا کے خلاف اپیل اور مرافعہ کا حق حاصل ہوگا۔

سزا کا فیصلہ ہونے کے بعد معافی نامہ پیش کرنے کا حق

اسلامی قانون میں اگر کسی شخص پر ثبوت جرم کے بعد سزا کا عدالت کی طرف سے فیصلہ ہو جائے، تو پھر اسے عدالت میں معافی نامہ پیش کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا، اور اگر وہ معافی نامہ پیش کرتا ہے، تو اسکی وجہ سے وہ سزا سے بری نہیں ہو سکتا ہے، جبکہ موجودہ جمہوری نظام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر جمہوریہ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سپریم کورٹ سے پھانسی کی سزا ہونے کے بعد ان سے رحم کی درخواست کرے، تو وہ سزا کو معاف کرسکتے ہیں۔

سزا سے بچنے کے لئے جھوٹے بیانات دینا

صاحب ایمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ محض سزا اور قانون کی زد سے اپنے کو بچانے کے لئے عدالت میں جھوٹے بیانات دے، جھوٹا بیان اور جھوٹی شہادت دینا کبائر میں سے ہے، اگر کوئی شخص جھوٹے بیانات اور جھوٹی گواہیوں کے ذریعہ چاہے عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کرالے، مگر شرعی اعتبار سے اس چیز کا لینا اس کے حق میں جائز نہیں ہوگا۔ اور وہ آخرت میں اس کی سزا پائے گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "من اقتطع حق إمرئ مسلم بيمينه فقد أوجب الله له النار و حرم عليه الجنة فقال له رجل وإن كان شيئا يسيرا يا رسول الله قال: و إن كان قضيباً من أراك" (رواہ مسلم، مشکوۃ ۳۲۷) (جس نے کسی مسلمان کا حق اپنی یمین کے ذریعہ ہڑپ کرلیا تو اللہ اس کے لئے جہنم کو واجب کریں گے، اور اس پر جنت حرام کریں گے۔ ایک شخص نے کہا اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اگرچہ وہ معمولی چیز ہو، اے اللہ کے رسول، آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ وہ پیلو کی لکڑی ہو)۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "میں بشر ہوں، اور تم لوگ میرے پاس جھگڑتے ہو، اور یہ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض دوسرے بعض سے حجت کے اعتبار سے زیادہ زبان دراز ہو، اور میں اس کے لئے اسکی سنی ہوئی بات کے مطابق فیصلہ کردوں، تو میں جس کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی بھی چیز کا فیصلہ کروں، وہ اسے نہیں لے، کیونکہ میں اس کے لئے جہنم کا ٹکڑا کاٹ رہا ہوں" (مشکوۃ شریف ۳۲۷)۔

نیز جھوٹے بیانات دینے سے معاشرہ تباہ و برباد ہوتا ہے، جرائم میں اضافہ ہوتا ہے، حقوق انسانی تلف ہوتے ہیں، اور خوف خدا لوگوں کے دلوں سے رخصت ہوجاتا ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس سے مکمل طور پر اجتناب و احتراز لازم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی جان بچانے کی خاطر بیانات سے پھر جانا جائز نہیں ہے

اگر بشری تقاضہ سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو آخرت کی سزا کے مقابلہ میں بہتر یہ ہے کہ انسان دنیا کی سزا کو برداشت کرلے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور حقوقِ انسانی - ماحولیات کے تناظر میں

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری☆

انسان اللہ کی سب سے اشرف مخلوق ہے، ساری کائنات اسی کے لئے بنائی گئی ہے۔ وہ اسے برتے، استعمال کرے، فائدہ اٹھائے۔

استعمال کرنے اور برتنے میں اصول وضوابط کا خیال رکھے، من مانیاں نہ کرے، حدود کی پابندی کرے، خود فائدہ اٹھائے مگر دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے، اپنے مفادات کے آگے دوسروں کے مفادات کو پامال نہ کرے، اپنا ضرر دور کرنے کے لئے دوسروں کو ضرر نہ پہنچائے۔

بحیثیت انسان اسے حق حاصل ہے کہ پرسکون ماحول میں زندگی گزارے، صاف ستھری اور پاکیزہ غذا ملے، صاف وپاک پانی ملے، صاف ستھری ہوا ملے، آلودگی وگندگی سے دور ونفور ہو، معاشرہ، مادی وروحانی ہر طرح کی آلائشوں سے محفوظ ہو، ہر طرح کے فساد وبگاڑ سے مامون ہو۔

یہ سارے حقوق اسلام نے انسان کو دیئے ہیں، اگلی سطور میں انہیں کی تفصیل وتشریح کی جارہی ہے:

فساد کا مطلب

"الفساد فی أصل اللغة: هو تغیر الشئی عن الحال السلیمة وخروجه عن الاعتدال فهو ضد الصلاح" (المدخل الفقہی العام ۲/ ۶۷۳) (اصل لغت میں "فساد"

☆ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا معنی ہے کسی چیز کی حالت سلیم کا بدل جانا اور اعتدال سے نکل جانا ''فساد'' ''صلاح'' کی ضد ہے)۔

نظام فطرت اللہ تعالیٰ نے جس طرح بنایا ہے زندگی کو وجود میں لانے، انہیں نشو ونما دینے اور ان کی برقراری کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو قدرتی انتظامات فرمائے ہیں ان میں تبدیلی کی کوششیں فساد و بگاڑ قرار پائیں گی، نظام فطرت سے تصادم ان سے کھلواڑ، بغاوت و سرکشی پر محمول ہوگا۔

قرآن میں قوانین فطرت کا تذکرہ

"وما خلقنا السماء والأرض وما بينهما باطلا، ذلك ظن الذين كفروا، فويل للذين كفروا من النار" (سورہ ص:۲۷) (اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان کو خالی از حکمت پیدا نہیں کیا یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں، سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ)۔

"وهو الذى أرسل الرياح بشرا بين يدى رحمته وأنزلنا من السماء ماء طهورا لنحيى به بلدة ميتا ونسقيه مما خلقنا أنعاما وأناسى كثيراً" (الفرقان:۴۸، ۴۹) (اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید دلا کر دل کو) خوش کر دیتی ہے اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک وصاف کرنے کی چیز ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چار پایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں)۔

"وهو الذى أنزل من السماء ماءً فأخرجنا به نبات كل شئ فأخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا، ومن النخل من طلعها قنوان دانية و جنات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من أعناب والزيتون والرمان متشبها وغير متشابه ، أنظروا إلى ثمره إذا أثمر وينعه إن في ذلكم لآيات لقوم يؤمنون" (الأنعام:۹۹) (اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا، پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے خوشے نکلتے ہیں جو (مارے بوجھ کے) نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کے درخت پیدا کئے جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے، ذرا ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو ان میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانے کی فکر رکھتے ہیں)۔

"وسخرلكم الفلك لتجرى في البحر بأمره، و سخرلكم الأنهار، و سخرلكم الشمس والقمر دائبين وسخرلكم الليل والنهار، وآتاكم من كل ما سألتموه، وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها، إن الإنسان لظلوم كفار" (ابراہیم ۳۲ تا ۳۴) (اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو مسخر کر دیا تا کہ وہ اس کے (یعنی خدا کے) حکم (وقدرت) سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا، اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی میں رہتے ہیں، اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا، اور جو چیز تم نے مانگی تم کو (ہر چیز) دی، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے، (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے)۔

"أفرأيتم الماء الذي تشربون، أأنتم أنزلتموه من المزن أم نحن المنزلون، لو نشاء جعلناه أجاجا فلولا تشكرون" (الواقعہ:۶۸ تا ۷۰) (اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔)

"الله الذی سخرلکم البحر لتجری الفلک فیه بأمره ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون، وسخرلکم ما فی السمٰوات وما فی الأرض جمیعا منه إن فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون" (الجاثیہ:۱۲و۱۳) (اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنایا، بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں)۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں بے شمار ایسی آیات ہیں جن میں قوانین فطرت کا تذکرہ کھلے طور پر اور بڑی وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، مثلاً سورۂ اعراف:۱۰، سورۂ ملک:۱تا۵، سورۂ ق:۷تا۱۱، سورۂ نحل:۳تا۱۶، سورۂ حج:۶۵، سورۂ لقمان:۲۰، سورۂ فاطر:۱۲، ۱۳، سورۂ رعد:۲ تا۴، اور سورۂ بقرہ:۱۶۴، دیکھی جاسکتی ہیں۔

کائنات کا توازن

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بڑے توازن کے ساتھ بنائی ہے، اللہ کی بنائی ہوئی کائنات میں بگاڑ وفساد نہیں۔ بگاڑ وفساد انسان کے اپنے ہاتھوں سے آتا ہے، انسان کی بے اعتدالیاں، مفاد پرستیاں اور صرف اپنی بھلائی چاہنے کا مزاج، کائنات کے نظام کو درہم برہم کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والأرض مددنٰها وألقينا فيها رواسي وأنبتنا فيها من كل شئی موزون وجعلنا فيها معايش ومن لستم له برازقين، وإن من شئی إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم" (الحجر:۱۹تا۲۱) (اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہاڑ ڈال دئے اور اس میں ہر قسم کی چیز ایک معین مقدار سے اُگائی ہے اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور اس کو بھی (معاش) دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے، اور جتنی چیزیں ہیں، ہمارے پاس سب کے خزانے (کے خزانے) ہیں اور ہم اس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اُتارتے رہتے ہیں)۔

"اللہ الذی أنزل الکتاب بالحق والمیزان" (الشوریٰ:۱۷) (اللہ ہی ہے جس نے کتاب (قرآن) کو حق کے ساتھ نازل فرمایا اور میزان کو اتارا)۔

اس آیت میں "میزان" سے مراد مفسرین کے مطابق وہ ترازو بھی ہے جو سامان کو تولنے کے لئے ہوتی ہے اور "میزان عدل" بھی ہے جس کی رعایت انسان کو انصاف پر قائم رکھتی ہے، اور ظلم وزیادتی سے بچاتی ہے، اسی طرح وہ توازن بھی ہے جو تخلیق کائنات کے سلسلے میں روزانہ کا تجربہ اور مشاہدہ ہے جس کی وجہ سے کائنات درہم برہم ہونے سے بچی ہوئی ہے۔ یہی تحملات اگلی آیات میں بھی ہیں:

"الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعها ووضع المیزان ألا تطغوا فی المیزان" (الرحمٰن:۵ تا ۸) (سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت (اللہ کے) مطیع ہیں اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اسی نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو)۔

"لقد أرسلنا رسلنا بالبینٰت وأنزلنا معهم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وأنزلنا الحدید فیه بأس شدید ومنافع للناس" (الحدید:۲۴ تا ۲۵) (اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا، اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل فرمایا تا کہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے، اور اس کے (علاوہ) لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ربنا ما خلقت هذا باطلا" (آل عمران:۱۹۰) (اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا)۔

قوانین فطرت میں تبدیلی کے متعلق ارشاداتِ قرآنی

جو چیز اللہ تعالیٰ نے جس انداز میں انسانوں یا مخلوقات کے فائدے کے لئے بنائی ہے، اس میں تبدیلی کرنا اور اس کو بدل دینا کہ وہ اس مقصد کی نہ رہ جائے۔ فساد و بگاڑ ہے۔ اور قوانین فطرت کے ساتھ طغیان و سرکشی کا مظاہرہ ہے۔ یہی طغیان فی المیزان کہلائے گا۔

جو قوانین فطرت میں تبدیلی کرتے ہیں، فطری نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اللہ کے پسندیدہ نہیں، بلکہ سرکش و نافرمان کہلاتے ہیں، وہ شیطان کے پیرو ہیں، کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے ہی نظام فطرت میں تبدیلی کی کوشش کا اعلان کیا تھا۔

سورۂ نساء میں ہے:

"وإن يدعون إلا شيطانا مريداً۔ لعنه الله وقال لأتخذن من عبادك نصيبا مفروضا، ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله، ومن يتخذ الشيطٰن ولياً من دون الله فقد خسر خسرانا مبيناً" (النساء:۱۱۷ تا ۱۱۹) (اور مشرکین صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے، اور جس نے (یوں) کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ (اطاعت کا) لوں گا۔ اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو ہوسیں دلاؤں گا۔ اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ چوپایوں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے، اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنالے گا وہ صریح نقصان میں پڑے گا)۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ قوانین فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں یا جن کی وجہ سے نظام فطرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدل رہا ہے، ماحول تبدیل ہو رہا ہے وہ شیطان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ شیطان کے آلۂ کار، شیطان کے ہاتھوں کا کھلونا ہیں، اور اسی طرح خسارہ میں ہیں جس طرح شیطان۔

اس کے علاوہ بھی اس بارے میں قرآنی آیات اور ان کے ذیل میں مفسرین کی تحریریں اور مفید وضاحتیں ہیں، جنہیں ان کے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے، مثلاً سورہ بقرہ: ۲۰۴ تا ۲۰۶، تفسیر کبیر للرازی ۳/ ۲۱۳ تا ۲۱۹، احکام القرآن للقرطبی ۳/ ۱۷، ۱۸، فی ظلال القرآن ۲/ ۲۰۵ وغیرہ۔

اس کے علاوہ بھی اس بارے میں قرآنی آیات اور ان کے ذیل میں مفسرین کی تحریریں اور مفید وضاحتیں ہیں، جنہیں ان کے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے، مثلاً سورہ بقرہ: ۲۰۴ تا ۲۰۶، تفسیر کبیر للرازی ۳/ ۲۱۳ تا ۲۱۹، احکام القرآن للقرطبی ۳/ ۱۷، ۱۸، فی ظلال القرآن ۲/ ۲۰۵ وغیرہ۔

ان آیات میں ایسی ذہنیت رکھنے والوں کا تذکرہ ہے جو بظاہر بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں۔ اپنے کو خدا پرست، انسانیت کا ہمدرد اور ہر طرح خیر وصلاح سے مزین قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کی کوششوں کا محور ان کی حرکات وسکنات، ان کے معاملات، ان کی سرگرمیاں زمین میں فتنہ وفساد پر مبنی ہوتی ہیں۔ وہ اُن چیزوں اور اس ماحول کو بھی بگاڑتے اور برباد کرتے ہیں جو نسل انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہیں۔

خود نسل انسانی کو بھی تباہ وبرباد کر دینا چاہتے ہیں "و یهلک الحرث والنسل" اور اگر انہیں روکا جائے سمجھایا جائے تو اپنی عزت ووقار کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ اپنی ناک، اپنا مفاد بالا رکھنے کے لئے کوئی پروا نہیں کریں گے کہ ان کی حرکتوں سے زمین میں کس قدر فساد وبگاڑ پھیل رہا ہے۔ نسل انسانی کس طرح برباد ہو رہی ہے۔ اور نسل انسانی کی بقاء کے اسباب وذرائع کس طرح پامال اور تباہی کا شکار ہیں (تفسیر کبیر للرازی: ۳/ ۲۱۳ تا ۲۱۹، احکام القرآن للقرطبی ۳/ ۱۷، ۱۸، فی ظلال القرآن ۲/ ۲۰۵)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ذہنیت سب سے خطرناک ذہنیت ہے، یہ فساد سب سے بڑا فساد ہے، انسان کو برباد کرنے کی کوششیں اور اس ماحول کو بگاڑنے کی سعی، جو انسانوں کی بقا کا ذریعہ ہے، ان اسباب کو تباہ کرنے والی حرکتیں جو انسان کے جینے اور پینے کا ذریعہ ہیں، اتنا بڑا فساد و بگاڑ ہے کہ اس سے بڑا فساد و بگاڑ کوئی نہیں۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

"مراد اس بات کا بیان کرنا ہے کہ یہ فساد و بگاڑ فساد عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، اس لئے کہ اس کی مراد پہلی تفسیر پر نباتات وحیوانات کو ہلاک کرنا ہے، اور دوسری تفسیر پر حیوانات کو ان کی اصل وفرع کے ساتھ برباد کرنا ہے خواہ جو تفسیر ہو۔ بہر حال اس سے بڑا کوئی فساد نہیں۔ لہٰذا فرمان باری: "یهلک الحرث والنسل" بہت ہی فصیح الفاظ میں سے ہے۔ جو مختصر ہونے کے باوجود بہت زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے" (تفسیر کبیر ۲۱۹/۳)۔

اس بگاڑ کا سبب کوئی نہیں، انسان ہی بنتا ہے، وہ اپنی ہی نسل کو تباہ کرتا ہے اپنی ہی نسل کی تباہی کے اسباب فراہم کرتا ہے۔

ماحولیات کے متعلق اسلامی ہدایات

انسان کے آس پاس کی چیزیں انسان کا ماحول کہلاتی ہیں۔ یہ آس پاس کی چیزیں گاؤں، گھر، گلی کوچے، سڑکیں، ندی نالے، کھیت، پہاڑ، جنگلات وباغات، کارخانے اور فیکٹریاں سبھی ہوتے ہیں۔

جس طرح انسان کی اپنی زندگی پاکیزہ اور ہر قسم کی آلودگیوں سے محفوظ ہونی چاہئے، اسی طرح انسان کو اپنے پورے ماحول کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔

انسان اور اس کے ماحول کی پاکیزگی دو طرح کی ہوتی ہے: روحانی پاکیزگی، مادی پاکیزگی، اسلام کی ساری تعلیمات روحانی پاکیزگی کا مظہر ہیں۔ بلکہ اسلام کا مقصد ہی یہی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کائنات کو روحانی پاکیزگی سے معمور کر دے۔ اس طرح اسلام کی روحانی پاکیزگی کے اثرات بہت ہی طویل وعریض اور دور رس ہیں۔ اور ان کی تفصیل بیان کرنا اور مشکل ہے۔ قرآن وحدیث کے بحرنا پید کنار نے شناوران حق کے لئے ایک عظیم میدان فراہم کر دیا ہے۔

یہاں بات کو صرف مادی پاکیزگی تک محدود رکھنا اور بتانا ہے کہ اس میں ماحول کا تحفظ کیسے ہوگا۔ آلودگی سے حفاظت کیسے ہوگی، اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات وہدایات کیا ہیں اور اسلام نے ان کی رعایت کہاں کہاں رکھی ہے؟

پانی کی اہمیت

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، وہ انسانی زندگی کے لئے بہت اہم ہے، قرآن کی مختلف آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، اپنے احسانات میں پانی اتارنے اور زمین سے نکالنے اور اس کے فوائد کو بیان فرمایا ہے، مثلاً سورۂ انعام آیت ۹۹، فرقان آیت ۴۸، ۴۹، بقرہ آیت ۱۴۴، واقعہ آیت ۶۸ تا ۷۰، ق، آیت ۷ تا ۱۱ وغیرہ۔

یہاں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

"عن ابن عباس قال نهىٰ رسول الله ﷺ أن يتنفس في الإناء أو ينفخ فيه" (أبوداؤد ۲ر۵۲۴، باب فی النفخ فی التراب) (عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے)۔

دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے مراد پانی کے برتن میں یا کوئی اور چیز جو پینے کے لئے اٹھائی ہے، شربت، چائے وغیرہ اس میں پھونکنا منع ہے (ترمذی ۲ر۱۰ وغیرہ)۔

اسی طرح پانی کو تین سانس میں پینا چاہیئے۔ اس سے سیرابی خوب ہوتی ہے، اچھی طرح پیاس بجھ جاتی ہے (مسلم ۲ر۱۷۴، باب کراهية التنفس فی نفس الاناء واستحباب التنفس خارج الاناء)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی اگر اپنی ضرورت سے فاضل ہو تو دوسروں کو محروم نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ پانی سرسبزی اور شادابی کا ذریعہ ہے۔ جو پانی پر روک لگائے گا وہ ماحول کی سرسبزی وشادابی پر روک لگائے گا۔

"عن أبی ھریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ لا تمنعوا فضل الماء لتمنعوا به فضل الکلاء" (مشکوۃ المصابیح ۱/۲۵۹، باب أحیاء الموات الشرب)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، زائد پانی کو نہ روکو، اس طرح تم زائد گھاس کو روک دو گے)۔

دوسری روایات میں بھی پانی سے روکنے پر ممانعت اور تہدید آئی ہے، خواہ اس کے ذریعہ کھیتوں کو سیراب کیا جائے، جانوروں کو پلایا جائے یا انسان پیئے، مشکوۃ ۱/۲۵۹، صحیح البخاری ۱/۳۱۵، حوالہ سابق ۱/۳۱۲، اور مسلم ۲/۱۵۔

پانی کو گندہ نہ کیا جائے

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور جتنی ضرورت ہے اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اُسے وافر مقدار میں پیدا بھی فرمایا ہے، اور اُسے مباح الاصل بنا دیا ہے، یعنی اصل اور بنیادی اعتبار سے وہ ہر انسان کے لئے ہے، کوئی اس پر ملکیت کا دعویٰ کر کے دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا۔

اسی طرح آگ اور گھاس ہیں۔ چونکہ انسانوں کو ان کی ضرورت بہت ہوتی ہے، اسی لئے اللہ نے ان تینوں کو بکثرت پیدا بھی کر دیا ہے اور مباح الاصل بنا کر سب کے لئے عام کر دیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"المسلمون شرکاء فی الثلاث فی الماء والکلاء والنار" (ابن ماجہ ص: ۱۸۰، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث) (سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، گھاس اور آگ میں)۔

پانی کو گندہ اور ناپاک کرنے سے منع کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه" (بخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱/۳۷، باب البول فی الماء الدائم) (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے)۔

دوسری حدیث میں ہے:

"لا یغتسل أحدکم فی الماء الدائم وهو جنب قالوا کیف یفعل یا أباهریرة قال یتناوله تناولاً" (مسلم ۱۳۸/۱، باب النھی عن البول فی الماء الراکد) (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جنبی ہو، لوگوں نے (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے) پوچھا اے ابو ہریرہؓ! پھر کیا کرے؟ فرمایا اس میں سے علحدہ نکال کر غسل کرے)۔

جب کوئی سو کر اٹھے تو بغیر ہاتھ دھوئے، ہاتھوں کو پانی کے برتن (لوٹا، بالٹی، گلاس وغیرہ) میں نہیں ڈالنا چاہیے، اور احتیاطاً تین بار ہاتھ دھونا چاہیے۔

"إذا استیقظ أحدکم من نومه فلا یغمس یده فی الإناء حتیٰ یغسلها ثلاثاً فإنه لا یدری أین باتت یده" (مسلم ۱۳۶/۱ باب کراھیة غمس المتوضی وغیرہ)۔

طہارت ونظافت اختیار کی جائے

سورۂ بقرہ میں ہے: "إن الله یحب التوابین ویحب المتطھرین" (البقرة: ۲۲۲) (اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے)۔

مسجد قباء اور وہاں کے انصار صحابہؓ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "لمسجد أسس علی التقویٰ من أول یوم أحق أن تقوم فیه، فیه رجال یحبون أن یتطهروا والله یحب المتطهرین" (التوبة: ۱۰۸) (جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء کو بلایا اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے طہارت کے سلسلے میں تمہاری تعریف کی ہے، بتاؤ تم آخر کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: "ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں،" حضور ﷺ نے فرمایا: اور بھی کچھ کرتے ہو؟ جواب دیا: ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگ پیشاب و پاخانہ کے بعد صرف ڈھیلے پر اکتفا نہ کرتے، پانی سے استنجاء کرنا پسند کرتے ہیں" حضور ﷺ نے فرمایا: "هو ذاک فعليكموه" (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۲۵۹/۸، ۲۶۰) (تعریف کی یہی بات ہے، اُسے ضرور کرتے رہنا)۔

طہارت و نظافت دو چیزیں ہیں، کوئی چیز دیکھنے میں میلی کچیلی ہے، مگر نجاست نہیں لگی ہے تو اسے طاہر (پاک) کہیں گے، لیکن نظیف (صاف ستھری) نہیں کہیں گے۔ نظافت کا درجہ طہارت سے بڑھ کر ہے، اہل قباء اگر ڈھیلا استعمال کرتے تو بھی طہارت حاصل ہو جاتی، لیکن انہوں نے اس سے بڑھ کر نظافت کا طریقہ اختیار کیا جو کہ پانی کے استعمال سے ہوا۔

صالح بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیبؒ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم جواد يحب الجواد فنظفوا أراه، قال أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود، قال فذكرت ذالک لمهاجر بن مسمار فقال حدثنيه عامر بن سعد عن أبيه عن النبي ﷺ مثله إلا أنه قال نظفوا افنيتكم" (ترمذی ۲/۱۰۷ باب ماجاء في النظافة) (بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے، پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، ستھرا ہے، ستھرائی کو پسند کرتا ہے، کریم ہے، کرم کو پسند کرتا ہے، سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، پس صاف رکھو (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ اپنے صحنوں کو کہا، اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ اختیار کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس بات کا ذکر میں نے مہاجر بن مسمار سے کیا تو انہوں نے کہا کہ عامر بن سعدؓ نے اپنے والد سے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں صاف طور پر یہ الفاظ موجود ہیں "نظفوا افنيتكم"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اپنے صحنوں کو صاف کرو)۔

یہود کا طریقہ تھا کہ وہ کچڑا اور گوبر ولید وغیرہ اپنے گھروں کے دروازوں پر ڈال دیا کرتے تھے، یعنی گھروں کی صفائی کی اور کچڑا دروازہ پر ڈال دیا۔ جس سے ہر آنے جانے والے کو گھن آتی تھی، یہود کی مشابہت سے بچنا اسی معاملے میں ہے (اشعۃ اللمعات ۵۸۹/۳)۔

انسان اگر نظافت اختیار کرتا ہے، اپنا لباس، اپنی وضع قطع اچھی بناتا ہے اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حسن وخوبصورتی اختیار کرتا ہے تو شریعت نے اس کی پوری آزادی دی ہے، کوئی بندش نہیں لگائی۔

ایک صحابی نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا رہے، اس کا جوتا اچھا رہے، کیا یہ چیز تکبر میں آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، یہ تو جمال ہے اور...... "إن الله تعالىٰ جميل يحب الجمال" (بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے، اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا بال بکھرے ہوئے، پراگندہ حال، آپ ﷺ نے فرمایا: "ما كان يجد هذا يسكن به رأسه" (کیا یہ کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے سر کے بالوں کو سیدھا کرلے)۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن الله يحب أن يرىٰ أثر نعمته علىٰ عبده" (ترمذی ۱۰۹/۲، باب ماجاء ان اللہ یحب ان یریٰ اثر نعمتہ علی عبدہ) (اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دکھائی دے)۔

مسواک کا استعمال بھی نظافت ہی میں داخل ہے: "السواک مطهرة للفم ومرضاة للرب" (ابن ماجہ ص: ۲۵ باب السواک) (مسواک منہ کے لئے پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے)۔

اسی طرح خوشبو کا استعمال بھی ہے جو کہ تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، اور سفید کپڑا بھی (مشکوٰۃ المصابیح ۴۴/۱ عن ابی ایوب بحوالہ ترمذی حدیث اربع فی سنن المرسلین)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"البسوا الثياب الأبيض فإنها أطهر وأطيب" (ترمذی ۱/۹۳، باب ماجاء مایستحب من الاکفان، مشکوۃ المصابیح ۱/۳۷۴) (سفید کپڑا پہنو، یہ زیادہ طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے)۔

خصال فطرت ناخن کٹوانا، بغل کے بال اکھاڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا طہارت و نظافت کے ہی قبیل سے ہے (مسلم ۱/۱۲۸، باب خصال الفطرۃ، ابن ماجہ ص: ۲۵، باب الفطرۃ) اور طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے (اشعۃ اللمعات ۱/۱۸۰)۔

اجتماعی ماحول کو آلودگی سے بچانا

جو مواقع بہت سے لوگوں کے مجتمع ہونے کے ہوتے ہیں، ان میں مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ مختلف مقامات کے، مختلف ذہن رکھنے والے، مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے، مثلاً عیدین اور جمعہ میں اسی قسم کا اجتماعی ماحول ہوتا ہے۔ لہٰذا حکم ہے کہ غسل کرو، خوشبو لگاؤ، تمہارے کپڑوں میں جو سب سے عمدہ ہو، نیا ہو یا پرانا، دھلا اور ستھرا ہو، اُسے پہن کر نماز جمعہ و عیدین میں جاؤ، تاکہ ایک دوسرے کے لباس، پسینہ وغیرہ سے کسی کو اذیت نہ ہو، خوشی کا ماحول کبیدگی کا ماحول نہ بنے۔

اس حکمت و مصلحت کو اس حدیث کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے:

"عکرمہؒ سے مروی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا: اے ابن عباسؓ! کیا آپ کے خیال میں جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، فرمایا نہیں، لیکن یہ غسل بہت پاک کرنے والا اور بہت بہتر ہے، اس کے لئے جو غسل کرے اور جو نہ کرے تو اس کو واجب نہیں۔

میں تم کو بتلاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا، لوگ غریب و محتاج تھے، اون پہنتے تھے، اپنی پیٹھوں پر کام کرتے تھے، مسجد نبویؐ تنگ تھی اور قریب چھت والی تھی، بس وہ ایک چھپر کے مانند تھی، رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ گرمی کے دن میں نکلے، لوگ اونی کپڑے میں پسینہ میں تر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے تھے، ان سے بدبو پھیلی، اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کو ایذا پہنچی، یہ بدبو حضور ﷺ نے بھی محسوس کی، آپ ﷺ نے فرمایا: جب یہ دن آئے تو غسل کرو اور تمہارے پاس جو اچھی خوشبو یا تیل ہو، اُسے لگاؤ اور پھر مسجد میں آؤ۔"

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: "پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مال دیدیا، اون کی جگہ سوتی اور دوسرے قسم کے کپڑے پہننے لگے، کام سے بھی کفایت کئے گئے، مسجد بھی کشادہ کر دی گئی، اور پھر وہ چیز (پسینہ) جاتی رہی جو ایذا کا سبب بنتی تھی، لہٰذا یہ غسل واجب کے بجائے سنت ہو گیا"

(ابوداؤد ۱/۵۱، باب الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة)۔

پبلک مقامات کو آلودگی سے بچانا

ایسی جگہیں جو لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی ہوں، سیر سپاٹے، تفریح کی ہوں، سردیوں میں دھوپ کھانے، گرمیوں میں سائے اور ہوا خوری کی ہوں، راستے اور سڑکیں ہوں، پانی پینے، کپڑا دھونے، یا ندی پار کرنے کا گھاٹ ہوں۔ ان مقامات کو نجاست سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے، ایسی جگہوں پر پیشاب و پاخانہ کے لئے بیٹھنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اتقوا اللاعنين" (دو سبب لعنت سے بچو) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، وہ دونوں چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: "الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم" (أبوداؤد ۱/۵، باب المواضع التی نهی عن البول فيها) (وہ جو لوگوں کے راستہ میں پاخانہ کرے یا ان کے سایہ حاصل کرنے کی جگہ میں)۔

دوسری حدیث میں ہے: "اتقوا الملاعنة الثلاثة: البراز في الموارد وقارعة الطريق و الظل" (حوالہ مذکورہ) (تین ایسی چیزوں سے بچو جو سبب لعنت ہیں۔ گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے (کیونکہ ایسی جگہوں پر جو پاخانہ دیکھے گا وہ پاخانہ کرنے والے کو برا بھلا کہے گا)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدثین کے مطابق سردیوں میں دھوپ حاصل کرنے کی جگہ، گرمیوں کے سایہ کے ہم معنی ہے (مرقات المفاتیح ۱/۳۵۱)۔

لہسن و پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے (مسلم ۱/۲۰۹، باب نھی اکل ثوما او بصلا)

راستہ سے تکلیف دہ چیزیں (پتھر، شیشہ، کیلے کا چھلکا، نجاست و گندگی وغیرہ) ہٹادی جائیں (مسلم ۱/۴۷ باب بیان عدد شعب الایمان)۔

کسی جاندار کی غذا کو آلودہ نہ کرنا

اسلام نے حکم دیا ہے کہ کسی بھی جاندار کی غذا کو نجاست سے آلودہ نہ کیا جائے، یعنی انسان کسی جاندار کے نجاست کھانے کا سبب نہ بنے، کوئی جانور خود سے نجاست کھاتا ہے یہ اور بات ہے، لیکن انسان اس کے لئے ذریعہ بنے یہ دوسری بات ہوئی، اور اسی سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: ”جب جنوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے کہا“: ”إنه أمتک أن يستنجوا بعظم أو روثة أو فحمة فإن الله عز وجل جعل لنا فيها رزقاً“ (ابوداؤد ۱/۶، باب ما نُھی ان یستنجی بہ) (اپنی امت کو ہڈی، لید اور کوئلے سے استنجاء کرنے سے منع کردیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارا رزق بنایا ہے)۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا (حوالہ مذکورہ)۔

شارحین فرماتے ہیں کہ ہڈی اور کوئلہ جنات کی غذا ہے، اور لید جنات کے جانوروں کی غذا ہے (مرقات المفاتیح ۱/۳۶۸، اشعۃ اللمعات ۱/۲۱۰)۔

ماحولیات کا تحفظ - انسان کی ذمہ داری

اس میں کوئی شک نہیں کہ ماحولیات کا تحفظ انسان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، جو لوگ اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں اور ذمہ داری کے تحت انسانوں، جانوروں اور دیگر مخلوقات کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تئیں ہمدردو بہی خواہ ہیں، زندگی کے فطری نشو ونما کے لئے اسباب وذرائع فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

اور جولوگ فطری نظام کو بدلنے کے درپے ہیں، اسے تبدیلی اور تغیر کا شکار بنانا چاہتے ہیں، دونوں طرح کے افراد قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے مصداق نظر آتے ہیں۔

"من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعاً، ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعاً" (المائدۃ:۳۲) (جس نے کسی جان کو بغیر جان کے یا بغیر زمین میں فساد کے قتل کردیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کردیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا اس نے گویا سب لوگوں کو زندہ کردیا)۔

لیکن یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ایک کوشش مبارک ومسعود ہے، دوسرے کی کوشش نامبارک ونامسعود، یہ آیت کریمہ ایک آئینہ ہے جس میں اس دور کے لوگ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔

ماحولیات کا تحفظ کیسے؟

انسان اشرف المخلوقات ہے، سب سے مکرم سب سے معزز ہے، خالق کائنات کی سب سے اعلیٰ تخلیق ہے، سب سے اچھے سانچے میں ڈھلا اور بنا ہے، ماحولیات کا تحفظ اس کا سب سے پہلا حق ہے اس کے بعد اسی کے ذریعہ دوسرے جانداروں کا۔

"ولقد كرمنا بني آدم وحملنا هم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبٰت وفضلنٰهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا" (بنی اسرائیل:۷۰) (ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت دی اور اُسے خشکی اور دریا میں سواری دی، اور اُسے پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا، اور ہم نے اُسے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی)۔

انسان کا بنیادی حق ہے کہ اسے پاک وصاف پانی، پاک وصاف ہوا ملے، صاف ستھرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سکون ماحول ملے، وہ مخلوقات جو اسی کے لئے بنائی گئی ہیں، کے پینے، بڑھنے، نشو ونما پانے کے اسباب وذرائع مہیا ہوں، قرآن وحدیث کی سابقہ تفصیلات نے ان حقائق کو اچھی طرح واشگاف کردیا ہے۔

ایسے تمام کیمیاوی مادے جو اوروں کے لئے نقصان دہ اور ذی روح کے لئے مضر اثرات رکھتے ہوں، زہریلی گیس، فیکٹریوں اور کارخانوں سے نکلنے والا دھواں، تیزابی اور زہریلا پانی اور اسی قسم کی دیگر کارروائیاں جو اردگرد کی بستیوں کو نقصان پہنچاتی ہوں، کھیتوں کو تباہ وبرباد کرتی ہوں، پانی کی مچھلیاں مرجاتی ہوں، چوپایوں کی نسل کو نقصان پہنچتا ہو، حادثات کا سبب بنتی ہوں، انسان معذوری یا بیماری کا شکار ہو جائے، اموات کی کثرت ہو، بیماریاں بڑھنے لگیں، اس کی روک تھام اور اس کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا اسلامی تعلیمات کا عین تقاضا ہے۔

سورۂ بقرہ آیت: ۲۰۵ "یھلک الحرث والنسل" کے تحت امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"دلت الآية على الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملاً على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذالك يتم قوام الإنسان" (الجامع لأحکام القرآن ۳/۱۸) (آیت سے اس بات کی طرف رہنمائی ملتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشو ونما کے طریقوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے، ان تمام چیزوں کے ذریعہ قوام انسانی کی کاملیت ہے)۔

ماحولیات کو نقصان پہنچانے والوں اور ماحولیات کو نقصان پہنچانے والے اسباب وذرائع کے تئیں کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ اور ماحول کا تحفظ کیسے کیا جائے؟ قواعد فقہیہ پر مبنی یہ عبارتیں اس کے لئے بنیاد بن سکتی ہیں:

"ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا، یہ قاعدہ فقہاء کے اس قاعدہ کے ساتھ مقید ہے کہ "الضرر لا يزال بمثله" (ضرر کو اسی طرح کے ضرر سے زائل نہیں کیا جائے گا)، اس کے فروع بہت زیادہ ہیں، انہیں میں سے ایسے کفار پر تیر چلانے کا جواز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جنہوں نے مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنا رکھا ہو، انہیں میں سے مالک پر ایسی دیوار گرانے کا وجوب ہے جو عام راستہ کی طرف جھک گئی ہے۔ انہیں میں سے آزاد عاقل بالغ پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پابندی لگانا بھی ہے اور وہ تین افراد ہیں، بے عزت مفتی و جاہل طبیب اور کرایہ پر دینے والا مفلس، یہ پابندی عوام کو ضرر سے بچانے کے لئے ہے، انہیں میں سے صاحبین کے نزدیک سفیہ (کم ذہن و بیوقوف) پر پابندی کا جواز بھی ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، انہیں میں سے صاحبین کے نزدیک محبوس قرضدار کے مال کو ادائیگی قرض کے لئے فروخت کرنا ہے، قرضخواہوں کے ضرر کو دور کرتے ہوئے، اور یہی قول معتمد ہے، انہیں میں سے اُس وقت غلہ کا نرخ متعین کرنا ہے جب غلہ بیچنے والے غبن فاحش (بہت زیادہ دام لے کر) لوگوں کو ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوں، عام لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے، انہیں میں سے کپڑا فروخت کرنے والوں کے درمیان کھانا پکانے کی دوکان (ہوٹل وغیرہ) کھولنے کی ممانعت ہے، ایسے ہی ہر ضرر عام کا معاملہ ہے۔

تنبیہ: یہ قاعدہ اس قاعدہ کے ساتھ بھی مقید ہے کہ جب ایک ضرر دوسرے سے بڑا ہو تو بڑے ضرر کو کم ضرر کے ذریعہ دور کیا جائے گا۔ اسی لئے ادائیگی قرض پر مجبور کیا جاتا ہے، اور نفقات واجبہ کی ادائیگی پر بھی مجبور کیا جاتا ہے، اور انہیں مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ باپ اگر اپنی اولاد کا خرچ نہیں دیتا تو اُسے قید کیا جائے گا (الاشباہ والنظائر ر ۴۲، ۴۳، غمز عیون البصائر ۱ر ۲۸۰ تا ۲۸۳)۔

اصول فقہ کی کتابوں میں بعض دوسرے قواعد بھی ملتے ہیں جن میں ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کئے جانے کی بات کہی گئی ہے (مجلۃ الاحکام ر ۵۴۰، ۵۴۱)۔

سوالنامہ کے جوابات

وہ تمام حضرات، افراد و کمپنیاں، کارخانے اور فیکٹریاں جو قدرتی صاف پانی، صاف ہوا، اور پرسکون ماحول کو پراگندہ کرنے اور بگاڑنے کا ذریعہ اور سبب ہیں، ان پر پابندی لگائی جائے جن کے ذریعہ کھیتیاں تباہ ہورہی ہیں، تالاب کی مچھلیاں مر رہی ہیں، ماحول میں عدم توازن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو رہا ہے، ان پر روک لگا دی جائے۔

روک لگانے کے لئے درج ذیل صورتیں اختیار کی جائیں۔

۱- کوڑا کرکٹ پھینکنے کا کوئی ایسا انتظام کیا جائے جس سے کوڑا کرکٹ جانداروں کے لئے مضر نہ بنے اور ماحولیات کے لئے بھی خطرہ نہ ثابت ہو۔

۲- سب لوگوں کو بالجبر کوڑا پھینکنے کے اسی طے شدہ نظام کا پابند بنا دیا جائے۔

۳- کارخانے اور فیکٹریاں اور اس قسم کے تمام ادارے آبادی کی اُن جگہوں سے ہٹا دئے جائیں جن پر زہریلے اثرات پڑنے کا اندیشہ ہو، اور ایسی جگہ منتقل کرایا جائے جہاں خطرات نہ ہوں۔

۴- اگر کارخانوں اور فیکٹریوں کو منتقل کرنا ممکن نہ ہو تو ان کا ایسا نظام بنایا جائے جس سے مضر اثرات تحلیل ہو جائیں، اور آبادی کو پہونچنے والے نقصان کا اندیشہ ختم ہو جائے۔

۵- اس طرح کی تمام چیزوں کے لئے حسب ضرورت و مصلحت کوئی ایسا عمومی یا خصوصی نظام بنا دیا جائے جس سے یہ خطرات ٹل جائیں۔

۶- ان پابندیوں کے نتیجہ میں کارخانہ داروں اور فیکٹری مالکان پر دباؤ پڑے گا، مالی نقصان بھی سہنا پڑے گا اور بہت سی ذہنی اور جسمانی اذیتیں بھی پہونچ سکتی ہیں، مگر یہ سب ضرر خاص ہے جو ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے گوارہ اور برداشت کیا جائے گا۔"هذا ما سنح لي والعلم عند الله"۔

المکتبۃ [illegible]
۹۹... [illegible] ٹاؤن - لاہور
نمبر 19208

حقوق انسانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ